حکیم انقلاب ؒ کی بے نظیر تحقیقات اور علمی معلومات پر مبنی اصل اور مکمل کتاب

تحقیقات
سوزش و اورام

جدید ایڈیشن



تحقیق و تدقیق و تصنیف

آٹھ صد سالہ طبی تاریخ میں یگانہ و یکتا مجدد طب، حجۃ الحق، ملک الاطباء،
عظیم مشرقی محقق و طبی سائنسدان حکیم انقلاب المعالج دوست محمد صابر ملتانی ؒ

معنون

اپنی اس علمی تحقیق و فنی انکشاف اور طبی تجدید و سائنسی تدقیق کو جو احیائے طب اور ارتقائے علم و فن کے لئے کی گئی ہے اپنے عزیز دوست جناب حکیم محمد شریف صاحب زبدۃ الحکما لسین دواخانہ دنیاپور ضلع ملتان کے نام نامی اور اسم گرامی سے موسوم کرتا ہوں۔ آپ نظریہ مفرد اعضا کو سمجھنے اس کے تحت علاج معالجہ کرنے اور فیض و فائدہ پر عبور حاصل کرنے کے لئے ایک ماہ سے زیادہ لاہور رہے اور نہ صرف بار بار تشریف لاتے رہے بلکہ اپنے برادر اصغر جناب حکیم محمد لسین صاحب ناظم دواخانہ اور دیگر دوستوں کو بھی بھیجتے رہے۔

آپ تحریک تجدید طب کے سرگرم رکن ہیں انہوں نے تھوڑے عرصہ میں نہ صرف اپنے شہر دنیاپور میں اطبا و حکما اور صاحب علم و اہل فن کو حلقہ تجدید طب میں شریک کر لیا ہے بلکہ گرد و نواح کے اطبا اور معالجین کو بھی اس سے پوری طرح آگاہ کر دیا ہے ساتھ ہی عوام میں ذوق و شوق اور تبلیغ کے لئے گذشتہ سال دنیاپور ۲۰ نومبر کو میری صدارت میں جلسہ کرایا اور اس سال پھر ۲۰ نومبر کو جلسہ کا اہتمام کیا۔ آپ نے چند ماہ سے طبی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے ان کے ارادے بہت بلند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت بخشے۔

صابر ملتانی ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۸ء

ستائیسواں چیلنج مبلغ پانچ ہزار روپے انعام ۵۰۰۰/-

گذشتہ ہزاروں سالوں سے علم و فن طب میں علاج کے جو طریقے چلے آتے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک جبکہ ماڈرن سائنس کا دور ہے ان طبی علوم و فنون میں حقیقت سوزش و اورام اور ماہیت امراض کو سمجھانے اور نظریہ مفرد اعضاء (اعضائے مفردہ) کے تحت عام فہم تحقیقاتی انداز میں کوئی ایسی کتاب کسی طریق میں (جس میں ایورویدک طب یونانی اور فرنگی طب خاص طور پر قابل ذکر ہیں) لکھی گئی ہو یا یورپ، امریکہ اور چین و روس جیسے انتہائی سائنسی ملکوں میں ایسی تحقیقات اور ریسرچ کی گئی ہو۔ تو یہ ثابت کرنے والے کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ بطور انعام پیش کئے جائیں گے۔ یہ چیلنج ہمارے احیائے فن اور تجدید طب کی صداقت اور اس کے کمال کی دلیل ہے۔

صابر ملتانی۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۸ء

فہرست مضامین

پیش لفظ

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ خداوند حکیم نے یہ زندگی اور کائنات اپنی مرضی سے تخلیق کی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق بنائی ہے اور انکا رواں دواں ہونا بھی اسی کی مرضی پر منحصر ہے اس میں انسان اور فرشتوں کے دخل کا کوئی تعلق نہیں ہے کہ وہ ذرہ کے برابر بھی اپنی مرضی سے کمی بیشی کر سکیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عادل بھی ہے اور یہ صفت رب و رحمان اور رحیم کے بعد سب سے بڑی صفت ہے کہ مالک یوم الدین ہے یعنی جزاء اور سزا کے دن کا مالک ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ اگر مخلوق کو کچھ اختیار بھی دیئے جائیں۔ ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق مجبور ہے مگر عقل کا تقاضا ہے کہ جزاء اور سزا کا نتیجہ عمل ہے جو بغیر کسی فعل کے صادر نہیں ہوسکتے۔ لیکن اگر غور و فکر سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ زندگی اور کائنات جو خداوند حکیم کی مرضی سے تخلیق ہوئی ہے اس میں زبردست حکمت پائی جاتی ہے۔ یعنی جو کچھ بھی تخلیق ہوا ہے وہ سب کا سب کسی قانون کے مطابق ہے۔ اس قانون کا نام فطرت ہے جو حقیقت و سچائی ہے اور اس کا نام منشائے الٰہی اور رضائے خداوندی ہے۔

قانون فطرت اور منشائے الٰہی جس پر زندگی اور کائنات رواں دواں ہے۔ یہی حق پرستی اور حقیقت پسندی ہے۔ جب حق و صداقت اور حقیقت و سلامتی کی پرواہ نہیں کی جاتی تو یہ نہ صرف رضائے خداوندی اور منشائے الٰہی کی بغاوت ہوتی ہے جو گناہ کا درجہ رکھتی ہے بلکہ قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے۔ جس کا نتیجہ اس کا رد عمل ہے۔ یہ رد عمل زندگی میں بھی ہوتا ہے اور کائنات میں بھی ہوتا ہے جس سے زندگی اور کائنات میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ زندگی کے معمولات اور اس کے اعضاء کے افعال میں خلل واقع ہو تو اس کو مرض کہتے ہیں۔ اور اگر کائنات کے معمولات اور اس کے ستارگان کے افعال میں خلل واقع ہوجائے تو تو اس کو آفت کہتے ہیں۔ یہ سب قانون فطرت کی خلاف ورزیاں ہیں۔

اکثر لوگ زندگی کے خلل اور مرض کو تو سمجھتے ہیں مگر کائنات کے خلل اور آفت

کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اس کائنات کے ہر ذرہ کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے جیسے انسانی یا حیوانی یا نباتاتی جسم کے ہر ذرے کا آپس میں گہرا تعلق ہے بلکہ یہ تعلق اس قدر گہرا ہے کہ جسم کے ایک ذرے سے دوسرے ذرے تک اس کا خون دورہ کرتا ہے۔ جس میں خون کی حرارت و رطوبت اور روح وغیرہ اور دیگر کیمیاوی اجزاء بھی دورہ کرتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کے ہر ذرہ میں بھی اس کی فضا اپنا دورہ کرتی ہے جس کے ساتھ اس کی حرارت و رطوبت اور روح وغیرہ اور دیگر کیمیاوی اجزاء بھی دورہ کرتے ہیں۔ پھر جس طرح زندگی کے جسم میں اس کے کسی ذرے میں کانٹا چبھ جائے تو وہاں پر درد کے ساتھ ہی سوزش پیدا ہوجاتی ہے جس کے ساتھ ہی جسم کا خون وہاں پر اکٹھا ہوکر ورم کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور جسم میں ایک غیر معمولی تغیر پیدا ہوجاتا ہے جس کا نام ہم مرض رکھتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جب کائنات کے کسی ذرے میں فطرت کے خلاف رکاوٹ یا اثر پیدا ہو جائے تو وہاں پر بے چینی پیدا ہو کر ایک ہنگامہ ابھرتا ہے جس کے ساتھ کائنات کی فضا اسی طرف دباؤ ڈال کر وہاں خلل پیدا کردیتی ہے جس کو آفت کہتے ہیں۔ ان آفات میں آگ و ہوا اور پانی کے طوفان زلزلے اور سیلاب۔ متعدی امراض اور جنگیں وغیرہ شامل ہیں۔

جو بات میں ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ زندگی اور کائنات میں حق و صداقت ہی ایک شے ہے۔ اس کی مطابقت کا نام نیکی اور خدا ترسی ہے۔ یہی منشائے الٰہی و رضائے خداوندی اور اطاعت و سلامتی ہے۔ جہاں پر مطابقت نہیں رہتی وہاں پر گناہ و بغاوت اور مرض و آفت کی صورت بن جاتی ہے جو بذات خود کوئی شے نہیں ہیں۔ یعنی جہاں حق و صداقت کے عمل میں رکاوٹ پیدا ہوجائے وہاں برائی اور خلل نمودار ہوگا۔ ورنہ ان کی ذاتی شکل و صورت کوئی نہیں ہے۔

یہی صورت امراض کی بھی ہے کہ وہ بذات خود کوئی صورت نہیں رکھتے۔ اصل صورت زندگی کے نظام اور جسم کے اعضاء اور اعضاء کے ذرات کے افعال کا درست ہونا ہے جس کا نام صحت ہے۔ جب صحت قائم نہیں رہتی تو اس کا نام مرض رکھ دیا جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ مرض کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے جب تک جسم کے طبعی اور صحت

سند افعال و حالات کو ذہن نشین نہ کیا جائے۔ اس وقت تک اس کے غیر طبعی افعال و حالات اور مرض پر عبور حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس مقصد کے لئے علم تشریح الابدان، علم افعال الاعضاء اور علم الانسجہ کو سب سے پہلے ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علاج میں کوئی کامیابی کا راز صحیح تشخیص ہے جو ماہیت مرض کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور مرض کو سمجھے بغیر علاج کرنا نہ صرف گمراہی ہے بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ،،

جب کوئی مریض معالج کے پاس آتا ہے تو پہلی بات جو اس کے ذہن میں ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کو مرض کیا ہے۔ بلکہ نفسیاتی طور پر مریض کے ذہن میں بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کو کیا مرض ہے اس لئے طب کے طالب علم کو سب سے پہلے جس بات کا علم ہونا چاہئے وہ مرض کی ماہیت ہے اس لئے یہ ایک جدا علم کی صورت اختیار کر گیا ہے جو اپنے اندر بے حد اہمیت رکھتا ہے اور طبی اصطلاح میں اس کو علم الامراض یا ذرا وسیع معنوں میں علم ماہیت امراض کا نام دیا گیا ہے جس کو انگریزی میں پیتھالوجی کہتے ہیں۔ بعض اطبا نے اس کا ترجمہ باڈی موجیا کیا ہے جو ماہیت امراض کے مقابلے میں بے معنی ہے۔ کیونکہ علم ماہیت امراض بذات خود ہر جنس اور نوع کے امراض اور جسم کے غیر طبعی حالات میں اعضاء کی ماہیت و ترکیب اور افعال میں کیا تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ مفرد اعضاء (انسجہ) اور مرکب اعضا ایک دوسرے کو کس طرح متاثر کرتے ہیں۔ پھر مرض کی صورتیں کیوں اور کس طرح پیدا ہو جاتی ہیں کو پورے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اس کا نام ماہیت الامراض ہی صحیح ہے۔

جاننا چاہئے کہ ماہیت امراض میں مرض کی ابتدائی صورت کسی مفرد اعضاء (نسیج) میں تحریک اور خون کے مزاج (کیفیات) یا خون کے کیمیاوی مادوں (اخلاط) میں تغیر پیدا ہوتا ہے۔ پھر مفرد اعضاء میں سوزش کی صورت قائم ہو جاتی ہے جس کی طرف خون کی تیزی بڑھ جاتی ہے۔ اگر خون کے دباؤ سے وہاں کی سوزش رفع نہ ہو تو وہاں پر ورم کی صورت نمودار ہو جاتی ہے۔ گویا مرض کی ابتدائی مستقل صورت سوزش ہی ہے جس میں درد و خارش اور گرمی سرخی بھی شامل ہیں۔ اس لئے ہم نے علم الامراض کو سمجھانے کے لئے سوزش پر مکمل بحث کی ہے اور پھر سوزش سے لے کر

ورم تک کی تمام تبدیلیوں اور تغیرات کو مکمل طور پر بیان کیا ہے تاکہ ہر معالج ماہیت الامراض سے پورے طور پر آگاہ ہو کر دسترس حاصل کرلے اور یہیں سے معالج کی کامیابی اور کمال شروع ہوتا ہے۔ ،،

جہاں تک سوزش اور ورم کے علاج کا تعلق ہے وہ مرض کی ترکیب و ترتیب اور تربیت جس کو انگریزی میں کنسٹی ٹیوشن، سنتھے سس اور ڈویلپمنٹ کہتے ہیں سے سوزش اور ورم کی صورتیں ابھرتی ہیں۔ انہی صورتوں کو قانون علاج کے تحت قائم کر دینے کا نام علاج ہے اور یہی مقام صحت مندی ہے۔ پھر بھی مثال کے طور پر اورام سر کے علاج کو بے حد تفصیل اور تشریح کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ اس کی روشنی میں سر سے پاؤں تک کے سوزش اور اورام کا علاج یقینی اور بے خطا طریق پر کیا جاسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن معالجین نے نظریہ مفرد اعضاء کو سمجھ کر ذہن نشین کر لیا ہے۔ ان کے لئے ہر سوزش و ورم کا علاج بلکہ ہر مرض کا علاج مشکل نہیں ہے۔ ہم پورے طور پر سمجھتے ہیں کہ معالجین کی نفسیاتی خواہش ہے کہ ہر سوزش اور ورم کا علاج لکھ دیا جاتا تو بہتر تھا کیونکہ ہر ذہن اپنے اندر کمال نہیں رکھتا۔ اس مقصد کے لئے کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔ البتہ اس کتاب میں ایک مشکل دور کر دی گئی ہے کہ جسم کے تمام امراض کو نظریہ مفرد اعضا (انسجہ) کے تحت دل و دماغ اور جگر کے ماتحت تقسیم کر دیا گیا ہے جس سے تشخیص میں بے حد آسانیاں اور علاج میں انتہائی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں جس کا مقابلہ فرنگی طب نہیں کر سکتی۔ اس کا اندازہ صاحب فن اور اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔

صابر ملتانی ۱۹۶۸ء

مقدمہ

خداوند کریم نے قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی کہلوایا ہے کہ "و اذا مرضت فهو يشفين" (اور جب میں بیمار ہوتا ہوں بس وہی شفا دیتا ہے) اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان جب بادی اثرات (کیفیاتی، آفاقی اور نفسیاتی) اور مادی اثرات (ماکولات و مشروبات) سے بیمار ہوجاتا ہے تو خداوند حکیم ہی اس کو شفا دیتے ہیں۔ گویا جب انسانی جسم کا اعتدال قائم نہیں رہتا تو وہ بیمار ہوجاتا ہے۔ یعنی مرض اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کی صحت قائم نہیں رہتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحت کا قیام انسانی جسم کے اعتدال ہی صحت ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ یہ افعال الاعضاء کسی قانون کے تحت عمل کر رہے ہیں یہ قانون یقیناً قانون فطرت ہے جو دو حالات سے خالی نہیں ہے۔ اول قانون آفاق' دوسرے قانون انفس اور دونوں قانون قدرت کے تحت کام کرتے ہے۔ **ان الله على كل شئ قدير** ثابت ہوا کہ شفا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ گویا زندگی اور کائنات میں جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں ان میں تدبیر صرف قانون قدرت کے اختیار میں ہے۔ قانون قدرت اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اور اسی کے اختیار میں ہیں۔ انہی قوانین قدرت میں ایک قانون شفا بھی ہے۔ جو فطرت کے تحت کام کرتا ہے۔

قدرت اور فطرت کا فرق جاننا چاہئے کہ قدرت وہ طاقت ہے جس سے اللہ تعالیٰ زندگی و کائنات اور تمام عالمین پر قادر ہیں ان کی یہ قدرت بھی اصول کے تحت ہے جو قانون بن گیا ہے۔ فطرت وہ طاقت ہے جس پر یہ زندگی و کائنات اور تمام عالم رواں دواں ہیں۔ یہ بھی اصول و قاعدہ اور ترتیب کے ماتحت ہے اس لئے قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ بہرحال ذہن نشین کرنے کے لئے قانون فطرت کہہ دیا جاتا ہے لیکن فطرت خود قدرت کے تحت قانون ہے۔

قانون قانون کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو عوام اس کو سن کر عمومی لفظ کی طرح نظرانداز کر دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ قانون اپنے اندر بہت بڑی طاقت

رکھتا ہے۔ یعنی ایسے قاعدے اور طریق جو کسی اصول و ترتیب اور صحیح بنیادوں پر قائم ہوں۔ یا یوں سمجھ لیں کہ روزانہ زندگی میں مسلسل تجربات و مشاہدات کسی عمل یا شے کے نتائج ایک ہی صورت میں پیدا ہوں تو بس اس کو قانون کہتے ہیں جیسے آگ جلاتی ہے اور پانی کو گرم کرتی ہے۔ اسی طرح پانی سردی پیدا کرتا ہے اور آگ کو بجھا دیتا ہے۔ جب بھی یہ افعال کئے جائیں گے ایسا ہی ہو گا۔ انگریزی میں اس کو (لا) کہتے ہیں اور یہ بالکل سائنس کے معنوں میں آتا ہے بلکہ مزید زور پیدا کرنے کے لئے سائینٹیفک لاز (یعنی سائنس قوانین کہتے ہیں۔

القانون قانون کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر پر غور کریں کہ تقریباً سات سو سال پہلے شیخ الرئیس بوعلی سینا نے علم و فن طب پر جو کتاب لکھی ہے اس کا نام القانون رکھا ہے جس کا مقصد اور اظہار یہ ہے کہ یہ کتاب ایسے اصول قاعدوں کے تحت ترتیب دی گئی ہے جو روزانہ زندگی میں مسلسل تجربات و مشاہدات کے بعد قائم کئے گئے ہیں جن میں کہیں بھی نقص اور غلطی نہیں ہے۔ جو لوگ لفظ سائنس کو اہمیت دیتے ہیں وہ لفظ قانون پر غور کریں جس کے بغیر سائنس بھی مکمل نہیں ہے۔ یاد رکھیں علم کو اصول و قاعدوں اور ترتیب کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ قرآن حکیم نے فطرت کا لفظ بھی استعمال کیا ہے جیسے **فطرة الله التى فطر الناس عليه** (اللہ تعالیٰ کی یہ فطرت ہے کہ جس کے قانون پر انسان پیدا کیا گیا ہے) اور فطرت کے معنوں میں " سنت" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

جیسے **لن تجد لسنت الله تبديلا** (ہرگز اللہ تعالیٰ کے قانون میں تبدیلی نہ پاؤ گے)

ترتیب قدرت و فطرت اور قانون کی تشریح کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ یہ سب کسی ترتیب پر کام کرتے ہیں اور یہ ترتیب خود کار اصول اور طریق پر قائم ہے یعنی ایک صورت کے بعد دوسری صورت اور ایک عمل کے بعد دوسرا عمل پیدا ہو جاتا ہے جس کو انگریزی میں **سسٹومیٹک** (باقاعدہ) کہتے ہیں۔

مرض کا تصور غور کریں کہ قانون قدرت و قانون فطرت اور سنت الیہ کے تحت مرض کا تصور کیا ہے۔ اس حقیقت سے تو انکار نہیں ہے کہ مرض جس طرح بھی پیدا

ہو بہرحال وہ کسی نہ کسی قانون صحت کی خلاف ورزی ہو گا۔ یاد رکھیں کہ برائی کبھی قانون کے ماتحت نہیں ہوتی بلکہ برائی وہ شے یا عمل ہے۔ جو نیکی اور بھلائی کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتی ہے اس لئے مرض بھی کسی قانون کے تحت پیدا نہیں ہوتا بلکہ جب صحت کے قانون کی خلاف ورزی کی جاتی ہے تو مرض پیدا ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جس قدر طریق علاج ہیں سب نے مرض کی پیدائش کو صحت کے قوانین کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ ذیل میں چند طریق علاج کے اصول صحت اور ان کی خرابی سے پیدائش امراض کی صورتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ایورویدک اور پیدائش مرض ایورویدک میں صحت کی بنیاد دوشوں (اخلاط) اور پرکرتوں (کیفیات) کے اعتدال پر رکھی گئی ہے اور جب ان میں کمی بیشی یا نقص و خرابی یا ان کے مقام میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے تو اس حالت کو مرض قرار دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ مرض کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب بے اعتدالی کا اثر اعضا کے فعل میں ظاہر ہوتا ہے۔

یونانی طب میں پیدائش یونانی طب میں صحت کی بنیاد جسم کے اخلاط (خون و بلغم اور صفراء و سودا) اور کیفیات (گرمی سردی اور خشکی و تری) کے اعتدال پر رکھی گئی ہے۔ جب ان میں اعتدال قائم نہیں رہتا تو اس میں تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں (۱) کمی بیشی واقع ہوجاتی ہے (۲) مزاج میں خرابی و نقص رونما ہوجاتا ہے۔ (۳) ان کے اپنے مقام میں تبدیلی پیدا ہو جائے۔ یعنی کوئی خلط اپنے مقام صحیح مقام سے اخراج پانے کی بجائے دیگر مقام پر چلی جائے۔ مثلاً صفراء جگر سے اخراج کی بجائے خون میں شامل ہو کر دیگر اعضاء پر اثر انداز ہو۔ یہ حقیقت بھی یاد رکھیں کہ حالت مرض کا اظہار اسی وقت ہوگا جب اعضاء کے افعال میں اعتدال بگڑ جائے گا۔ یہی بے اعتدالی مرض قرار دی جاتی ہے۔

فرنگی طب اور پیدائش مرض فرنگی طب چار اخلاط اور چار کیفیات تسلیم نہیں کرتی۔ وہ صرف ایک خون کو ہی تسلیم کرتی ہے۔ البتہ وہ یہ تسلیم کرتی ہے کہ خون کم و بیش بارہ چودہ عناصر سے مرکب ہے۔ جب ان عناصر میں کمی بیشی اور نقص و خرابی

واقع ہوجاتی ہے تو مرض پیدا ہوجاتا ہے۔ جس کا اظہار اعضاء کے افعال کی بے اعتدالی سے ہوتا ہے۔ البتہ جب سے جراثیم تھیوری پیش کی گئی ہے اس وقت سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہی اعضاء کے افعال اور خون میں خرابی کا سبب ہوتے ہیں لیکن پھر بھی یہ حقیقت ہے کہ جب تک اعضاء کے افعال اور خون کے مرکب میں بے اعتدالی واقع نہ ہو اس وقت تک مرض کی صورت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ گویا صحت کے اصول کی بے اعتدالی کا نام مرض ہے۔

ہومیوپیتھی اور پیدائش مرض ہومیوپیتھی (علاج بالمثل) تسلیم کرتی ہے کہ اول روح بیمار ہوتی ہے پھر اس کا اثر جسم و خون پر پڑتا ہے اور اعضاء کے افعال بگڑ کر مرض کی صورت میں پیدا ہوجاتی ہے۔ روح سے مراد وائٹل فورس (طبعی روح) ہے۔

بائیو کیمک اور پیدائش مرض جسم جسم اور خون تقریباً بارہ چودہ نمکیات سے مرکب ہیں۔ جب ان میں سے کسی نمک میں کمی یا خرابی واقع ہو جاتی ہے تو مرض پیدا ہوجاتا ہے۔ فرنگی طب کے عناصر اور بائیو کیمک کے نمکیات میں یہ فرق ہے کہ فرنگی عناصر کو مفرد ظاہر کرتی ہے اور بائیو کیمک نمکیات کو مرکب تسلیم کرتی ہے۔

ہائیڈروپیتھی اور پیدائش مرض جسم اور خون کے (فارن میٹرز) ایسے گندے مادے جن کو خارج ہونا چاہئے جب اندر تک جاتے ہیں تو ان کا اثر اعضاء کے افعال پر پڑتا ہے اور پھر مرض پیدا ہوجاتا ہے۔

سائیکوپیتھی اور پیدائش مرض سائیکوپیتھی (نفسیاتی علاج) تسلیم کرتی ہے کہ انسان میں جسم (اور روح کے علاوہ جذبات بھی پائے جاتے ہیں جب ان جذبات میں کمی و بیشی یا خرابی اور نقص پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا اثر اعضاء کے افعال پر پڑتا ہے اور مرض کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جذبات کو سمجھنے کے لئے وائٹل فورس اور طبعی روح کو مدنظر رکھیں اور ان کے باہمی فرق کو سمجھیں۔

مندرجہ بالا سات مشہور طریق کے علاوہ اور بھی کئی غیر مشہور طریق ہیں جن میں (۱) کروموپیتھی (رنگوں سے علاج) (۲) الیکٹروپیتھی (۳) علاج بالغذا (۴) طب

روحانی (۵) علاج بالموسیقی (۶) فزیکل تھیراپی مالش اور امالہ سے علاج (۷) تعویذ گنڈہ سے علاج وغیرہ جو سب طب کی شاخیں ہیں یا ان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہے یہ سب بھی مرض کی پیدائش کو اعضاء کے افعال کی خرابی ہی تسلیم کرتے ہیں جو ان کے نظریات کے تحت عمل میں آتے ہیں۔

قرآن حکیم اور پیدائش مرض آج ہم دنیا میں ایک نئی حقیقت پیش کرتے ہیں۔ آج کی دنیا سائنس کی دنیا ہے جس کو اپنے علوم و مشاہدات اور تجربات پر ناز ہے مگر وہ اس حقیقت سے بالکل بے خبر ہے۔ حکماء اور اطباء نے بھی اس حقیقت کا ذکر نہیں کیا۔ ان کے علاوہ علمائے عظام اور صوفیائے کرام نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا کہ قرآن بھی پیدائش مرض کے متعلق ایک قانون رکھتا ہے۔ قرآن حکیم کے نزول کو تقریباً چودہ سو سال ہو گئے ہیں۔ مگر اس حقیقت کو ہم دنیا کے سامنے پہلی بار پیش کر رہے ہیں۔ البتہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں میں اس طرف پورے طور پر اشارات ملتے ہیں۔ مسلسل تیس سال تک کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت مجھ پر روشن کر دی ہے جو موجودہ سائنسی دور اور میڈیکل سائنس کی غلطیوں کا صحیح اظہار ہے۔

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ کتاب فطرت ہے وہ اپنا ایک قانون رکھتا ہے اس کی بھی ایک سائنس ہے جو اپنے اندر علوم و اعمال اور مشاہدات و تجربات کا ایک مسلسل اور لاانتہائی سلسلہ رکھتا ہے جو تقریباً چودہ سو سال سے ان خزانوں کو بکھیر رہا ہے۔ یہ حقیقت بھی اس کے خزانے کا ایک بیش بہا موتی ہے۔ قرآن حکیم کے اس دعویٰ کے ساتھ کہ وہ کتاب فطرت ہے اس کے ساتھ اس دعوے کو بھی ذہن نشین رکھیں کہ اس میں ہر صغیرہ کبیرہ اور طب و یابس کا ذکر ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوتا ہے کہ اس میں پیدائش مرض کا ذکر نہ ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں امراض کا بھی ذکر ہے۔ یعنی شفا کا بیان بھی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو قرآن حکیم کے اس علمی خزانے کی ایک ایک شے بیان کروں گا یہی صحیح علاج ہوگا۔ انشاء اللہ

قرآن حکیم پیدائش مرض کے متعلق بیان کرتا ہے فی قلوبھم مرض (ان کے

دلوں میں بیماری ہے) ایک چھوٹے سے جملے میں کتنی بڑی حقیقت بیان کر دی ہے کہ انسانوں میں جب مرض پیدا ہوتا ہے تو وہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس حقیقت سے تین صورتیں سامنے آتی ہیں (۱) مقام پیدائش (۲) ابتدا پیدائش مرض (۳) اسباب بادی ہوں یا مادی پیدائش مرض دل ہی میں ہوگی۔ گویا مرض پہلے دل میں اثر انداز ہوگا۔ پھر باقی جسم اور خون میں اپنے اثرات ظاہر کرے گا جس کی تشریح درج ذیل ہے۔

اول جاننا چاہئے کہ انسان تین حالتوں سے مرکب ہے (جسم) (۲) نفس (۳) روح تینوں کا مرکز دل ہی تسلیم کیا گیا ہے اور اگر جسم کے ساتھ خون کا بھی ذکر کر دیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خون کا مرکز بھی دل ہی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جسم و خون اور نفس و روح پر اندرونی و بیرونی طور پر کوئی شے اثر انداز ہو تو اس کا اظہار دل پر ہوگا۔ یہ ایک ظاہرہ تشریح اور دلیل ہے۔

اس کی باطنی تشریح اور دلیل یہ ہے کہ کسی بات یا شے کے لئے کوئی ظرف بھی ہونا چاہئے ہم مرض کی پیدائش روش و اخلاط سے تسلیم کریں یا عناصر و تنکیات کی کمی بیشی جانیں۔ یا روح و نفس کی خرابی کو مانیں تو لازمی امر ہے کہ ان کے لئے کوئی مقام بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور جسم انسان میں جب ہم غور و فکر کرتے ہیں تو قلب ہی میں چار مقام نظر آتے ہیں۔ ان میں سے دو عدد دل کے بطن کہلاتے ہیں اور دو عدد اس کے اذن کہلاتے ہیں جن میں خون اور اس کے مادی روحانی اجزاء اثرات سے اس طرح بھرے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس طرح سارے جسم میں کہیں نظر نہیں آتے۔ البتہ کہا جا سکتا ہے کہ شریانوں اور وریدوں میں بھی خون دوڑتا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ جسم کی تمام شریانیں دل ہی کی طرف سے آتی ہیں اور تمام وریدیں دل ہی میں واپس لوٹ جاتی ہیں۔ وہ بھی دل کا حصہ تسلیم کئے گئے ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جسم میں دل کے سوا جتنے بھی اعضاء ہیں ان میں خون صرف شریانوں اور وریدوں ہی میں رہتا ہے۔ دل کی طرح ان سے جدا ہو کر ان اعضاء میں کہیں اکٹھا نہیں ہوتا ہے۔ ایک اور بات بھی کی جا سکتی ہے کہ خون جب جسم پر ترشح پاتا ہے تو وہاں پر اکٹھا ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ جہاں پر خون ترشح پاتا ہے اور جذب ہو کر جزو بدن بنتا ہے وہ تمام عضلات ہیں اور یہ عضلات دل کے ماتحت ہیں لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ جو خون ترشح

پاتا ہے وہ صرف خون کی رطوبت ہوتی ہے اصل خون نہیں ہوتا۔ اصل خون تو صرف دل ہی میں نظر آ سکتا ہے۔

تیسری تشریح و دلیل نظریہ مفرد اعضاء کے تحت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نظریہ مفرد اعضاء کی روشنی ہی میں مجھے قرآن حکیم کے اس خزانے کا علم ہوا ہے مجھے یقین ہے کہ جب دنیا میں نظریہ مفرد اعضاء کی روشنی پھیلی تو دنیا بھر کے علوم و فنون میں ایک انقلاب آ جائے گا۔ اور ان کی نئی نئی صورتیں سامنے آئیں گی اور یہی ان کی حقیقت کا تجزیہ ہو گا۔

جاننا چاہئے کہ جہاں تک قلب کی ذاتی ساخت کا تعلق ہے وہ عضلاتی انسجہ (ٹشوز) کا بنا ہوا ہے اور زندگی بھر حرکت میں رہتا ہے جس کے ساتھ اس کے اندر کا خون حرکت میں رہتا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ عضلات (دل) میں ایک ذاتی حرکت ہے۔ بلکہ یوں سمجھ لیں کہ عضلات کے معنی حرکت کے ہیں۔ جس طرح اعصاب کے معنی احساس کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دل ہروقت حرکت میں رہتا ہے۔ اس حرکت کو مسلسل رکھنے اور اس میں کمی و بیشی کرنے کے لئے تحریکات اور اغذیہ کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لئے دو عدد غلاف ہیں جن میں یکے بعد دیگرے قلب ملفوف ہے۔ ان میں پہلا غلاف جو قلب پر لپٹا ہوا ہے۔ وہ غشائے مخاطی (انسجہ غدی۔ اسے تھل ٹشوز) کا ہے۔ اس کے اوپر دوسرا غلاف اعصابی نسیج (نروٹشوز) کا ہے پہلے غلاف کا تعلق جگر کے ساتھ ہے۔ جہاں سے غذا حرارت کی صورت میں ملتی رہتی ہے۔ اور دوسرے غلاف کا تعلق دماغ سے ہے جہاں تحریکات رطوبت کی صورت میں پہنچتی رہتی ہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ یہ غلاف صرف قلب کے اوپر ہی نہیں لپٹے ہوئے بلکہ قلب کی ہر گہرائی اور تہہ تک چلے گئے ہیں۔ گویا قلب طب اگرچہ نسیج عضلاتی کا بنا ہوا ہے۔ لیکن اس کو ساخت اور بافت میں عصبی (دماغی) اور غدی (جگری) انسجہ گندھے ہوئے ہیں جس کے ساتھ ان کی خلاؤں کو الحاقی ساخت نے پر کیا ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ قلب جو ذاتی طور عضلاتی نسیج کا بنا ہوا ہے اس میں دیگر تمام انسجہ پوری طرح شریک ہیں جس سے اس کا دیگر اعضائے رئیسہ سے گہرا تعلق ہے۔ یعنی

اعضائے رئیسہ اور ان کے متعلقات میں جو کیفیات و تحریکات اور اعمال و صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا نہ صرف اثر قلب پر پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کے فعل میں کمی بیشی اور ضعف بھی پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کے ذہن میں کوئی جذبہ پیدا ہو بیدار ہو تو معاً یعنی ایک سیکنڈ سے بھی پہلے دل پر اس کا اثر ہو جاتا ہے۔ گویا سب سے پہلے جسم پر کوئی بات اثر انداز ہو سکتی ہے تو وہ جذبہ ہی ہو سکتا ہے جو نفسیاتی اثر ہے۔ مادی شے دیر میں اثر انداز ہو گی اور بذریعہ تحلیل یا بذریعہ خون ہو گی۔

یہ بات بھی یاد رکھیں کہ ہر مادے کے عمل کے ساتھ اس کے نفسیاتی اور کیفیاتی اثرات بھی ہوتے ہیں جو مادے کے اثر سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لئے تسلیم کیا گیا ہے کہ انسان میں جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان میں نفسیاتی اور کیفیاتی اثرات ۹۹ فیصد پائے جاتے ہیں۔ امراض کے علاج میں ان کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن حکیم نے نہ صرف ان نفسیاتی و کیفیاتی اور مادی اثرات کا ذکر تفصیل سے کیا ہے بلکہ ان غلافوں کا ذکر بھی کیا ہے جن میں قلب ملفوف ہے اور ان کی طرف سے یہ تاثر پہنچتے ہیں جو قلب کے افعال میں تغیر پیدا کر کے مرض پیدا کر دیتے ہیں۔

قرآن حکیم بیان کرتا ہے انا جعلنا قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ (تحقیق ہم نے ان کے دلوں پر پردہ بنایا ہے تاکہ سمجھ سکیں) اس پردے کا بڑا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ ان اثرات کو سمجھائے جو اس کی طرف پہنچتے ہیں۔ کئی جگہ اکنہ (دل کا پردہ) کا ذکر آیا ہے اور اس کے علاوہ قلوبنا غلف (ہمارے دلوں پر پردے ہیں) غلاف کا لفظ اسی غلف سے بنا ہے۔ ایسا پردہ جو کسی شے کے اوپر بالکل غلاف کی طرح چڑھ کر ڈھانپ دیا جائے۔ قرآن حکیم میں پردے کے معنوں میں حجاب و کشف اور غشا بھی آتے ہیں۔ ان کا ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔ دل پر جن پردوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اکنہ اور غلف ہی ہیں اور اس میں یہ سمجھ لیں کہ طبی تشریح کے مطابق دل پر دو پردے ہوتے ہیں۔ باہر کا پردہ اعصابی انسجہ (نروز ٹشوز) کا ہوتا ہے اور اندرونی غدی انسجہ (اسے تھل ٹشوز) کا ہوتا ہے۔ غلف بیرونی پردہ ہے جس کا تعلق اعصاب اور دماغ سے ہے اور اکنہ اندرونی پردہ ہے جس کا تعلق غدد اور جگر سے ہے۔ انہی دونوں ذرائع سے تمام جسم کے کیفیاتی و نفسیاتی اور مادی اثرات قلب تک پہنچ کر اس کے فعل میں کمی بیشی اور

ضعف پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ اثرات خود کار طریق کار پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اتنی جلدی ہوتے ہیں کہ انسانی شعور بھی اس وقت ہوتا ہے جب اثر شروع ہو جاتا ہے۔

یہ بات بھی سمجھ لیں کہ قرآن حکیم نے جہاں بھی قلب کا ذکر کیا ہے وہاں دیگر اعضائے رئیسہ کا اکثر ساتھ ہی ذکر کیا ہے۔ البتہ اس کے لئے وہ ایسی علامات واضح کر لی ہیں۔ جن کا گہرا تعلق ان کے ساتھ ہے۔ دماغ کے لئے اذن (کان) اور جگر کے لئے بصر (آنکھ) کو متعین کیا ہے۔ جیسے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارھم و غشاوۃ۔** (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے) ایک دوسری جگہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ **لھم قلوب لا یفقھو بھا ولھم لا یبصرون بھالھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالا نعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون۔** ان کے واسطے دل ہیں مگر ان کے ساتھ نہیں سمجھتے۔ ان کے واسطے آنکھیں ہیں لیکن ان سے نہیں دیکھتے۔ ان کے واسطے کان ہیں مگر ان کے ساتھ نہیں سنتے۔ یہ چارپایوں کی مانند ہیں جب کہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔ **الم یسیرو فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔** (کیا انہوں نے زمین پر سیر نہیں کی ہے کہ ہوتے ان کے داخلی دل اور سمجھتے ان کے ساتھ اور کان کہ ان کے ساتھ سنتے۔ پس تحقیق یہ بات نہیں ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں لیکن ان کے دل اندھے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں)۔ اس طرح قرآن حکیم میں بہت ساری آیتیں ہیں جن کے دل کی تشریح و افعال اور نفسیاتی و جسمانی امراض کو ذہن نشین کرنے کے ساتھ ساتھ دل کے دیگر اعضاء کے ساتھ تعلق کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جگہ کم ہے مضمون بہت طویل ہے۔ اس کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ ذیل میں ہم قرآن حکیم کی پیدائش مرض کو بیان کرتے ہیں تاکہ اس کا ایک ہلکا سا نقشہ ذہن نشین ہو جائے اور صاحب فن اور اہل علم اس انداز پر غور و فکر کر سکیں۔

چونکہ امراض کی پیدائش کے تین بڑے اسباب ہیں (۱) بادی (کیفیاتی و نفسیاتی)

(۲) مادی (۳) سابقہ (فاطہ) قرآن حکیم نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ پہلے بادی امراض کے متعلق سمجھیں۔ قرآن حکیم بیان فرماتے ہیں **فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانو یکذبون۔** (ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ اللہ نے بیماری بڑھا دی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بسبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے)

جاننا چاہئے کہ لوگوں کو بری عادتوں میں سب سے بری عادت جھوٹ بولنا ہے۔ حیرت یہ ہے کہ بعض لوگ اس کو برائی خیال ہی نہیں کرتے لیکن قرآن حکیم جھوٹ کو ایک نفسیاتی مرض قرار دیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں وہ دوسروں کو فریب دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نہیں اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں۔

قرآن حکیم بیان کرتے ہیں۔ **یخادعون اللہ والذین منو وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون۔** (اللہ تعالیٰ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ فریب دیتے ہیں لیکن وہ اپنے نفس کو فریب دیتے ہیں اور نہیں سمجھتے)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ فریب دینا خوف کی علامت ہے جو اعصاب میں تحریک سے پیدا ہوتا ہے جس سے قلب کے فعل میں کمی پیدا ہو جاتی ہے اور انسانی جرات ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے جس کے لئے دردناک عذاب ہی ہو سکتا ہے۔

اب مادی صورت بھی سمجھ لیں۔ قرآن حکیم بیان کرتے ہیں۔ **واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم۔** (اور وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں مرض ہے پس زیادہ کردی نجاست ان کی نجاست میں)۔

یاد رکھیں کہ جب دل کے فعل میں خرابی واقع ہوتی ہے تو قلب (عضلات) میں مواد رکنا شروع ہو جاتا ہے اور باعث فساد ہوتا ہے۔

تیسری صورت سبب سابقہ کی ہے اور وہ وہی عضو ہے جس کے فعل میں خرابی پیدا ہو کر مرض کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ یہ قلب یا اس کا کوئی پردہ ہو سکتا ہے۔ یہی صورت فاطہ ہے۔ یہی مرض کی ابتدا ہے۔

دنیا کے تمام طریقہ ہائے علاج اور قرآن حکیم کے پیدائش مرض کو پیش کرنے کے بعد ہم ماہیت مرض کی طرف لوٹتے ہیں۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ مرض حقیقت اور مثبت شے نہیں ہے بلکہ خرابی اور منفی شے ہے۔ حقیقت اور مثبت شے صحت ہے جو قدرت اور فطرت کے قوانین پر قائم ہے۔ اس لئے صحت کا قیام انہی قوانین کا سمجھنا ہے اور یہی زندگی اور کائنات کا ماحاصل ہے۔

جہاں تک ماہیت امراض کی تشریح کا تعلق ہے اس کی انتہائی اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:۔

۱۔ کسی مفرد عضو کے فعل میں کمی یا
۲۔ اس کے فعل میں تیزی یا
۳۔ اس کے فعل میں ضعف واقع ہو جائے۔

ایسی صورتوں میں ان مفرد اعضاء ان کے دیگر مفرد اعضاء کے ساتھی باہمی تعلقات۔ پھر ان کے مرکب اعضاء و خون اور تمام جسم پر کیا اثرات ہوتے ہیں۔

اس کتاب میں ہم نے ماہیت امراض پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مرض کی ابتدا کسی مفرد عضو میں تحریک سے ہوتی ہے جو سوزش کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ یہی سوزش ورم کی حالت پیدا کر لیتی ہے جس سے اس کی تمام علامات ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ہم نے تحریک سے لے کر سوزش اور ورم تک تمام صورتیں اور حالات بیان کئے ہیں۔ اسی بیان کا نام ماہیت مرض (پیتھالوجی) ہے۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں قدیم طب کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ایمان داری سے فرنگی طب کی غلط تحقیق اور نظریات کو بھی پیش کر دیا ہے تاکہ آئندہ نسلیں طب قدیم کی صداقت سے مستفید ہوں اور فرنگی طب کی غلط فہمیوں سے محفوظ رہیں۔

اس جدوجہد اور سعی کا اندازہ صاحب علم اور اہل فن ہی لگا سکتے ہیں۔ یہ اللہ کا انعام ہے۔ میں تہ دل سے اس کا شکرگذار ہوں۔ یہی میرے لئے سب سے بڑی سعادت ہے۔

صابر ملتانی ۱۹۳۸ء

تحقیقات سوزش

سوزش کی تعریف جسم کے کسی حصہ میں جلن یا خراش پیدا ہو جائے جس کا طبی نام التہاب ہے اور انگریزی میں اس کو اریٹیشن کہتے ہیں۔

فرنگی طب، (ڈاکٹری) کی غلط فہمی فرنگی طبی کتب میں سوزش کو اریٹیشن IRRITATION کی بجائے انفلیمیشن INFLAMATION (ورم) لکھا ہے۔ یہ غلط ہے۔ انفلیمیشن ورم کو کہتے ہیں جو اریٹیشن (التہاب) کی انتہائی صورت ہے۔ سوزش سے جب ورم بنتا ہے تو کئی قسم کی نسیجی، عضری اور کیمیاوی تبدیلیاں عمل میں آتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ التہاب (سوزش) ورم کے مترادف نہیں ہے۔ ورم میں ابھار (سوجن) ضروری ہے اور سوزش میں بجائے ابھار کے انقباض ہوتا ہے۔ پھر ہر ورم التہابی نہیں ہوتا اور نہ ہر التہاب کو ورم کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ صرف ورم کہنا ہی کافی ہے کیونکہ تموج بالکل جدا قسم کے ابھار ہیں جو ورم کی تعریف میں نہیں آ سکتے۔

سوزش کی وضاحت سوزش (التہاب) ظاہر میں کسی حصہ جسم میں کسی مہیج اور خراش کنندہ شے کے خلاف قوت مدبرہ بدن کی ایک منظم و مرتب مدافعانہ تدبیر ہے تاکہ اس شے کے مضر اثرات کو وہیں ختم کر دیا جائے اور وہ پھیلنے نہ پائے اور باقی جسم محفوظ رہے۔

سوزش کی اہمیت سوزش کی اہمیت تین صورتوں میں مسلمہ حقیقت بن گئی ہے۔

۱۔ اس کی حقیقت کا جاننا جس کا تعلق مرض کی ماہیت کے ساتھ ہے۔
۲۔ اس کا علم رکھنا۔ اس کا تعلق معالج کے ساتھ ہے۔
۳۔ اس کی وسعت کا جاننا اس کا تعلق فن کے ساتھ ہے۔

جب تک سوزش کی حقیقت اور ماہیت کا پتہ نہ چل جائے علم الامراض پر عبور حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر معالج اس علم سے ناواقف ہے تو وہ صرف دوا فروش ہے

اور اس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ایک ماہر، مشہور اور بلند پایہ سرجن پروفیسر راتھر فورڈ مارسن کا قول ہے کہ جس معالج نے التہاب کو اچھی طرح سمجھ لیا وہ دو تہائی جراحت کا مالک بن گیا۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ جو معالج سوزش کی پوری طرح سمجھ کر اس پر عبور حاصل کر لے۔ اس نے تین چوتھائی علم العلاج اور جراحت پر دسترس حاصل کر لی ہے۔

یہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ سوزش بہت مضر اور عضو کو تباہ کرنے والی ہے۔ مگر جو اہل فن حقیقت شناس ہیں وہ جانتے ہیں کہ سوزش جسم کے لئے کس قدر رحمت اور امراض کے علاج میں اپنے اندر کس قدر شفائی طاقت رکھتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح بدن بذات خود انسانی جسم کے لئے ایک نعمت ہے۔

اگرچہ ظاہر میں ہر مرض ایک تکلیف اور دکھ کا احساس ہے لیکن (۱) سوزش زہر کو جسم میں پھیل جانے سے روکتی ہے اور جس مقام پر سوزش ہوتی ہے اس کو اسی مقام تک محدود رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ (۲) اس مقام پر طبیعت مدبر بدن کی مدد سے بغیر دوا کے اس کو آرام دینے کی کوشش کرتی ہے اور جب خون میں قوت مقابلہ (ایمونٹی) کم ہو جاتی ہے تو وہ اصلاح سے عاجز ہو جاتی ہے۔ (۳) جب کسی مقام پر سوزش ہوتی ہے تو وہ سوزش جسم کی پہلی سوزش یا تکلیف وہ علامت کو رفع کر دیتی ہے (۴) اگر کسی حصہ جسم میں کسی قسم کا مرض ہو اور اس کا علاج ممکن نہ ہو تو اس عضو کی مناسبت سے جسم کے کسی ایسے مقام پر سوزش پیدا کر دی جائے تو اس عسرالعلاج مرض سے شفا کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً صرع میں بائیں ٹانگ پر سوزش پیدا کرنے سے شفا کلی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح پیٹ میں درد ہو تو پیٹ کے اوپر رائی کا پلستر یا ماتھے پر سوزش پیدا کر دینے سے درد شکم رفع ہو جاتا ہے اسی طرح باری کے بخار میں پیٹ پر یا ہاتھ پاؤں یا ماتھے پر سوزش پیدا کر دینے سے باری کا بخار ختم ہو جاتا ہے۔ اس طریق علاج کو امالہ بھی کہتے ہیں اس سے طبیعت کی توجہ دوسری طرف ہو جاتی ہے اور قیام مرض پر دوران خون کی پوری شدت ہو جاتی ہے اور مرض رفع ہو جاتا ہے۔ گویا طبیعت کی معاونت ہو جاتی ہے۔

علاج بالامالہ کوئی نیا طریق علاج نہیں ہے۔ زمانہ قدیم سے یونانی طب میں چلا آتا

مگر اس کی حقیقت اور اس کے اصول علاج سے شاید دنیا میں ایک شخص بھی واقف نہ ہو۔

جناب استاد الاطباء حکیم احمد الدین صاحب پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسی ماہیت کی طرف نہ صرف اشارات کئے بلکہ اس پر بہت تاکید کی تھی لیکن سچ یہ ہے کہ وہ اس کی افادیت سے ضرور واقف تھے مگر اس کی ماہیت، حقیقت اور اصول علاج سے واقف نہ تھے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس پر پوری روشنی ڈالیں گے۔ فصد حجامت، پچھنے، سنگیاں کھچوانا، مالش، ٹکور، پلستر، حمام یا شعا وغیرہ اس کی مختلف تدبیریں ہیں۔ میری ذاتی رائے میں اسلام نے جو وضو کی تعلیم دی وہ بھی علاج بالامالہ میں داخل ہے۔

سوزش کی ماہیت سوزش کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے نسیجی، عضوی اور کیمیاوی تبدیلیوں کا جاننا نہایت اہم ہے جو انسانی جسم میں رونما ہوتی ہیں سوزش کو پوری طرح ذہن نشین کرنے کے لئے اس کی ماہیت کا جاننا نہایت اہم ہے جب تک سوزش کی ماہیت کا پورا علم نہ ہو اس وقت تک سوزش کی حقیقت سے معالج بے خبر رہتا ہے۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ علاج میں پوری دسترس پیدا نہیں ہو سکتی۔ خاص طور پر سوزش کی ابتدائی حالت و انتہائی اور پرانی حالت میں تمیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ امتیاز اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ سوزش سے پیدا ہونے والی نسیجی و عضوی اور کیمیاوی تبدیلیوں کا پورا پورا علم ہو۔ یہ تبدیلیاں گویا علامات ہیں جو دوران مرض یا کسی بڑی علامت میں رونما ہوتی ہیں۔

جب کوئی مہیج (خراش کنندہ) سوزش کا باعث ہوتا ہے تو بیک وقت تمام جسم میں تین قسم کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اول نسیجی، دوسرے کیمیاوی، تیسرے عضوی اور تینوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اگرچہ تبدیلیوں کی ابتدا تو کسی ایک مہیج میں شروع ہوتی ہے لیکن فوراً ہی کیمیاوی اور عضوی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں۔ یا اس کے برعکس یوں سمجھ لیں کہ ہر عضو نسیجی بافتوں سے مرکب ہے اور ان کی غذا کے لئے خون کی نالیاں لگی ہوتی ہیں جن میں کیمیاوی تبدیلیاں کچھ نالیوں کے اندر اور کچھ نالیوں کے باہر رونما ہوتی ہیں یہ تینوں تبدیلیاں آپس میں ایسی لازم و ملزوم اور خود کار (آٹومیٹک) ہیں گویا یہ تمام قسم کی تبدیلیاں جدا جدا معلوم نہیں ہوتیں۔ لیکن دراصل

یہ الگ الگ ہیں۔

فرنگی ڈاکٹروں کی غلط فہمی سوزش سے جو تبدیلیاں جسم میں پیدا ہوتی ہیں' فرنگی ڈاکٹروں نے ان کے سمجھنے میں بے حد غلطیاں کی ہیں اور ایسے غلط انداز میں سمجھا ہے کہ سوزش کی ماہیت اور حقیقت کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت کا علم پوری طرح ان کو حاصل نہیں ہے۔ فرنگی ڈاکٹروں کی کتب میں سوزش اور ورم میں تفریق نہیں کی جاتی۔ گویا ایک طالب علم جو سوزش کو سمجھنا چاہے وہ ورم میں الجھ جاتا ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ کالج کے پروفیسر اس کی پوری تشریح و وضاحت اور فرق بیان نہیں کر سکتے تو بے چارے طالب علم کیسے پورے طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ وہاں پر زیادہ سے زیادہ اس مقام یا عضو میں پیدا ہونے والے انقباض (انجماد خون کی کمی اور سلفت اور رطوبات کی کمی بیشی اور سفید و سرخ ذرات کی کثرت و قلت اور اخراج و بندش وغیرہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ حیوانی ذرہ (سیل) میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں کیسے پیدا ہوتی ہیں۔ حیوانی ذرات کی بافتوں یعنی انسجہ کا مختلف اعضا کے ساتھ کیا تعلق ہے اسی طرح انسجہ' اعضاء اور دوران خون کا باہمی تعلق کیا ہے اور مرض کی حالت میں اس باہمی تعلق میں کیا نقائص رونما ہو جاتے ہیں۔ جب تک صحت کی حالت کا پورا نقشہ ذہن میں نہ ہو تو مرض کی حالت میں جو تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں' ان کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔

کیسہ اور عضو کا فرق سوزش کے سمجھنے کے لئے ایک نہایت اہم رمز یہ ہے کہ حیوانی ذرہ (کیسہ) کے افعال اور عضو کے افعال میں مماثلت اور ان کے افعال میں جو اختلاف ہے ان کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اعضا کے افعال اپنے (انسجہ ٹشوز) کے ماتحت ہیں یا ان سے جدا ہیں ان تمام اہم باتوں کا فرنگی طب (ڈاکٹری) اول تو علم ہی نہیں رکھتی۔ ان کی کتب میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اگر کسی قسم کا علم پایا جاتا ہے تو وہ غلط' بے معنی اور ناکارہ ہے۔ جب تک کیسہ کے افعال کو عضو کے افعال کے ساتھ تطابق نہیں دیا جائے گا اس وقت تک سوزش تو رہی ایک طرف دیگر امراض کی ماہیت بھی پورے طور پر

اسے نہیں آسکتی کیونکہ کیسہ انسانی جسم میں ایک ابتدائی زندگی (فرسٹ یونٹ) ہے اور یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اس میں زندگی ہے۔ اس کے افعال ہیں۔ اس میں نشونما ہے۔ اس میں تولید ہے اور اس میں موت بھی واقع ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ غذا لیتے ہیں۔ اپنی غذا کے فضلات کو صاف کرتے ہیں اور باقاعدہ سانس لیتے ہیں۔ گویا ان کا حقنیہ' تصفیہ اور تسنیم بالکل ایسے ہے جیسے انسانی جسم کا ہے۔ جو مرکب اعضان سے بنتے ہیں۔ مرکب اعضا مفرد اعضا سے ترتیب پائے ہوئے ہیں۔ مفرد اعضا کی بناوٹ انسجہ (ٹشوز) سے ہے اور انسجہ حیوانی ذرات (کیسہ جات) سے ترتیب پاتے ہیں۔ ایک طرف حیوانی ذرہ میں بھی یہ سب کچھ نظر آتا ہے تو باقی درمیانی کڑیوں کو کیوں نظر انداز کردیا جائے۔ اور پھر ان کے باہمی تعلق کو کیوں نہ سمجھا جائے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان سب کے افعال کو بالتقابل سمجھا جائے۔ اگر کیسہ اور انسانی زندگی کے افعال میں تطابق پایا جاتا ہے تو کیسہ کو جو انسان کی ابتدائی ترکیب (فرسٹ یونٹ) ہے اس کو سامنے رکھ کر صحت و مرض کا تعین کیا جائے۔ اور ان سے اعضا کے افعال پر جو اثر پڑتا ہے اس کو ذہن نشین کیا جائے۔

فرنگی طب کی علمی کم مائیگی فرنگی طب کو اپنی طبی سائنس (میڈیکل سائنس) پر بہت ناز ہے لیکن جب ایک محقق ان کی علمی اور سائنسی کتب کو دیکھتا ہے تو ان کی فاش غلطیوں کے ساتھ ساتھ ان کی بے علمی اور جہالت کو دیکھ کر افسوس کرتا ہے کہ ایک طرف اپنی سائنس کے اتنے لمبے چوڑے دعوے اور دوسری طرف اندر سے یہ کھوکھلا پن۔ ایک طرف یہ شورا اور دوسری طرف یہ بے تکی۔ جب کسی فرنگی ڈاکٹر سے پوچھا جائے یہ کیابات ہے تو شرم سے گردن جھکا کر آئیں بائیں اور شائیں کرنے لگتے ہیں۔

ماہیت امراض کے سمجھنے میں بھی ان کے ہاں بے حد غلطیاں ہیں۔ بے علمی اور حقیقت سے ناواقفیت کے بے شمار نمونے نظر آتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان کی ادنیٰ ادنیٰ غلطی بھی معاف نہیں کریں گے۔ بال کی کھال نکالیں گے اور ادھڑی کی چمڑی کر دیں گے امراض کا تعین اس وقت تک جس طرح کیا گیا ہے وہ فرنگی طب اور

ماڈرن سائنس کی بے علمی (ان سائنٹیفک) اور جہالت پر دلالت کرتا ہے۔ ایک طرف تو انسانی جسم کی تشریح اور افعال کو کیسہ تک بیان کر دیا ہے۔ مگر دوسری طرف امراض کا تعین کرتے وقت صرف مرکب اعضا کو سامنے رکھا گیا ہے۔ مثلاً اگر معدے اور امعا میں خرابی ہو یا مثانہ اور سینہ میں نقص ہو تو معدہ اور امعاء اور مثانہ و سینہ کی مناسبت سے امراض کا تعین کیا گیا ہے اور اسی نسبت سے نام رکھے گئے ہیں۔ جیسے درد معدہ، ورم امعاء سوزش مثانہ اور سینہ کی جلن وغیرہ۔ حالانکہ معدہ و امعاء اور مثانہ و سینہ دیگر تمام اسی قسم کے اعضاء مفرد اعضا سے مرکب ہیں۔ یعنی وہ تمام اعصاب و غدد اور عضلات سے مرکب ہیں اور یہ مفرد اعضاء سب کے سب مختلف اقسام کی بافتوں (ٹشوز) اور کیسوں (سیلز) سے ترتیب پاکر ترکیب پاتے ہیں۔ اور ہر مفرد عضو کے افعال دوسرے عضو سے اسی طرح مختلف ہیں جس طرح ان کے کیسے الگ الگ ہیں۔ ایک وقت میں ان میں سے کسی ایک میں تحریک یا سوزش ہوتی ہے۔ سب میں بیک وقت نہ تحریک ہوتی ہے اور نہ سوزش۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان سب کے افعال میں افراط و تفریط یا ضعف بیک وقت ایک ہی جیسا نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر معدہ کے عضلات میں سوزش ہوگی تو معدہ کے اعصاب و غدد میں اس وقت سوزش نہیں ہوگی۔ لیکن فرنگی طب معدہ اور دیگر مرکب اعضاء میں سے کسی ایک میں اگر سوزش تسلیم کرے گی تو اس کے تمام مفرد اعضا میں بیک وقت تسلیم کرے گی۔ جو قطعاً" ناممکن ہے جس کے ثبوت میں ہم ان کے غلط تجربات کی تفصیل بیان کریں گے۔ جو انہوں نے مینڈکوں پر کئے ہیں اور غلط نتائج حاصل کئے ہیں۔ ایسی صورت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کا تعین امراض صحیح ہے نہ سوزش وغیرہ کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے یا نہ ان کے تجربات درست ہیں نہ انکی تحقیقات فطرت کے مطابق اور علمی (سائنٹیفک) ہیں۔

فرنگی طب کے غلط تجربات فرنگی طب میں سوزش کی ماہیت (پیتھالوجی) بیان کرنے میں بالکل اندھے پن سے کام لیا جاتا ہے۔ وہاں نسی تبدیلیوں، کیمیاوی اثرات اور اعضاء کے افعال کو ان کی اپنی حیثیت سے جدا جدا کر کے بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ چاہیے تو یہ تھا کہ کیسہ سے شروع کیا جاتا کہ وہ بذات خود ایک حیوانی ذرہ ہے۔ اس

میں احساس ہے۔ غذائی نظام ہے اور قوت و ضعف کے اثرات کے ساتھ ساتھ زندگی اور موت کی صورتیں بھی نظر آتی ہیں۔ اس کی زندگی اور افعال کو اول اس کی ذاتی نسی بافت اور پھر اسی بافت سے بنے ہوئے مفرد عضو کو سامنے رکھا جاتا اور پھر کیسہ سے لے کر مفرد عضو تک کی تبدیلیوں کی مناسبت اور فرق کو بیان کیا جاتا۔ پھر جو امراض یا علامات کی صورتیں پیدا ہوتیں ان کو بیان کیا جاتا۔ مگر فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس کا پورا علم ان باتوں سے خالی ہے جس کے ثبوت میں ہم ان کی کتب پیش کر سکتے ہیں۔

سوزش سے فرنگی طب، کے غلط تجربات فرنگی طب میں سوزش کو سمجھنے کے لئے زیادہ سے زیادہ خوردبین کے نیچے کسی سوزش ناک مقام کو رکھا جاتا ہے اور اس میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کو نوٹ کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے زیادہ مینڈک سے کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً مینڈک کے پنجے کو پھیلا کر اس پر کوئی بیرونی محرک لگا کر اول سوزش پیدا کرتے ہیں۔ پھر ان تبدیلیوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن تبدیلیوں کا پورا علم اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ پہلے بغیر سوزش کے تندرست مقام کا بھی مطالعہ کیا جائے۔ غرض اس کی تبدیلیوں میں خون کی کمی بیشی، رفتار میں تیزی اور سستی، سرخ اور سفید دانوں کا خون کی رو میں بہنا اور الگ ہونا۔ خون کی نالیوں کا سکڑنا اور پھیلنا۔ کیسہ اور نسیج کی اندرونی اور بیرونی تبدیلیاں۔ وہاں پر لمف اور رطوبات کا گرنا۔ اس میں انقباض اور انبساط کا پیدا ہونا۔ ان کا بڑھنا اور زندگی کے اثرات کا قائم رہنا یا مردہ ہو جانا۔ غرضیکہ تجربات میں اس قسم کے نتائج حاصل کئے جاتے ہیں۔ مگر یہ طریق کار غلط ہے کیونکہ اس صورت میں اول ٹشوز کا تعین نہیں کیا جاتا کہ ایک تجربہ کرنے والا کس قسم کی بافت (ٹشو) پر تجربات کر رہا ہے۔ وہ بافت عصبی ہے یا عضلاتی یا کوئی اور ہے اور ہر ایک کا باہمی فرق کیا ہے۔

دوسرے خون کی نالیوں کے پرت بھی مختلف پرتوں سے تیار ہوتے ہیں۔ ان کا انقباض انبساط کس بافت سے متعلق ہے اور خون کی رفتار پر تیزی و سستی کا اثر کس بافت کے انقباض اور انبساط سے پڑتا ہے۔

تیسرے یہ کہ تجربات سے جو نتائج حاصل کئے گئے ہیں وہ محرک تیزابی اثر رکھتے

ہیں یا کھاری اور نمکین اثرات کے حامل ہیں۔ ہر ایک کے تجربات دوسرے سے جدا ہوں گے یہ اور اسی قسم کے اور کئی حقائق ہیں جن کا نہ فرنگی طب کو علم ہے اور نہ کسی قسم کی کتب اور تجربات میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اور ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے تجربات غلط اصولوں پر مبنی ہیں اور ان کے نتائج بھی صحیح نہیں ہیں۔ طرہ یہ کہ اگر ہم کسی قسم کے جراثیم کو بھی سوزش کا محرک تسلیم کرلیں تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نمونیا (ذات الریہ) پلورسی (ذات الجنب) اور ٹی بی (سل ودق) کے جراثیم اپنے اندر مختلف نوعیت رکھتے ہیں۔ یا ان کے زہر بالکل مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ پھر ہر قسم کی سوزش کے ایک ہی جیسے نتائج کیسے ہو سکتے ہیں۔

ہماری مشکلات ہماری مشکلات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم کو بیک وقت دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ یعنی اول دول ادا کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرف اپنی تحقیقات کو پیش کرنا' اور دوسری طرف فرنگی طب کی غلطیوں اور خرابیوں کو راستہ میں سے دور کرنا تاکہ جہاں پر اہل علم اور صاحب فن ہماری تحقیقات سے مستفید ہوں وہاں پر وہ فرنگی طب کی غیر علمی معلومات سے آگاہ ہوتے رہیں تاکہ صحیح علم و فن حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ فرنگی طب کی وجہ سے ان کے اندر جو احساس کمتری پیدا ہوگیا ہے وہ بھی دور ہوتا رہے۔

ان دو گونا مشکلات کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہمارے حکماء اور اطبا کا اکثر طبقہ علمی تحقیقات سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اس کو نہ فن عزیز ہے اور نہ ملک اور قوم کی بہتری کا جذبہ ہے۔ خودی خودداری اور خود اعتمادی کے اسرار و رموز سے بہت دور ہے۔ وہ پیٹ کا بندہ ہے۔ جائزہ و ناجائز دولت چاہتا ہے چاہے وہ نقلی ادویات کو فروخت کر کے ملے چاہے وہ فرنگی ادویات فروخت کرنے سے حاصل ہو۔ اکثر صرف اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ کیوں ان کے غلط طریق کار سے ان کو روکا جاتا ہے جس سے انہوں نے بڑی بڑی دولت کمائی ہے اور لکھو کھا روپیہ جمع کرلیا ہے لیکن ہمیں کسی دولت مند اور دشمن فن کی پرواہ نہیں ہے۔ ہم نے صرف اپنا کام جاری رکھا ہے بلکہ ہم ایسے غلط قسم کے بے غیرت و زر پرست لوگوں کو چیلنج کرتے رہیں گے۔ اور ان کو ننگا کر کے طبی دنیا میں پیش کرتے رہیں گے۔ تاکہ

دوسروں کے لئے عبرت ہو۔

سوزش کی حقیقت جسم کے کسی مقام پر سوزش ہمیشہ تحریک یا جل جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی یہ تحریک اور جلنا خفیف ہوتا ہے اور کبھی شدید ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم تحریک کا رگی بھی جسم کے اس حصہ کو جلاتا ہے کیونکہ تحریک کا دوسرا نام رگڑ ہے اور رگڑ سے حرارت پیدا ہوتا ہے جس سے نمی پیدا ہوتی ہے اور جب جسم کی برداشت سے زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کو جلا دیتی ہے بس اس طرح سوزش پیدا ہو جاتی ہے گویا سوزش حرارت سے جلنے کا نام ہے۔

سوزش سے کیمیاوی تبدیلیاں جس مقام پر سوزش پیدا ہوتی ہے' وہاں پر جلنے سے آکسیجن بھڑک اٹھتی ہے اور کاربن ڈائی اوکسائڈ گیس پیدا ہوتی ہے۔ اگر سوزش خفیف ہوتی ہے تو اس کا اثر اعصاب تک رہتا ہے۔ کیونکہ جسم کی سطح پر اندر باہر اول اعصاب استر کے ہوتے ہیں۔ اس کا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ وہاں رطوبت کا ترشح شروع ہوجاتا ہے جس کو لمست کہتے ہیں۔ یہ رطوبات متعلقہ غشائے مخاطی سے ترشح پاتی ہیں جس کے ساتھ ساتھ خون کا دباؤ اس طرف بڑھ جاتا ہے اور ترشح میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وقت سوزش کو ختم کر دیتا ہے جس کے ساتھ ہی ترشح بھی رک جاتا ہے۔ یہ صورت اس وقت عمل میں آتی ہے جب سوزش کے ساتھ جلد بھی زخمی ہو کر کھل جائے لیکن اگر سوزش میں وہی رطوبت جمع ہو کر سوزش کو رفع کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے اور جب تک سوزش ختم نہ ہو چھالے اور دانے قائم رہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات خون میں ایسے سوزشی مادے جن سے اعصاب میں مسلسل یا مستقل طور پر چھالے اور دانے نکلتے رہتے ہیں۔ یہ چھالے اور دانے اکثر سفیدی مائل ہوتے ہیں کبھی ان میں ہلکی زردی بھی پائی جاتی ہے اور بعض اوقات سرخی کی زیادتی ہوتی ہے کیمیاوی طور پر اس رطوبت میں کھاری پن ہوتا ہے۔ اندرونی طور پر جو مادہ یہ سوزش پیدا کرتا ہے وہ آتشی مادہ ہوتا ہے چاہے وہ شدید ہو یا خفیف۔

اگر سوزش درمیانے درجہ کی ہو تو رطوبت کے ساتھ ملا ہوا خون بھی آجاتا ہے اس سوزش کا اثر غشائے مخاطی اور غدود تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ اعصاب کے بعد جسم میں غدی اور غشائی نسیج ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق جگر اور گردوں سے ہوتا ہے۔ چونکہ اس صورت میں غدود اور غشاء زخمی اور سوزش ناک ہوجاتی ہے اس لئے رطوبات کا ترشح پوری طرح قائم نہیں رہتا اور اس میں خون بھی شریک ہوجاتا ہے اور جب تک سوزش قائم رہتی ہے خون کا دباؤ بڑھتا جاتا ہے۔ لیکن اکثر رطوبت ملا خون (کچ لسی) خراج پاتا ہے۔ جب سوزش ختم ہو جاتی ہے تو رفتہ رفتہ پہلے خون اور پھر رطوبت کا ترشح بند ہوجاتا ہے۔

جب جلد زخمی نہ ہو تو جلد کے نیچے سرخی مائل رطوبت اکٹھی ہو جاتی ہے جو بہت جلدی زردی مائل ہو جاتی ہے اور دانے کی بجائے پھوڑے کی صورت نظر آتی ہیں اور جب خون میں ایسے سوزشی مادے ہوں جن سے جسم میں ایسی صورت پیدا ہوجائے تو یہ پھوڑے مسلسل اور مستقل طور پر قائم ہوجاتے ہیں۔ اس مادے میں سوزاکی مادے کے اثرات پائے جاتے ہیں جس کو آپ سودا کہہ سکتے ہیں۔ سوزاکی مادہ اور سوزاک میں صرف یہ فرق ہے کہ سوزاکی کی مادہ کے اثرات تمام جسم میں پائے جاتے ہیں اور سوزاک کا اثر صرف پیشاب کی نالی میں پایا جاتا ہے۔ یہ مادہ کیمیاوی طور پر اپنے اندر صفراوی کیفیات اور مزاج رکھتا ہے اس میں تیزابی کیفیات اکثر نہیں پائی جاتیں اور اگر کبھی پائی بھی جائیں تو بہت قلیل مقدار میں ہوتی ہیں۔ مادہ کے شدید اور خفیف ہونے سے ان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

اگر سوزش شدید ہو تو اس کا اثر عضلات تک پہنچ جاتا ہے کیونکہ اعصاب اور غشا یا غدود کے بعد عضلات کا مقام ہے اس کے رد عمل میں رطوبت کی بجائے خالص خون کا اخراج شروع ہو جاتا ہے۔ رطوبت اس لئے نہیں آتی کہ اس کا نظام باطل ہو چکا ہوتا ہے چونکہ سوزش عضلات میں ہوتی ہے جس سے دل کے فعل میں تیزی ہوتی ہے اس لئے خون کا دباؤ بے حد شدید ہو جاتا ہے۔ یہاں پر نکتہ قابل غور ہے کہ جس مقام سے رطوبت کا اخراج ہو رہا ہو تو وہاں پر خون کا اخراج بند ہوجاتا ہے۔ یہی ان دونوں کی زیادتی کا یقینی علاج بھی ہے۔ اسی نظریہ کے تحت فصد اور سینگی کے

اعمال کو بھی سمجھ لیں۔ یعنی جسم میں کسی مقام پر اگر رطوبات یا بلغم کا اجتماع ہو تو وہ فصد کرنا اور سینگی کھچوانا افضل ہے۔

اگر عضلاتی سوزش کے بعد جلد زخمی نہ ہو تو خون کے نیچے اکٹھا ہوکر پھوڑا بن جاتا ہے یا خون میں ایسے شدید مادے ہوں جو عضلات میں اندرونی طور پر سوزش پیدا کریں تو بڑے بڑے پھوڑے (گرم) پیدا ہو جاتے ہیں اور جب تک سوزش عضلات ختم نہ ہو تو یہ سلسلہ بدستور جاری رہتا ہے۔ ان پھوڑوں میں سرخی اور جلن زیادہ ہوتی ہے۔ البتہ جب ان میں پیپ پڑ جاتی ہے تو جلن اور سرخی کم ہوجاتی ہے۔ کیمیاوی طور پر ان پھوڑوں میں تیزابیت پائی جاتی ہے۔ ایسا مادہ جو عضلات میں سوزش پیدا کرے یہ بواسیر مادہ ہوتا ہے۔ جس کو سائیکوسس کہتے ہیں۔ سائیکوسس مادہ میں اور بواسیر میں صرف مقام کا فرق ہے۔ البتہ بواسیر کے مریض کے خون میں رفتہ رفتہ یہ مادہ اکٹھا ہو جاتا ہے یا بواسیر مادے والے انسان کو بھی بواسیر ہو جاتی ہے۔

بواسیری مادے میں اگر حرارت کی کمی واقع ہوجائے تو یہی دقی مادہ بن جاتا ہے۔ ان کی مثال تیزاب گندھک اور تیزاب سرکہ کے فرق سے ہو سکتی ہے۔ دونوں تیزاب ہیں۔ لیکن تیزاب گندھک میں جو ترشی کے ساتھ حرارت کا بھی اثر ہے۔ اہل علم حضرات اور صاحبان فن ان حقائق پر غور کر کے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

سوزش کے مشینی اثرات' جس مقام پر سوزش پیدا ہو جاتی ہے وہاں پر چونکہ دخانی (کاربانک ایسڈ) مادہ کی زیادتی بڑھ جاتی ہے اس لئے وہاں پر تکیز پیدا ہوجاتا ہے۔ اس تکیز کے ساتھ ہی اس عضو کے فعل میں تیزی آ جاتی ہے اور وہاں پر بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے جس کی زیادتی سے اعصاب پر دباؤ پڑ کر درد شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ تکیز کی وجہ سے اس عضو میں خون پورے طور پر دورہ نہیں کرپاتا یا وہاں کی شرائیں اور آوردہ بھی سکڑ جاتی ہیں اس لئے وہاں اجتماع خون شروع ہوجاتا ہے اس لئے وہاں پر سرخی اور ابھار (سوجن) پیدا ہوجاتے ہیں۔ لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب اعصابی سوزش ہو تو سرخی ہوتی ہے اور نہ سوجن ہوتی ہے اور جب غدی سوزش ہوتی ہے تو اس وقت سوجن تو ہوتی ہے مگر خون نہیں ہوتی بلکہ

رطوبت کی سوجن ہوتی ہے جس میں سرخی نہیں ہوتی۔

یہ ہے سوزش کی مختصر حقیقت۔ اہل علم اور صاحب فن اس کی تفسیر سمجھ کر بے حد فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس اس علم سے ناواقف ہے اس لئے اس کا علم ناکمل اور غلط ہے۔ اگر ان میں جرات ہے تو وہ ہمارے اس علم کو اپنی ناکمل سائنس اور علم سے نکال کر دکھائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب وقت بھی قریب آرہا ہے کہ فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس کو غلط اور غیر یقینی قرار دے دیا جائے۔ ہم روز بروز ایسی علمی اور تحقیقی معلومات پیش کریں گے کہ ان کی حقیقت کے سامنے ان کا ٹھہرنا بے حد مشکل ہو جائے گا۔

سوزش کا اثر سوزش کی ماہیت' سوزش کی تعریف و حقیقت عملی و کیمیاوی تبدیلیاں ذہن نشین کر لینے کے بعد اس امر کو بھی سمجھ لیں کہ جسم میں کسی عضو کی زندہ ساخت پر مہیج اور خراش کنندہ سے جو بے چینی یا جلن پیدا ہوتی ہے اس کے خلاف قوت مدافعت (ایمونٹی) یا قوت مدبرہ بدن (وائٹل فورس) کی ایک مدافعانہ خودکار (سٹونک) اور منظم (آرگنائزڈ) تدبیر ہے تاکہ اس کے مضر اثرات کو روکنے کی کوشش کی جائے اور وہ پھیلنے نہ پائے تاکہ باقی جسم محفوظ رہے۔

سمجھنے کی خاص بات تو یہ ہے کہ عضو کے خاص خلیات یا انسجہ میں انقباض اور سکیڑ پیدا ہوتا ہے اور وہاں کے خلیات یا اس عضو کے افعال میں تیزی واقع ہوتی ہے۔ اس عضو یا انسجہ پر پڑی ہوئی رطوبت خشک ہو چکی ہوتی ہے۔ اور قوت مدافعت اس کو پیدا کرنا یا اس مقام پر رطوبت طلبہ یا بلغم کو گرانا چاہتی ہے۔ طبیعت مدبرہ بدن اس کی ضرورت کے تحت دوران خون کو تیز کرتی ہے۔ لیکن سکیڑ و انقباض کی وجہ سے رطوبت ترشح کم ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ لیکن سوزش کی بے چینی اور تکلیف کے مطابق وہاں خون اکٹھا ہوتا رہتا ہے۔

سوزش سے سکیڑ اور اجتماع خون کیونکر ہوتا ہے یہ قانون فطرت ہے کہ زندگی اور سوالید ثلاثہ میں تحلیل صرف حرارت سے ہو سکتی ہے جہاں کہیں سوزش یا رکاوٹ پیدا ہوتی ہے تو حرارت کی کمی اور سردی کی زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ظاہر

میں سردی کے اثرات نہ بھی ہوں تاہم اس مقام کی مناسب حرارت میں اس قدر کمی واقع ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے ضروری افعال انجام نہیں دے سکتی۔ اس لئے اس مقام کے مناسب اور ضروری حرارت میں جو کمی واقع ہو گی وہاں پر سردی کے اثر و دخل کا نتیجہ ہو گی۔

یہ سکیڑ ایک طرف سردی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف قانون فطرت کے اس عمل کو پورا کرتا ہے کہ وہاں پر حرارت کی کمی کو پورا کیا جائے۔ یعنی خون کی جو تیزی اس طرف بڑھ جاتی ہے۔ قوت مدافعت اس کو روک کر اس مقام کو گرم کر کے اس سے تحلیل کا کام لینا چاہتی ہے۔ جب حرارت پورے انداز پر آ جاتی ہے تو رکاوٹ اور مواد تحلیل ہو جاتا ہے اور سوزش ختم ہو جاتی ہے۔

ایک بہت بڑی غلط فہمی جس مقام پر سوزش کی زیادتی سے بے چینی اور جلن ہو رہی ہو تو عام طور پر اس کو گرم مرض سمجھ لیا جاتا ہے کیونکہ وہاں پر خون کی زیادتی ہوتی ہے جس سے وہاں پر گرمی کا بڑھ جانا لازمی ہے لیکن اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ گرمی اجتماع خون کی وجہ سے ہے جس کی وجہ وہاں پر سکیڑ ہے۔ قانون فطرت ہے کہ سکیڑ ہمیشہ سردی سے ہوتا ہے جب حرارت اپنے پورے انداز پر آ جائے گی تو سوزش رفع ہو جائے گی اور اجتماع خون تحلیل ہو جائے گا۔

علاج کی صورت میں بجائے اس کے کہ وہاں پر حرارت بڑھائی جائے۔ وہاں پر علاج سے سردی پہنچائی جاتی ہے۔ فرنگی ڈاکٹر فوراً ٹھنڈے کمروں میں پنکھے کے نیچے مریض کو لٹا دیتے ہیں۔ بخار ہو تو سر برف کی پٹی یا تھیلی رکھتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ اول تو مریض ہی ختم ہو جاتا ہے یا فالج سے اس کا کوئی عضو مارا جاتا ہے۔ فرنگی ڈاکٹر اس امر کی قطعاً" تشخیص نہیں کر سکتا کہ فلاں مرض سردی کا ہے یا گرمی کی زیادتی کا ہے جس کسی بھی مرض میں بخار ہو وہ فوراً سر کو ٹھنڈا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں اور مریض کی قوت مدافعت اور قوت مدبرہ بدن کو کمزور کر کے مریض کا نقصان کر دیتے ہیں۔

اگر بخار کی تیزی میں سر پر ٹھنڈی پٹی یا تھیلی رکھنی ضروری ہے تو نمونیا اور

پلوری میں کیوں نہیں رکھی جاتی۔ نمونیا کو سردی کا بخار تسلیم کریں لیکن پلوریسی تو ظاہرہ جسم میں گرمی کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بخار میں سر کو ٹھنڈا رکھنے سے کیوں گھبراتے ہیں۔ اس میں دل و دماغ اور جگر اس قدر متاثر ہوتے ہیں کہ ایسا کرنے سے مریض فوراً مرجاتا ہے۔ اس طرح کی غلطیاں وہ کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کی ہزاروں غلطیاں پیش کریں گے۔

علاج کا سب سے بڑا راز سوزش کی ماہیت کا سمجھ لینا علاج کا سب سے بڑا راز ہے کیونکہ اس سے بڑے بڑے امراض میں غلط فہمیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً جگر کی سوزش سے یرقان پیدا ہوجاتا ہے۔ جاہل اس کو گرمی کا مرض خیال کرکے ٹھنڈی ادویات کا استعمال کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ استسقا اور سوئے قنیہ ہوکر مریض مرجاتا ہے۔ یہی غلطی دق وسل (ٹی۔ بی) کے علاج میں بھی کی جاتی ہے کہ اس کو گرم مرض خیال کرتے ہوئے ٹھنڈے شربت اور عرق استعمال کرائے جاتے ہیں اور مریض رفتہ رفتہ موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

شدید پیاس ہمیشہ سوزش سے لگتی ہے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ پیاس گرمی کی شدت سے لگتی ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ گرمی سے جو پیاس لگتی ہے وہ پانی کی کمی کا احساس ہے جو پسینہ کی زیادتی سے کم ہو جاتا ہے۔ جب تازہ پانی پیا جاتا ہے تو پیاس بجھ جاتی ہے۔ لیکن شدید پیاس تازہ پانی تو کیا ٹھنڈے پانی اور شربت وغیرہ سے بھی نہیں بجھتی۔ ایسی پیاس سوزش سے لگتی ہے اور سوزش سردی سے پیدا ہوتی ہے۔ گویا شدید پیاس گرمی سے نہیں سردی سے لگتی ہے اس لئے اس کے لئے گرم پانی قہوہ اور چائے وغیرہ ہی مفید ہو سکتے ہیں۔

ہیضہ اور نمونیا میں بے حد شدید پیاس ہوتی ہے۔ مریض کہتا ہے کہ اس کے منہ کے ساتھ یخ پانی لگا دیا جائے۔ لیکن صاحب فن معالج جانتا ہے کہ ایسا کرنا موت کو دعوت دینا ہے۔ وہ گرم پانی اور قہوہ دیتا ہے۔ فرنگی ڈاکٹر تو نمونیا میں رم شراب تک دے دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کا استعمال بھی اصولاً غلط ہے۔ تاہم ٹھنڈے پانی کا استعمال انتہائی مضر ہے۔

سوزشی بخار سوزشی بخار میں حرارت مسلسل رہتی ہے اور وہ اس امر کی علامت ہے کہ مقام سوزش پر جو حرارت اکٹھی ہو رہی ہے طبیعت مدبرہ بدن اس کو جسم میں پھیلا رہی ہے۔ باوجود درجہ حرارت زیادہ ہونے کے سوزش قائم ہے اس لئے ایسے بخاروں میں زیادتی حرارت سے سوزش کو ختم کرنا چاہئے۔ ٹھنڈی ادویات فیور مکسچر اسپرین سے درجہ حرارت کو کم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ مریض کے ختم ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

گرمی سے کوئی بخار نہیں ہوتا جاننا چاہئے کہ خالص گرمی سے کوئی بخار نہیں ہوتا گرمی کی زیادتی سے جب فوراً پسینہ آجاتا ہے تو بخار کیسے رہ سکتا ہے۔ صفراوی بخار خالص گرمی کا بخار نہیں ہے۔ اس میں صفرا کا اخراج رک جاتا ہے۔ اس میں ٹھنڈی ادویات سے آرام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اعضا کو مدنظر رکھ کر علاج کرنا چاہئے۔

سوزشی درد سوزشی دردوں میں ٹھنڈی اور نشی ادویات مثلاً افیون' بھنگ اور دھتورہ وغیرہ کبھی مفید نہیں ہوتیں۔ البتہ عارضی فائدہ ہو جاتا ہے یعنی اعصاب سن ہو جاتے ہیں لیکن پھر شدید قسم کا حملہ ہوتا ہے۔ ان کا علاج بھی سوزش رفع کرنا ہے اس کے لئے ہمیشہ گرم ادویات استعمال کرنا پڑتی ہیں۔

سوزش کے فوائد سوزش کے بڑے فوائد اعضا میں تیزی سے قوت پیدا کرنا اور اس مقام پر اجتماع خون سے حرارت پیدا کی جائے تاکہ فوراً تحلیل واقع ہوکر رکاوٹ دور ہو جائے۔ جو لوگ فطرت کے اس قانون کو نہیں سمجھتے ہر گرم مقام پر سرد ادویات استعمال کرتے ہیں۔ یا شدید پیاس کو بھی گرمی کی علامت خیال کرتے ہیں یا سوزشی بخاروں اور اور سوزشی دردوں میں ٹھنڈی ادویات یا منشیات یا عارض رفع درد ادویات مثلاً سیریڈین وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ وہ مریض پر ظلم کرتے ہیں۔ ایسے ظلم فرنگی طب (ڈاکٹری) میں روز ہو رہے۔ جن کو بہت آسانی سے ہسپتالوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

سوزش کی ماہیت میں فرنگی طب کی غلطیاں اس امر کو مدنظر رکھیں کہ مقام

سوزش میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کا مطالعہ فرنگی طب نے خوردبینی مشاہدات اور تجربات سے کیا ہے۔ مگر پھر بھی ایسی ایسی غلطیاں کی ہیں کہ پڑھ کر شرم آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مفرد اعضاء کے افعال اور ان کے تعلق اور خاص طور پر خلیات اور انسجہ کے افعال اور تعلقات سے پورے طور پر آگاہ نہیں ہیں۔ ان اغلاط کو ذہن نشین کرنا بے حد ضروری ہے۔

۱۔ سوزش جس مقام پر تیج اثر انداز ہوتا ہے اس مقام کے انسجہ میں انقباض (سکیڑ) پیدا ہو جاتا ہے اور یہ انقباض عروق شعریہ اور عروق دمویہ دقیقہ میں تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے اور پھر تیج کے سوزی اور سمی اثرات سے فالج ہو کر انبساط ہو جاتا ہے۔ وہ پھیل جاتی ہیں جس سے مقام ماؤف پر خون کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور ایک قسم کا احتقان و سوزی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد بہت جلد وہاں کا دوران خون سست ہو جاتا ہے اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۔ حیرت کا مقام ہے کہ یہ انقباض تھوڑی دیر کے بعد انبساط میں کیسے تبدیل ہو جاتا ہے جب کہ ان عروق میں فالج کی صورت بھی پیدا ہو گئی ہو۔ فالج کے متعلق یہ ذہن نشین کرلیں کہ جس مقام پر ہو گا وہاں کے احساس و افعال دونوں یا کسی ایک میں نقصان ہو گا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہاں پر انقباض کے فوراً بعد انبساط واقع ہو جائے۔ اگر انبساط ہو جائے گا تو نہ صرف دوران خون کا اجتماع رفع ہو کر دوران خون درست ہو جائے گا بلکہ سوزش بھی رفع ہو جائے گی۔ دوسرے ایک طرف سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ انبساط کے ساتھ ہی وہ عروق میں پھیلی جاتی ہیں اور دوسری طرف یہ مانا جاتا ہے کہ وہاں پر خون کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے یہ انقباض خلیات اور انسجہ میں پیدا ہوتا ہے نہ کہ عروق میں البتہ جس قسم کے انسجہ میں انقباض پیدا ہوتا ہے اسی قسم کے انسجہ جو عروق میں ہیں وہ متاثر ہوتے ہیں۔ کبھی انسجہ عصبی، کبھی انسجہ عضلاتی اور کبھی انسجہ قشری وغیرہ سکڑتے ہیں کیونکہ ایک وقت میں ایک ہی قسم کے خلیات تیج سوزش ناک ہوتے ہیں۔ بیک وقت تمام پر ایک ہی قسم کی سوزش کا اثر نہیں ہوتا۔

تیسرے دوران خون کے سست ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر سوزش

انسجہ عضلاتی اور انسجہ قشری میں ہو تو خون کے دباؤ میں تیزی رہتی ہے اور دوران خون کے سست ہونے کا کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر سوزش انسجہ اعصابی میں ہو تو خون کا دباؤ ٹوٹ جاتا ہے اور دوران خون سست ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی اعصاب کی طرف تیزی رہتی ہے اور رطوبات (لمف) کی زیادتی ہو جاتی ہے۔

فرنگی طب سوزش خصوصاً ورم میں بہت بڑی غلطی یہ کرتی ہے کہ وہ تمام اقسام کے انسجہ کو بیک وقت بیمار یا سوزش ناک سمجھ لیتی ہے اور عروق دمویہ کے افعال کو بھی اس میں شریک کر دیتی ہے لیکن حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ سوزش ہمیشہ کسی ایک تیج میں شروع ہوتی ہے اور موت تک اسی ایک ہی قسم کے تیج میں رہتی ہے۔ البتہ دیگر صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جس کا نتیجہ فالج ہوتا ہے۔ تسکین، تحذیر اور تحلیل کی حالتیں سوزش سے جدا ہیں۔ اس لئے ہر سوزش و ورم تمام اقسام کے انسجہ اور عروق دمویہ کو ایک ہی حالت میں سمجھنا نہ صرف فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی جہالت ہے بلکہ خوردبین ہونے کے باوجود ان کا اندھا پن ہے۔

سوزش کے متعلق ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ خلیات و انسجہ اعضائے عروق دمویہ سے بالکل جدا ہیں۔ اگرچہ یہ انسجہ عروق دمویہ کی بناوٹ میں شریک ہیں۔ جب دوران خون عروق دمویہ سے عروق شعریہ (شعریہ ال سے باریک عروق) میں پہنچتا ہے۔ تو وہاں سے شبنم کی طرح رطوبت خلیہ (لمف) کی صورت میں اعضا پر گرتا ہے جس سے خلیات و انسجہ کی غذا بنتا ہے اور جو کچھ وہاں پر بچتا ہے وہ خود جاذبہ سے جذب ہو کر عروق جاذبہ میں واپس چلا جاتا ہے۔ اس رطوبت کا گرنا بھی سوزش خصوصاً دردوں کے لئے مفید ہے کیونکہ رطوبت خلیہ بھی خون کا ایک حصہ ہے جس میں سرخی کم مائیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر سوزش زیادہ ہو تو اس مقام پر خون کی مقدار زیادہ پہنچتی ہے۔ لیکن اخراج میں چونکہ کمی ہوتی ہے اس لئے اجتماع خون ہو جاتا ہے جو رفتہ رفتہ ورم کی صورت اختیار کرلیتا ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ جب سوزش انسجہ اعصابی میں ہو گی تو ورم کی صورت تموج کی ہو گی۔ یعنی ورم میں رطوبات کی زیادتی ہو گی جیسے شہد کی مکھی اور بریئے کے کاٹنے سے جسم سوج جاتا ہے یا جسم پر چھالے پڑ جانے کی صورت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر سوزش انسجہ ہو گی تو ورم کے ساتھ خون کا بہاؤ

زیادہ رہتا ہے۔ رطوبت کا اخراج بالکل بند رہے گا اور جب انسجہ عضلاتی میں سوزش ہوگی تو ورم دموی کے ساتھ ساتھ کم و بیش رطوبت بھی جاری رہے گی۔ علاج میں ہم کو ہر قسم کے نسیج کی صورت کا خیال کرنا لازمی ہے فرنگی طب کی جہالت اور اس کی اندھی سائنس کی کورانہ تقلید نہیں کرنی چاہئے۔ کیا کوئی فرنگی ڈاکٹر یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہ علم ان کے پاس ہے یا وہ اس قسم کی غلطیاں نہیں کرتے ہیں۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ عروق دمویہ بھی انہیں انسجہ سے مرکب ہیں جن سے تمام جسم مرکب ہے اس لئے ان ہی انسجہ کی تحریکات سے عروق دمویہ کے انسجہ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ لیکن تمام اقسام کے انسجہ بیک وقت متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ نسیج جسم کا سوزش ناک ہوگا۔ اسی کی مناسبت سے عروق دمویہ کا نسیج بھی متاثر ہوگا۔ لیکن فرنگی طب کی تحقیق یہ ہے کہ ہر سوزش اور ورم میں صرف عروق کا قشری نسیج (جس کو بطانہ یعنی عروق کے اندر استر کرنے والی جلد کہتے ہیں) متاثر ہوتا ہے۔ یہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی غلط فہمی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ جراحی میں صحیح انسجہ کی خرابی کو تلاش کرنے کی بجائے مریض حصہ کاٹ کر پھینک دیتے ہیں۔ جیسے زائدہ امور میں اکثر ان کا معمول ہے۔ اس طرح روزانہ ایک بہت بڑی بڑی غلطی گلے پڑ جانے کے آپریشن میں کرتے ہیں۔ یعنی گلے پڑ جانے میں وہاں کے نسیج عضلاتی سوزش ناک ہوتے ہیں اور وہاں کے غدد نکال کر باہر کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غدد نکال دینے کے بعد بھی وہاں پر سوزش قائم رہتی ہے اور نزلہ دائمی ہو جاتا ہے کیونکہ جس رطوبت نے ان غدد میں اکٹھا ہونا تھا وہاں سے خارج کر دی گئی ہیں اور سوزش باقی ہے۔ مرض ایک دوسری خوفناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ایسے اپریشنوں کا انجام اکثر ٹی بی اور سعال مزمن ہو جاتی ہے۔

فرنگی طب کی ایک بہت بڑی غلطی یہ ہے کہ جسم میں جہاں پر بھی کہیں غدد پھول جاتے ہیں وہ ان کو اورام دموی میں شمار کرتے ہیں جن میں کبد و طحال اور بلبہ بھی شریک ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اورام نہیں ہیں بلکہ رخوت ہیں۔

ہمیشہ یاد رکھیں رخوت میں رطوبات کا اجتماع ہوتا ہے خون کا اجتماع نہیں ہوتا۔ اس طرح قلب کے پھول جانے اور اور پھیل جانے میں بھی رطوبات کی زیادتی ہوتی

ہے۔ ان تمام صورتوں کا علاج اورام کی صورت میں کرنا سخت خطرناک ہے اس امر کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ سوزش اور ورم میں انقباض پیدا ہوتا ہے اور رخوت میں انبساط ہوتا ہے فرنگی طب اور ماڈرن سائنس نے اس طرح کی بے شمار غلطیاں کی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ سب پیش کر دی جائیں گی۔

سوزش کے اسباب سوزش کے اسباب کے تین قسم کے پائے جاتے ہیں۔

۱۔ کیفیاتی اور نفسیاتی۔ جیسے گرمی سردی و خشکی تری کی کمی و زیادتی۔ اس میں بجلی ایکس ریز اور ریڈیم بھی شریک کر لیں۔ نفسیاتی اثرات میں غم و غصہ اور خوف میں افراط و تفریط۔ جن کی تفصیل مبادیات طب میں ملاحظہ کریں۔

۲۔ مادی و سمی جیسے جسم میں کسی جگہ خراب مادہ کا رکنا۔ یا زہریلی اشیا کا اثر انداز ہونا۔ مثلاً جراثیم تیزابات جن میں سم الفار۔ اسنہ کاربالک وغیرہ تیز قسم کی کھاریں۔ مثلاً جیسے سہاگہ وغیرہ۔

۳۔ شرکی و کیمیاوی جیسے ضربہ و سقطہ اور شدید دباؤ وغیرہ یا خون میں رفتہ رفتہ کسی زہریا مادے کا اکٹھا ہو جانا وغیرہ۔

جہاں تک ان اسباب کا تعلق ہے یہ سب کے سب جب تک کسی عضو یا عضو کے خلیے پر اثر انداز نہ ہوں سوزش پیدا نہیں ہوتی۔ سوزش کی کمی بیشی نسیج و موثر کی سختی و شدت اور اعضا کے رد عمل پر منحصر ہے کیونکہ ہر عضو اور خلیے کا رد عمل اس میں قوت مدبرہ بدن کی بدوجہ مختلف طریق پر عمل کرتی ہے۔ مثلاً عضلاتی سوزش کا رد عمل شدید اور خطرناک ہوتا ہے اس لئے اس میں جلد موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ عضلات کا مرکز قلب ہے اور وہ ہلکی سوزش بھی مشکل سے برداشت کر سکتا ہے جیسے نمونیا میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اعصابی سوزش اگر شدید بھی ہو تو کم خطرناک ہوتی ہے۔ جیسے اکثر پرانے دردوں میں بلغمی امراض میں دیکھا گیا ہے۔ بہرحال غیر معمولی سوزش یہاں پر بھی اپنا کام کر جاتی ہے۔ جیسے ہیضہ و نزلہ زکام وبائی وغیرہ۔

فرنگی طب کی غلط فہمی فرنگی طب ان تمام اسباب کو تسلیم کرتی ہے مگر جب

علاج کی صورت سامنے آجاتی ہے تو جراثیمی نظریہ کو سامنے رکھ کر علاج کرتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کیمیاوی طور پر متضاد ہر (انٹی ڈوٹ) ادویات استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسے اسڈ کے مقابلے میں الکلی (کھار) اس کے برعکس استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اعضا کے افعال اور ان کی خرابیوں کو نظرانداز کر دیتے ہیں یہاں تک کہ خیات اور انجہ کے افعال کی طرف بھی نہیں رکھتے۔ ان کے سامنے گرمی و سردی اور تری و خشکی بلکہ بجلی و ریڈیم اور ایکس ریز کے اثرات کو بھی دافع جراثیم ادویات سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح ضربہ و سقطہ اور دباؤ کے علاج میں وقتی طور پر دافع مسکن اور مخدر ادویات کو بھی اہمیت نہیں دیتے۔ بس یہی کوشش کرتے ہیں کہ یہاں پر واضح تعفن ادویات لگا کر اس مقام کو جراثیم سے پاک کرلیں۔ پھر کھاری دافع تعفن لے کر تیزابی دافع تعفن تک کا تجربہ کر جاتے ہیں۔ ماشاء اللہ ان کو یہ حقیقی علم بھی نہیں ہوتا کہ دافع تعفن دوا میں کون سی کیمیاوی کیفیت پائی جاتی ہے۔ جہاں آیوڈین استعمال کرنی ہوتی ہے۔ وہاں پر کاربالک برت لیتے ہیں اور جہاں کریوزوٹ برتنا ہوتا ہے وہاں پر ایڈوفارم استعمال کر لیتے ہیں یا سیدھا ہی لائی سول یا فینائل استعمال کر لیتے ہیں۔

تقسیم اسباب سوزش فرنگی طب میں سوزش کے التہاب کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اول' اسباب سابقہ (پری اسپوزنگ کاز) اس کو متعدی بھی کہتے ہیں۔ (دوم) اسباب محرکہ (اکسائیٹنگ کاز) اس کو اسباب واصلہ بھی کہتے ہیں۔ اسباب سابقہ یا متعدی جن میں جسم کی قوت مدافعت یا عضو کی قوت حیوانیہ کم ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے بیرونی موذیات باسانی مضرت پہنچا سکتی ہیں۔ اسباب سابقہ یا متعدی کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

الف۔ مقامی اسباب سابقہ مثلاً (ا) دوران خون کی خرابی۔ دوران خون کا غیر معمولی طور پر تیز یا سست ہونا جیسا کہ عوارض عروق میں قلب الدم سے ہوتا ہے۔ یا دباؤ وغیرہ کے باعث متلائے دم سے واقع ہوتا ہے۔

۲۔ بعض مخصوص قسم کی ساختیں مثلاً غشاء مائیہ (سیرس ممبرین) غشاء نالیہ۔ (سائنو ویل ممبرین) اپنی مخصوص بناوٹ کے لحاظ سے بمقابلہ غشاء مخاطیہ (میوکس

ممبرین) قبول سوزش کی زیادہ استعداد رکھتی ہے۔ بشرطیکہ ان کا تعلق بیرونی ہوا سے قائم ہو۔ ان کے علاوہ جو عضو ایک مرتبہ سوزش میں مبتلا ہوجائے وہ شفا پا لینے کے بعد بھی دوسری مرتبہ سوزش میں مبتلا ہونے کی مخصوص اور زیادہ استعداد رکھتا ہے۔

ب۔ عمومی اسباب سابقہ یا متعدیہ مثلاً خون کی ترکیب کا بوجہ' بڑھاپا' فاسد و ناقص ہوجانا یا امراض و موذیات سمیہ کے باعث خرابی کا آجانا جس میں کثرت استعمال شراب یا پارہ و سیسہ اور فاسفورس کے استعمال سے فساد خون کا ہوجانا یا کیمیاوی فاسد مواد کا خون میں جذب ہونا جیسے ذیابیطس شکری (ڈایا بیٹز میلٹس انفرس (گاؤٹ) اور جع المفاصل (روماٹزم) وغیرہ میں ہوتا ہے یا خون کے فضلات کا طبعی طور پر خارج نہ ہونا جیسے کہ گردوں کے بعض امراض میں ہوتا ہے یا خون کے معمولی امراض میں تغیر واقع ہونا جیسے کہ گردوں کے بعض امراض میں ہوتا ہے یا خون کے معمولی امراض میں تغیر واقع ہوتا جیسے فقرالدم (انیمیا) سکروی اسیات براثیمی خنازیر اور آتشک وغیرہ۔

اسباب محرقہ یا واصلہ یہ وہ اسباب ہیں جن سے خراش ہوکر سوزش پیدا ہوتی ہے۔ پھر التہاب کے بعد ورم کی صورت بنتی ہے ان کو اسباب مہیجہ (اری ٹینٹ) ان کو مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ مہیجات آلیہ۔ جیسے ضرب زخم صدمہ رگڑ دباؤ کھچاؤ موچ اور گھونسہ وغیرہ۔

۲۔ مہیجات طبیعیہ۔ (الف) حرارت۔ احتراق (جلنا) پانی یا آگ کے اثرات (ب) یخ بستگی (ج) برقی تموجات۔ یہ یا تو طبعی برق و رعد کے اثر سے صدمہ پیدا کر دیں۔ یا غیر طبعی ہوں۔ جیسے شدید اور طاقت ور مصنوعی تموجات برق جو طبیب یا جراح علاج کے لئے استعمال کرتا ہے یا مصنوعات میں روشنی پیدا کرنے گاڑیوں کو چلانے اور کھینچنے کے لئے استعمال میں آتے ہیں۔

۳۔ مہیجات سمیہ۔ ان کی چند قسمیں ہیں (الف) مہیجات کیمیاویہ۔ تیزابات (اسڈز) کاربن الکلائنز (ب) سمیات نباتیہ مثلاً روغن جمال گوٹہ (کروٹن آئل) روغن خردل (مسٹرڈ آئل) (ج) سمیات حیوانیہ مثلاً تیلنی مکھی (کینتھرائیڈ علائی) دیگر کیڑے مکوڑاں حشرات الارض کے ڈنگ مارنے یا ڈسنے اور اثرات سے سوزش و آبلہ اور

ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ (د) جراثیم یا اجساد وقیقہ وغیرہ کے زہریلے کیمیات وغیرہ۔
۳۔ علم الجراحت۔ (ترجمہ حکیم کبیرالدین)

تقسیم اسباب کے متعلق فرنگی طب کی غلط فہمی فرنگی طب تقسیم اسباب کے سلسلہ میں بہت بڑی غلط فہمی میں گرفتار ہے۔ اول وہ اسباب سابقہ اور اسباب سابقہ اور اسباب محرقہ کا فرق نہیں سمجھی۔ کیونکہ اسباب محرکہ (اکسا سٹنگ کاز) یا واصلہ جن کو اسباب فاعلہ بھی کہتے ہیں یہ کوئی جدا اسباب نہیں ہیں بلکہ جو بھی اسباب پیدائش مرض میں محرکہ، واصلہ اور فاعلہ ہوں گے۔ یعنی جن کے معاً بعد مرض کا ظہور ہو یا دیگر الفاظ میں جن کے اثرات کے بعد کسی عضو یا نسیج یا خلیہ کے افعال میں خرابی واقع ہو وہی اسباب محرک اور واصلہ بن جاتے ہیں تو پھر جدا طور پر اسباب محرکہ اور واصلہ کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ان اسباب محرکہ اور واصلہ کی طرف توجہ کریں جن کی فہرست ان کے تحت دی گئی ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ تمام اسباب دو قسم کے ہیں۔ اول بادیہ یعنی ظاہرہ جن کا تعلق کسی مادے سے نہیں ہے جیسے میکانی، سیمات طبیعہ برودت اور برقی تموجات شامل ہیں اور باقی کے یا اسباب سابقہ ہیں۔ یعنی جن کا تعلق مادے کے ساتھ ہے۔ جیسے سمیات۔ ان کی چند قسمیں ہیں:۔

(ا) سمیات کیمیاویہ (ب) سمیات نباتیہ (ج) کیمیات حیوانیہ اور جراثیم یا اجساد دقیقہ وغیرہ۔ اب اگر اسباب سابقہ اور متعدیہ پر غور کریں تو وہ بھی اسی قسم کے ہیں جیسے کہ اسباب محرکہ ہیں۔ جیسے مقامی اسباب سابقہ اور متعدیہ میں دوران خون کی خرابی اور بعض مخصوص ساختوں کی کمزوری یا خرابی وغیرہ۔

اسی طرح عمومی اسباب اور متعدیہ میں بوجہ بڑھاپے اور امراض سوزیات سمیہ کے باعث خون کی ترکیب کا فاسد ہو جانا۔ کثرت شراب نوشی۔ پارہ و سیسہ اور فاسفورس کے استعمال سے خون میں فساد کیمیاوی فاسد مواد کا خون میں جذب ہونا جیسے ذیابیطس شکری نقرس اور وجع المفاصل وغیرہ میں ہوتا ہے۔ خون کے فضلات کا طبعی طور پر خارج نہ ہونا جیسے گردوں کے بعض امراض میں ہوتا ہے۔ خون کے معمولی اجزاء میں

تغیر واقع ہوتا ہے جیسے کمی خون، خرابی خون۔ جراثیمی سمیات مثلاً خنازیر اور آتشک وغیرہ۔

گویا جو اسبا سابقہ اور متعدیہ بیان کئے گئے ہیں ان کا اسباب محرکہ اور واصلہ میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ جن اسباب کا تعلق مادہ کے ساتھ ہے وہ سب سابقہ ہی ہیں البتہ جو مادی اسباب نہیں ہیں ہم نے ان کو بادیہ ظاہری اسباب لکھا ہے۔ ان کو کیفیاتی بھی کہہ سکتے ہیں۔

طب قدیم اور اسباب طب قدیم میں بھی اسباب کی بحث ہے اور وہ ہر ظاہری و باطنی مرض کے لئے تین اسباب تسلیم کرتی ہے جو کہ وہ (۱) اسباب بادیہ (۲) اسباب سابقہ (۳) اسباب واصلہ کہتی ہے۔

ان کی تشریح ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ البتہ طالب علموں کے لئے ایک اہم حقیقت کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ تلاش اسباب میں مغالطہ نہ ہو۔

اسباب واصلہ کی غلط فہمی جاننا چاہئے کہ طب قدیم میں جو تین اسباب بیان کئے جاتے ہیں دراصل وہ تین نہیں بلکہ دو قسم کے ہیں۔ اول بادیہ جس میں ہر قسم کے غیر مادی اسباب داخل ہیں۔ دوم سابقہ جس میں ہر قسم کے مادی اسباب شامل ہیں۔ اگر زندگی اور کائنات پر غور کیا جائے تو صرف دو ہی قسم کے اسباب پائے جاتے ہیں۔ مادی و جسمی اور غیر مادی اور غیر جسمی۔ ان کے علاوہ کسی قسم کی اشیا یا غیر اشیا پائی نہیں جاتیں۔ اس لئے اسباب صرف دو ہی قسم کے ہیں۔ غور کریں فرنگی طب کے اسباب محرکہ میں مادی اسباب شریک ہیں۔

اسباب واصلہ کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ صرف تعین اسباب کی خاطر ہے۔ یعنی وقت پیدائش مرض اسباب بادیہ اور سابقہ میں سے جو بھی ہوں گے ان کو اسباب واصلہ کہہ دیا جائے گا۔ ان کی ذاتی یا اپنی کوئی صورت نہیں ہے۔ اکثر طالب علم اس کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اور یہی غلطی فرنگی طب نے بھی کی ہے جس کی وجہ سے اسباب کی تقسیم میں خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ طب قدیم میں اسباب کی تقسیم قانون فطرت کے مطابق ہے جس میں کوئی الجھن نہیں ہے۔ البتہ ان اسباب بادیہ اور سابقہ کو سہولت کے لئے دو

حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جیسے اسباب بادیہ اور سابقہ کو سہولت کے لئے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جیسے اسباب بادیہ کی ظاہری صورت کیفیاتی اور باطنی صورت کو نفسیاتی کہہ سکتے ہیں اور اسی طرح اسباب سابقہ کی ظاہرہ صورت کو مادی اور اس کی باطنی صورت کو شرکی کہہ سکتے ہیں اور اسی طرح اسباب سابقہ کی ظاہر صورت کو مادی اور اس کی باطنی صورت کو شرکی کہہ سکتے ہیں۔ لیکن طب قدیم اس تقسیم کو ضروری نہیں سمجھا۔ کیونکہ یہ دونوں مفہوم ان کے ناموں میں نمایاں ہیں۔

علامات سوزش یہ ہم لکھ چکے ہیں کہ کسی زندہ ساخت پر کوئی مہیج (خراش کنندہ) اگر اثر کریں تو اس کے خلاف جسم کی ایک مدافعانہ تدبیر کا نام سوزش ہے چونکہ یہ مدافعانہ تدبیر ایک اصولی اور فطری ہے اس لئے اس کو منظم کہا جا سکتا ہے۔ ہر اصولی و فطری اور منظم عمل اپنے اندر چند ایسی علامات رکھتا ہے جن کے بار بار کے مشاہدے اور تجربے سے اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت حکمت بن جاتی ہے۔ ان کو سمجھنے ہی سے انسان حکیم بنتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ مقام سوزش کو سمجھنے کے لئے بھی چند علامات مقرر ہیں۔ ان کا سمجھنا اس لئے بھی نہایت اہم ہے کہ سوزش کو سمجھ لینے سے پچھتر فیصد امراض کو سمجھا جاسکتا ہے۔ سوزش بذات خود ایک بڑی علامت ہے۔ مرض نہیں ہے۔ لیکن بڑی علامات یا مجموعہ علامات کو بھی امراض میں شریک کیا جاسکتا ہے لیکن ان میں تخصیص لازمی ہے تاکہ امراض اور افعال الاعضاء کا تعلق قائم رہے۔ ہم تقسیم امراض میں اس پر بحث کر چکے ہیں اور آئندہ پھر کریں گے۔

یہاں اس امر کو پھر ذہن نشین کرلیں کہ فرنگی طب نے سوزش کو الگ بیان نہیں کیا ہے بلکہ ورم کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے کہ ان کا آپس میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ گویا سوزش اور ورم ایک ہی شے ہیں۔ لیکن یہ فرنگی طب کی غلطی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ سوزش اور ورم دونوں جدا جدا علامات ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں کہ ورم اکثر سوزش کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ فرنگی طب کی غلطی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ سوزش اور ورم دونوں جدا جدا علامات

ہیں۔ ان میں کوئی شک نہیں کہ ورم اکثر سوزش کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر سوزش کے بعد ورم ہو یا ہر ورم میں سوزش لازمی ہو۔ دونوں کی علامات جدا جدا ہیں۔ سوزش میں پانچ علامات پائی جاتی ہیں (۱) جلن (۲) گرمی (۳) سرخی (۴) رطوبات (۵) تغیر افعال جن کی تشریح درج ذیل ہے۔

۱۔ **جلن:۔** سوزش کے معنی جلن کے ہیں اور یہی سوزش کی بڑی علامت ہے لیکن یہاں جلن کو التہاب کے معنوں میں نہیں بلکہ احساس تکلیف اور الم کے معنوں میں جانا ہے جس کو انگریزی میں برننگ پین (BURNING PAIN) کہتے ہیں۔ درحقیقت درد بھی جلن کی تیزی کی علامت ہے۔ خارش بھی اس میں شریک ہے۔ لذب بھی ایک قسم کی ہلکی خارش ہے وہ بھی جلن میں شمار کی جاتی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ ہر قسم کا درد صرف اور صرف جلن سے پیدا نہیں ہوتا اس کا ذکر درد کے تحت بیان کیا جائے گا۔

۲۔ **حرارت:۔** حرارت گرمی کا احساس ہے جو چھونے سے معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ مقام سوزش کی طرف دوران خون کی تیزی ہوتی ہے اور خون وہاں پر اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ مقام چھونے سے گرم محسوس ہوتا ہے۔

۳۔ **سرخی:۔** سرخی کا تعلق خون کے ساتھ ہے۔ چونکہ مقام سوزش کی طرف اجتماع خون ہو رہا ہوتا ہے اس لئے وہاں پر سرخی لازمی ہوتی ہے۔ سوزش کے ابتدائی دور میں سرخ کا رنگ شوخ گلابی ہوتا ہے لیکن جب دوران خون میں سستی واقع ہوتی ہے تو اس کے رنگ میں سرخ زردی یا سرخی سیاہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خون کی سرخی اپنے اندر تیزابیت رکھتی ہے اور یہ دبا کی صورت میں قائم رہتی ہے اور جب زردی نمودار ہوتی ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں یہ تیزابیت کم ہو گئی ہے اور صفراء زیادہ ہو گیا ہے اور جب سیاہی مائل ہوجاتا ہے تو اس امر کی علامت ہے کہ رطوبات وہاں پر بڑھ رہی ہیں اور تیزابیت رفتہ رفتہ کھاری پن میں تبدیل ہو رہی ہے۔

البتہ اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیں کہ کسی ایسی ساخت میں جس میں عروق دم

بالکل نہیں پائے جاتے اس میں جب بھی سوزش ہوتی ہے تو اس میں جلن ، رطوبات اور تغیر افعال تو ہوتا ہے مگر سرخی اور حرارت نہیں ہوتی ہے تو اس میں جلن ، رطوبات اور تغیر افعال تو ہوتا ہے مگر سرخی اور حرارت نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ بھی مقام سوزش ہے جیسے آنکھ کا طبقہ قرنیہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پانچوں علامات ہر سوزش میں ضروری نہیں ہیں۔ جو معالج تشریح اور افعال الاعضاء کا علم رکھتے ہیں ان سے ایسی غلطیاں نہیں ہوتیں کیونکہ علم تشریح الابدان اور علم منافع الاعضاء ہم کو بتاتے ہیں کہ طبقہ قرنیہ میں عروق (دمویہ نہیں ہوتے اور اس کی نشو و نما۔ تحقق رطوبت بلدیہ سے ہوتی ہے اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حرارت محض کثرت و سرعت خون پر منحصر ہے اور سرخی عروق شعریہ میں کثیر مقدار خون کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے ایک ایسی ساخت جس میں عروق دمویہ بالکل موجود نہ ہوں تو اس میں بحالت سوزش سرخی اور حرارت دونوں واقع نہیں ہو سکتیں۔ یہ صورت غضروف مفاصلی (جوڑوں کی کری) کی بھی ہے وہاں پر بھی یہی صورت واقع ہوتی ہے۔ یعنی سرخی اور گرمی نہیں پائی جاتی۔

سرخی کے لئے یہ امر بھی ذہن نشین رکھیں کہ اگر کوئی محرک (محرک اس سے یا طاقت کو کہتے ہیں جو کسی ساخت پر عمل کرنے سے اس کی طبعی بناوٹ یا طبعی افعال یاان ہر دو میں تغیر پیدا کر دے) اپنے اندر تیزابیت رکھتا ہے تو مقام سوزش پر حرارت اور سرخی زیادہ ہو گی اور جس قدر بھی تیزابیت میں کمی بیشی ہو گی اسی قدر ان میں کمی بیشی ہو گی اور ساتھ ہی جلن اور انفعال میں بھی زیادہ تیزی ہو گی۔ البتہ رطوبات کے اخراج میں بے حد کمی ہو گی یا بالکل نہیں ہو گی۔ اور جو ہو گی وہ صرف تیزابیت کا رد عمل ہو گا لیکن اگر محرک اپنے اندر کھاری پن رکھتا ہے تو اس میں سرخی و حرارت اور جلن و انفعال میں تیزی نسبتاً بہت کم ہو گی۔ مگر رطوبات کا اخراج بہت زیادہ ہو گا۔

فرنگی تحقیق کی غلطی سوزش کی ان علامات کی کمی بیشی کی وجہ فرنگی تحقیقات میں اول الذکر ہی نہیں گئی کیونکہ انہوں نے صرف تیزابیت کا ذکر کیا ہے۔ کھاری پن کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن اگر کسی فرنگی ڈاکٹر سے سوال بھی کیا جائے تو وہ جھٹ یہی کہہ دے گا کہ یہ بات تو صاف نظر آتی ہے کہ تیزابیت سے سوزش کم ہو گی اور کھاری پن

سے زیادہ ہو گی۔ لیکن وہ اس امر کو نظرانداز کر جائے گا کہ کھاری پن میں بھی کاسٹک (کالی) کا اثر ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات تیزابیت سے زیادہ ہوتا ہے جیسے سوڈا کاسٹک اور پوٹاش کاسٹک میں پایا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت وہ نہیں جانتے اور نہ ہی ان کی کتب میں لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تیزابیت کا اثر ہمیشہ عضلات پر ہوتا ہے جس سے رطوبات کا اخراج شدید ہو جاتا ہے اور باقی علامات میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

یہاں پر ایک اور بحث کی ابتدا ہوتی ہے کہ بعض کیڑے مکوڑے اور جانور ایسے ہیں کہ اگر ان کا ایک حصہ کٹ دیا جائے تو وہ حصہ پھر پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے اکٹوپس مچھلی کا کوئی سا بیرونی عضو ضائع ہو جائے تو وہ پھر از سر نو پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح اگر ہوت مچھلی کی دم کٹ جائے تو وہ پھر ایک عرصہ کے بعد مکمل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کیچوؤں چھپکلیوں بلکہ امیبا اور ہائیڈرا میں بھی دیکھا گیا ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی چوہے کی گردن کٹ دی جائے تو اس کا بالائی اور زیریں دونوں حصے مردہ ہو جاتے ہیں اور اگر کتے کی دم کٹ جائے تو وہ بھی کبھی پیدا نہیں ہوتی۔

اس کے متعلق فرنگی طب یہ کہتی ہے کہ جانور کا جو حصہ دوبارہ پیدا ہو جاتا ہے یا مکمل ہو جاتا ہے تو دراصل اس کا مرکزی حصہ (تواق باقی رہتا ہے جہاں نواۃ ہی علیحدہ ہو جائے وہ حصہ کبھی دوبارہ زندہ نہیں ہوتا اور نہ مکمل ہوتا ہے اور اعلیٰ جانوروں میں جو اکثر ریڑھ والے حیوانات ہوتے ہیں ان میں مختلف نظام جسمانی ایک دوسرے کے ماتحت ہوتے ہیں اس لئے جب ان میں سے کوئی سا نظام جسمانی باطل ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ دوسرا بھی باطل ہو جاتا ہے۔

سرخی و حرارت کے تحت یہ بحث بیان کی جا رہی ہے کہ ادنیٰ حیوانات کے اعضاء کے کٹ جانے پر یا کاٹ دینے پر ان کے کٹے ہوئے حصے دوبارہ پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کے مقابلے میں اعلیٰ حیوانات میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

فرنگی سائنس کی غلط فہمی اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر حیوان کیا بلکہ نباتات اور جمادات میں بھی یہی صورت قائم ہے کہ ان کا تعلق اگر مرکز یا اصل سے قائم نہ رہے تو نشو و ارتقاء ختم ہو جاتا ہے اور اگر جسم میں کوئی خرابی یا نقص واقع ہو

جائے تو مرکز اور اصل کے تعلق سے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ طبقہ کے کیا اعلیٰ طبقہ کے حیوانات بلکہ انسانوں کے جسم پر اگر گہرا زخم بھی آ جائے تو رفتہ رفتہ بالکل بھر جاتا ہے۔ درختوں کی شاخیں کاٹ دی جاتی ہیں۔ وہ پھر پیدا ہو جاتی ہیں۔ پہاڑوں کو توڑ دیا جاتا ہے ان کے اندر کی جمادات نکال لی جاتی ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر وہاں پر بہت کچھ جمع ہو جاتا ہے۔ یہاں پر ادنیٰ اور اعلیٰ حیوانات کا کچھ قصور نہیں ہے۔

زندگی اور نشو و ارتقاء پانی پر ہے حقیقت یہ ہے کہ زندگی اور نشو و ارتقاء کا دارومدار پانی پر ہے اور قرآن حکیم میں بھی یہی فرمایا گیا ہے۔ اس اصول کے تحت جو جانور پانی یا کیچڑ میں رہتے ہیں ان میں نشو و ارتقاء جلد واقع ہوتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں جو حیوانات خشکی پر واقع ہیں ان کی نشو و ارتقا دیر سے واقع ہوتی ہے۔ یہی چیز نباتات میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور یہی صورت پہاڑوں میں بھی قائم ہے۔

جاننا چاہئے کہ حیوانات کی دو بڑی اقسام ہیں (اول) پانی کے حیوانات جیسے ایسا مچھلی اور کچھوا وغیرہ (دوسرے) خشکی کے جانور گائے' بکری' گھوڑا' اور بندر وغیرہ ہیں۔ اولا الذکر حیوانات میں جو نشو و ارتقاء جلد ہوتا ہے اس کی وجہ ریڑھ کی ہڈی کے تحت نقلات کا ہونا اور نہ ہونا نہیں ہے بلکہ پانی اور رطوبات کی زیادتی ہے۔ کیونکہ یہ حیوانات پانی میں زندگی بسر کرتے ہیں یا پانی کے قریب رہتے ہیں اس لئے ان کے اعصاب انتہائی تیزی سے کام کرتے ہیں۔

نشو و ارتقاء زندگی اور اعصاب جاننا چاہئے کہ نشو و ارتقاء اور زندگی اعصاب کی تیزی پر قائم ہے اور اعصاب کی تیزی پانی کی غذائیت پر منحصر ہے۔ یہ مزمن اور پیچیدہ امراض جیسے دق وسل (ٹی بی) سرطان (کینسر) مرگی (ایپی لیپسی) کوڑھ (لیپ روزی) وغیرہ میں اعصاب کے افعال ناکارہ ہو جاتے ہیں اور ایسے امراض میں اعصاب کے افعال درست ہو جائیں تو وہ بہت جلد رفع ہو جائیں اور شباب میں بھی اعصاب میں تیزی پیدا کرنے سے بہت حد تک کامیابی ہو سکتی ہے۔ یہ ہماری تحقیقات ہیں۔ جن سے فرنگی طب واقف ہے اور نہ ہی فرنگی سائنس کو اس کا علم ہے۔ یہ اہل فن کا فرض

ہے کہ اس کو ہر اہل علم اور صاحب فن تک پہنچائیں۔

رطوبات حالت صحت میں طبعی طور پر انسانی جسم کے اندرونی اور بیرونی اعضاء پر رطوبات کا ترشح ہوتا رہتا ہے جس سے جسم اور اعضا نرم رہتے ہیں۔ یہ رطوبات قدرتی طور پر جو بدن پر ترشح پاتی ہیں ان کو طبی اصطلاح میں رطوبات طلیہ (بلغم) اور انگریزی میں سکریشن کہتے ہیں۔ یہ رطوبات صحت کی حالت میں اعتدال کے ساتھ اس قدر ترشح ہوتا ہے جس سے ایک طرف جسم کی غذا بنتا ہے اور دوسرے اس سے جسم اور اعضا میں خشکی رفع ہوتی رہتی ہے تاکہ ورزش میں سوزش پیدا نہ ہو۔ مثلاً ناک کان اور آنکھ و منہ میں اس کی وجہ سے خشکی نہیں ہوتی۔ اس طرح حلق و معدہ اور غذا کی نالی بھی اسی سے تر رہتی ہے۔ ان کے علاوہ بیرونی جلد اور اندرونی مجاری اور جوڑوں میں خشکی وغیرہ پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ پیشاب کی نالی و مقعد اور رحم میں بھی یہی رطوبت بوقت ضرورت اعتدال کے ساتھ تراوت رکھتی ہے لیکن جب کسی حصہ جسم یا مجرا میں سوزش پیدا ہوتی ہے تو اسکو رفع کرنے کے لئے رد عمل کے طور پر یہ رطوبت اعتدال سے زیادہ گرنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ رطوبات کا زیادہ گرنا جسم کی ایک بڑی علامت ہے۔ مختلف مقام کی وجہ سے اس کے مختلف نام ہیں۔ مثلاً اگر یہ رطوبت ناک سے گرے تو زکام حلق سے گرے تو نزلہ کہتے ہیں۔ نزلہ کے معنی گرنا ہے۔ اگر نزلہ کو زیادہ وسعت دیدیں تو ناک و کان آنکھ و منہ کی رطوبات کی زیادتی بھی نزلہ میں شمار ہو سکتی ہے۔ اسی طرح پیشاب کی زیادتی اسہال اور پسینہ بھی نزلہ کی صورتیں ہیں۔ اگر مردانہ اور زنانہ عضوی امراض و علامات جریان اور سیلان کو سامنے رکھا جائے تو یہ بھی نزلہ ہی کی مختلف شکلیں ہیں جو انسانی جسم سے بہار کی طرف گرتی ہیں۔

اسی طرح جسم انسان کے اندر گرنے والی رطوبات بھی کئی امراض و علامات بن کر سامنے آ جاتی ہیں۔ یہ سب اندرونی اعضا کی سوزش کے نتیجے ہیں۔ مثلاً مائی الدماغ نزول الماء ماء فی الصدر۔ استسقاء قید الماء وغیرہ یہ سب اندرونی سوزش اور رطوبات کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بذات خود امراض نہیں ہیں بلکہ بعض امراض کی علامات ہیں۔ ان کا علاج ان اعضا کی سوزش کا رفع کرنا ہے۔ فرنگی طب ان سب کو

جدا جدا امراض سمجھتی ہے اور ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ علاج تجویز کرتی ہے جس کا نتیجہ امراض کا غلط سمجھنا اور ان کا غلط علاج ہوتا ہے۔

رطوبت کی حقیقت جو رطوبت انسانی جسم کے اعضاء پر ترشح پاتی ہے یا باہر کی طرف خارج ہوتی ہیں یہ خون سے جدا ہو کر اخراج پاتی ہے۔ جب جسم پر شبنم کی طرح گرتی ہے تو اس کو رطوبت طلیہ اور رطوبت وسویہ بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں اس کو پلازمہ (خون کا آبی رقیق حصہ) کہتے ہیں۔ یہ رطوبت عروق شعریہ کی دیواروں سے تراوش پاتی ہے۔ تراوش یافتہ آب خون کو لمف بھی کہتے ہیں۔

پلازمہ کا نام لمف غلط ہے فرنگی طب اس پلازمہ کو جو جسم انسان کے اعضاء پر ترشح پاتا ہے لمف کا نام دیتی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ پلازمہ خون کی ایک ایسی مائیت (رقیق آب) ہے جس میں خون کے قریباً تمام اجزاء معہ سرخی انتہائی باریک ذرات خون اور گازین (گیسیں) شامل ہوتی ہیں اس مائیت میں جسم انسان کے لئے حرارت اور غذائیت ہوتی ہے۔ یہ جسم میں جہاں اس کا بدل یا تحلل بنتی ہے وہاں اس کی سوزش بھی رفع کرتی ہے اور بے شمار امراض کو رفع کرتی ہے۔ لیکن (لمف) اس رطوبت کا نام ہے جو تغذیہ و تسنیم اور معدد کی تحلیل سے بچ جاتی ہے اور اس میں حرارت نام کو نہیں رہتی اور کیمیاوی طور پر پلازمہ میں تیزابیت ہوتی ہے اور (لمف) میں کھاری پن غالب ہوتا ہے اس لئے اس کو لمف کی بجائے صرف سکریشن کہنا چاہئے۔ اس کا نام لمف اس لئے رکھا گیا ہے کہ جب یہ جسم کی ضروریات سے بچ جاتی ہے تو لمفیٹک گینڈز (غدد جاذبہ) جذب کر کے پھر دوستی کے لئے خون میں ملا دیتے ہیں۔ اس لئے جاننا چاہئے کہ پلازمہ رطوبت طلیہ اور لمف (رطوبت جاذبہ) دونوں مختلف چیزیں ہیں۔

رطوبت کے متعلق فرنگی طب کی ایک اور غلطی فرنگی طب اس امر کو تسلیم کرتی ہے کہ ہر عضو کی سوزش میں ایک ہی قسم کی رطوبت کا اخراج (سکریشن) ہوتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے ہر عضو کی سوزش میں جو رطوبات اخراج پاتی ہیں ان کی کیمیاوی نوعیت ایک دوسری سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً اعصاب کی سوزش میں جو

رطوبات اخراج پاتی ہیں۔ ان میں مائیت اور کھاری پن زیادہ ہوتا ہے جیسے زکام میں ہم دیکھتے ہیں جو سوزش کسی غدود میں ہوتی ہے اس میں ہر غدود کا اپنا کیمیاوی تغیر شامل ہوتا ہے۔ البتہ اس میں ملتی مادے اور لمی مادے نہیں ہوتے بلکہ سیرم کی زیادتی ہوتی ہے جیسے سوزش جگر نزلہ اور غشائے مخاطی میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جو سوزش کسی عضلہ میں ہوتی ہے اس کی رطوبت میں لمی اجزا اور تیزابی مادے زیادہ ہوتے ہیں جیسے سوزش معدہ اور سُل میں ظاہر ہیں۔ اس لئے ہر عضو کی سوزش میں علاج کے دوران ان امور کو ضرور مدنظر رکھنا چاہئے۔ باوجود یکہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کے پاس خوردبین اور نازک آلات ہیں لیکن پھر بھی اس کی یہ غیر معمولی غلطیاں قابل غور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے طریق علاج کی بنیاد ہی غلط اصولوں پر قائم ہے۔

گزشتہ چار علامات جن کا ذکر مختصر طور پر کیا گیا ہے وہ اگرچہ علامات ہیں لیکن انتہائی اہم اور بڑی علامات ہیں جن پر امراض اور علاج کی بنیاد ہے اور یہی علامات جب پھیلتی ہیں تو تمام جسم انسان کو گھیرے میں لے لیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کو امراض کا درجہ دیا گیا ہے۔ مثلاً

(۱) جلن اپنی شدت میں خارش اور درد کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

(۲) گرمی جب بڑھتی ہے تو بخار کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

(۳) سرخی کی زیادتی ورم کا روپ بھر لیتی ہے اور ساتھ ہی جلد میں خرابی پیدا کر دیتی ہے۔

(۴) رطوبات کی زیادتی جسم کے اندر یا باہر کسی حصہ یا عضو میں رطوبات کی زیادتی کے ساتھ تمام جسم میں بلغمی مزاج کا اثر قائم کر دیتی ہے۔ لیکن یہ چاروں صورتیں کیمیاوی ہیں۔ پانچویں علامت تغیر افعال کی شکل مشینی اور عضوی ہے۔ اس حیثیت سے اس کی اپنی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے جو اس کے بیان سے ظاہر ہے۔

تغیر افعال جب جسم کے کسی عضو میں سوزش ہوتی ہے تو وہاں کے افعال میں تغیر واقع ہوتا ہے۔ اس تغیر کی تین صورتیں ہوتی ہیں یعنی (۱) تحریک (۲) تسکین (۳)

تحلیل۔ جن کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

۱۔ **تحریک:۔** جب کسی مقام پر سوزش پیدا ہوتی ہے تو وہاں پر اول انقباض پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں جو اس امر کا انحصار ہے کہ وہاں پر حرارت یا آکسیجن کی کمی اور برودت اور کاربن کی زیادتی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہاں پر رطوبات کی کمی واقع ہوتی ہے بلکہ بندش ہو جاتی ہے کیونکہ جب تک رطوبات کی بندش نہ ہو تو دوران خون کا اس طرف اجتماع نہیں ہو سکتا۔ یہ اجتماع طبیعت مدبرہ بدن اس لئے کرتی ہے کہ خون کی حرارت سے سوزش کو رفع کر سکے جس کے نتیجہ میں وہاں پر تناؤ بڑھ جاتا ہے اور حرکت کرنے میں دقت ہوتی ہے خاص طور پر جب سوزش عضلات میں ہوتی ہے تو طبعاً انسان آرام کا خواہش مند ہوتا ہے۔ جب آنکھ اور کان میں سوزش ہوتی ہے تو دیکھنے اور سننے میں تکلیف ہوتی ہے۔ گویا حرکات اعضاء اور جسم میں تیزی اور تناؤ بلکہ انقباض شدید ہو جاتا ہے۔

۲۔ **تسکین:۔** چونکہ سوزش کا ابتدائی رد عمل رطوبات کا گرنا ہے اس لئے طبیعت مدبرہ بدن اکثر رطوبات کو گراتی رہتی ہے اور یہ رطوبات خون ہی سے جدا ہو کر گرتی ہے۔ اس طرح وہاں پر رفتہ رفتہ کافی مقدار میں رطوبت بھی اکٹھی ہو جاتی ہے یہی رطوبت ہے جو جسم کی جلن اور دردوں کو روکتی ہے۔

یاد رکھیں کہ جس قدر مخدر و مسکن او دافع درد ادویات ہیں جو بذات خود جسم پر نہ کیمیاوی طور پر اور نہ ہی عضوی طور پر کچھ اثر کرتی ہیں بلکہ ان سے جسم میں رطوبات کا اخراج بڑھا دیتی ہیں اور یہی رطوبت تسکین، تخدیر اور دردوں کو دور کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جل جانے کے بعد جب کسی مقام پر چھالا پڑ جاتا ہے۔ تو اس چھالے کے پانی کا صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہاں کی جلن اور درد دور کرے۔ بعض جاہل معالج اس چھالے کو کاٹ دیتے ہیں جس سے بجائے فائدے کے سوزش بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ گویا چھالا اور رطوبت قدرتی اور فطری طریق علاج ہے اس میں اضافہ کرنا چاہئے اس سے جلن ودرد کے ساتھ بے چینی اور تناؤ بھی کم ہو جاتا ہے۔

علاج کا ایک راز اسلامی طبیب نے سوزش اور ورم کے علاج میں ابتدائی طور پر جس واضح صورت کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے کہ اس مقام پر رطوبات کو زیادہ سے زیادہ گرایا جائے۔ جب رطوبات کی زیادتی کے باوجود بھی سوزش اور ورم قائم ہو تو پھر ایسی ادویات استعمال کرائیں جو رادع کے ساتھ محلل بھی ہوں یعنی رطوبات کو زیادہ گرائیں مگر وہ محلل بھی ہوں۔ یعنی ان ادویات میں گرمی بھی ہونی چاہئے گویا گرم تر ادویات ہونی چاہئیں اور جب یہ مقام بھی گزر جائے تو صرف محلل ادویات برتنی چاہئے اور حرارت بڑھ جانی چاہئے اور ساتھ ہی غدود جاذبہ کے افعال میں تیزی پیدا ہو جائے یا پسینہ کے ذریعہ باہر اخراج پا جائیں تاکہ سوزش اور ورم وہاں پر ختم ہو جائے۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ رطوبت جسم جب اعضا پر پڑتی ہے تو قدرتاً اور فطرتاً وہاں پر تخدیر اور تسکین کا باعث ہوتی ہے۔ یہی رطوبت جب زیادتی کے ساتھ کسی عضو پر پڑی رہی یا کثرت سے گرتی رہے تو استرخاء (پیرالائس) پیدا کر دیتی ہے۔ یہ ہیں علاج کے اسرار و رموز اور علاج کے راز جن سے فرنگی ناواقف ہے اور اس کو کہتے ہیں تجدید طب اور ترقی فن جو فی زمانہ دنیائے طب میں ختم ہو چکی ہے۔

۳۔ **تحلیل:۔** تحلیل کے معنی ہیں حل کرنا۔ طبی اصطلاح میں سوزش اور ورم کو ختم کر دینا جاننا چاہئے کہ تحلیل حرارت کا ضرورت کے مطابق قائم کرنا ہے۔ جب حرارت قائم ہو جاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں خشکی اور کاربن دور ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم تمہیدات میں بیان کر چکے ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ابتداء میں ایسی گرمی چاہئے جس کے ساتھ رطوبات بھی شامل ہوں۔ مثلاً گرم پانی کی بھاپ سے حرارت پیدا کی جائے۔ دوسری صورت میں ایسی گرمی پیدا کی جائے جس میں گرمی کے ساتھ خشکی بھی لازمی ہے۔ جیسے ریت اور اینٹ کی گرمی سے حرارت پیدا کرنا وغیرہ ٹکور۔ تو ورم سوزش پر ہر معالج کیا ہر ضرورت مند کرتا ہے۔ مگر تحلیل کے راز کو دس ہزار میں سے ایک بھی نہیں جانتا اور فرنگی طب تو ایسے اسرار و رموز اور رازوں سے بالکل خالی

دامن ہے۔

یہ یاد رکھیں کہ تحلیل اس وقت تک تو مفید ہے جب تک سوزش و ورم، تحلیک و بے چینی، انقباض و تناؤ، ریاح و کاربن اور جلن و بخار ہو۔ لیکن جب ان میں سے کوئی صورت بھی نہ ہو تو لازم یہ تحلیل جسم میں ضعف پیدا کرتی ہے جیسے موم بتی پگھلتی ہے یا برف دھوپ میں رفتہ رفتہ ختم ہو کر پانی بن جاتی ہے۔ یہ تحلیل حرکات جسم کو بھی کم کر دیتی ہے۔ جیسے دباؤ خون کی زیادتی میں جب خون کا دباؤ قلب کی طرف ہوتا ہے تو ہارٹ فیل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کا فعل کثرت حرارت سے رک جاتا ہے یا جب خون کا دباؤ دماغ کی طرف ہوتا ہے نروس بریک ڈاؤن (تحلیل اعصاب) واقع ہو جاتا ہے۔ گویا اگر رطوبات کی زیادتی سکون سے اعضاء کے افعال میں کمی پیدا کرتی ہے تو حرارت کی زیادتی بھی تحلیل سے اعضا کے افعال میں تفریط پیدا کر دیتی ہے۔

استاذ الاطباء حکیم احمد دین کی غلط فہمی جناب استاذ الاطباء حکیم احمد دین نے فرنگی طب کی نقل میں نہ صرف کیفیات و اخلاط سے انکار کر دیا تھا بلکہ اپنا نظریہ افعال الاعضاء بیان کرنے میں صرف عضو کی دو صورتیں بیان کی تھیں۔ اول کسی عضو کے فعل میں تیزی یا افراط اور دوسرے اس کے فعل میں سستی لیکن انہوں نے اس افراط اور دوسرے اس کے فعل میں سستی۔ لیکن انہوں نے اس افراط و تفریط کی وجہ صرف دوران خون کی زیادتی اور کمی کے سوا اور کچھ نہیں بتایا کہ خون کی زیادتی سے اعضاء کے افعال میں تیزی کیوں پیدا ہوتی ہے اور اس کی کمی سے ان میں سستی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ افسوس ان کو اس امر کا علم ہی نہیں تھا کہ خون کی زیادتی سے جب حرارت بڑھ جاتی ہے تو اس سے بھی اعضاء میں تحلیل ہو کر اعضاء میں ضعف اور کمی واقع ہو جاتی ہے۔

اگر وہ اس راز سے واقف ہوتے تو تفریط کی دو صورتیں تسلیم کرتے۔ ایک سردی کی زیادتی سے اور دوسرے گرمی کی زیادتی سے۔ لیکن ان دو صورتوں کو تسلیم کرنے سے ان کو گرمی سردی سے اور دوسرے گرمی کی زیادتی سے۔ لیکن ان دو صورتوں کو

تسلیم کرنے سے ان کو گرمی سردی سے اور خشکی تری کیفیات اور مزاج کا قائل ہونا پڑتا۔ اور ایورویدک اور طب یونانی کو انہوں نے جو غلط قرار دیا تھا ان کو صحیح ماننا پڑتا۔ اس طرح ان کی تحقیقات کا سلسلہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس امر کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیں کہ حقائق قدرت اور قوانین فطرت کو کبھی نہ جھٹلایا جا سکتا ہے اور نہ توڑا جا سکتا ہے۔ فرنگی طب نے بھی یہی غلطی کی ہے کہ جو اس نے ایورویدک اور طب یونانی کو جھٹلانے اور ان کے قوانین کو توڑنے کی کوشش کی ہے سیدھی راہ صرف ایک ہوا کرتی ہے دو نہیں ہو سکتیں۔ جب طب قدیم صحیح راہ پر ہے تو لازمی امر ہے کہ فرنگی طب غلط راہ اور گمراہی میں مبتلا ہے۔

تحلیل کی حقیقت تحلیل کی اصطلاح کا سمجھنا اگرچہ مشکل نہیں ہے یہ ایک عام لفظ ہے۔ لیکن عوام اور طلباء کو ذہن نشین کرانے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مکمل کیمیاوی اور فعلی تشریح کر دی جائے تاکہ اس کا صحیح تصور ذہن نشین ہو جائے۔ یہی افہام و تفہیم نہ صرف اورام کے علاج میں بلکہ تمام علم العلاج کے لئے مفید ثابت ہو گا۔

ہم تحلیل لکھ چکے ہیں۔ حل کرنا۔ طبی اصطلاح میں سوزش اور ورم کو ختم کرنا زیادہ وضاحت کے لئے یوں سمجھ لیں کہ رکے ہوئے خون کو اپنے مجری میں جاری کرنا یا مجریٰ کی بندش میں جو کیمیاوی اور فعلی مواد پیدا ہو گئے ہوں ان کو دور کرنا۔ انگریزی میں اس کو ریزالویشن (RESOLVATION) کہتے ہیں جس کی مثال ہم نے جلتی ہوئی موم بتی اور دھوپ میں پڑی ہوئی برف سے دی تھی کہ اس میں تحلیل کی ایک صورت قائم ہے۔ اسی طرح اگر گڑ کی ڈلی پانی میں ڈال دیں تو عمل تحلیل شروع ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہی تحلیل تو اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک سوزش و ورم، مواد کی بندش اور خون کی رکاوٹ دور کرنی ہو۔ اور عضو سوزش ناک اپنی اصل جگہ پر لوٹ آئے۔ یہ اس حقیقت واقع ہوتا ہے جب کہ التہاب کا غلبہ اس قدر سخت نہ ہو کہ ماؤف کی قوت حیوانیہ (وائیٹلٹی) بالکل باطل ہو جائے۔

تحلیل کو سمجھنے کی آسان صورت یہ ہے کہ عمل سوزش کو ذہن نشین کر لیا جائے کیونکہ تحلیل کا فعل بالکل سوزش کے الٹ ہے۔ یعنی اگر عمل سوزش کا نام ترتیب مواد سینتھیسس آف میٹر (SYNTHESIS OF MATTER) اور اجتماع خون کنجکشن آف بلڈ (CONJUCTION OF BLOOD) ہے تو تحلیل کو ہم ترکیب مواد انالیسز آف میٹر (ANALYSIS OF MATTER) اور خون کا اجراء ری فلو آف بلڈ (REFLOW OF BLOOD) اس لئے عمل سوزش خصوصاً اس کے خوردبینی نظائر (DIVISES) کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن اس کے سمجھنے سے قبل جسم میں گردش خون کا جان لینا بھی نہایت ضروری ہے تاکہ صحیح گردش خون عمل سوزش اور تحلیل سے متعلق جدا جدا تین صورتیں ہیں جو علاج معالجہ کے اندر بے انتہا اہمیت رکھتی ہیں۔

سوزش سے قبل جسم میں گردش خون کا نظارہ سوزش التہاب کو ذہن نشین کرنے کے لئے حیوانات پر تجربے کئے جاتے ہیں اور اصلی التہابی حالت کی چشم دید کیفیت سے بصیرت حاصل کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر زندہ مینڈک کے پنجہ کی جھلی کو پہلے خوب تان کر خوردبین کے نیچے پھیلا دیا جائے اور بغور دیکھا جائے تو سیلان خون کی طبعی کیفیت کا عجیب و غریب نظارہ آنکھوں کے سامنے پیش ہوگا۔ جس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:۔

1۔ بحالت صحت شریانوں، وریدوں اور عروق شعریہ میں خون بہتا ہوا نظر آئے گا۔ سیلان خون (BLOOD FLOW) کا اندازہ کریات و موہیہ (ذرات خون) کی نقل و حرکت سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ کریات حمراء (سرخ ذرات خون میں ہر عنصر و ذرہ دوسرے ذرہ سے جدا نظر آئے گا) خون کے بہاؤ کے وسطی یا مرکزی حصہ میں بہتے ہوئے نظر آئیں گے اور اس کے گرد یعنی عروق کا بیلی حصہ جو کریات سے مبرا ہوتا ہے بے حرکت و بے رنگ نظر آئے گا۔ مگر اس میں بعض کریات بیضا (سفید ذرات خون) آہستگی و سست رفتاری کے ساتھ بہاؤ میں لڑھکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ گاہے بعض سفید دانے سرخ دانوں کے درمیان مرکزی حصہ میں بھی دکھائی دیں گے۔ شرائیں کہیں پتلی اور کہیں موٹی نظر آئیں گے۔

2۔ چھوٹی شریانوں کے جوف میں مسلسل و مستوی تغیرات نظر آئیں گے۔ یعنی ان کی جسامت ایک قسم کی ترتیب و باقاعدگی کے ساتھ متواتر کم و بیش ہوتی ہوئی دکھائی دے گی۔ شرائین صغیرہ کی جسامت کا یہ اختلاف قلب کی حرکات کے اثر سے تو بے تعلق ہوتا ہے مگر عروق شعریہ کے اندر کے سیلان خون پر اس مد جزر اور تغیر کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔

3۔ کریات حمرا (سرخ ذرات خون) کی جسامت میں بھی تغیرات نظر آئیں گے۔ جو بیشتر روشنی کے اثر سے نمایاں ہوتے ہیں۔ یعنی جب روشنی زیادتی کے ساتھ ہوگی تو یہ سرخ دانے سکڑ جائیں گے۔ اور جب یہ روشنی کم ہو جائے گی تو یہ دانے پھیل جائیں گے کیونکہ روشنی باعث تحریک ہے اور اندھیرا باعث تسکین۔ (دیکھیں میرا مضمون روشنی اور اندھیرے کے اثرات)

سوزش کی حالت میں گردش خون کا نظارہ اب اگر مینڈک کے پنجہ پر کوئی تیز محرک مرکب (مثلاً نمک خوردنی یا نوشادر کا ایک ذرہ) لگا دیں۔ پھر پنجہ کی جھلی کو خوردبین کے نیچے رکھ کر دیکھا جائے تو ابتداء میں جھلی کے شرائین نتیجہ تھوڑی دیر کے لئے عارضی طور پر سکڑ جائیں گی۔ لیکن یہ عارضی انقباض چنداں اہمیت نہیں رکھتا اور ایسے ہی التہاب میں عموماً نمودار ہوتا ہے جو (تحریک ہیجان) کے اثر سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس عارضی انقباض کے بعد ہی فوراً ملتہب (سوزش) حصے میں ماؤف کے عروق بہ سرعت پھیل جاتے ہیں۔ اور یہ استرخاء (ڈھیلا پن) دیرپا ہو جاتا ہے۔ پھر اس مقام کا دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ یہ سرعت دوران استرخاء شرائین صغیرہ کے اندر کے مقامی محرک اعصاب میں بعض تغیرات پیدا ہونے کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے دوران خون کی سرعت کچھ وقت کے لئے تو جاری رہتی ہے۔ مگر بالآخر خون کا بہاؤ بتدریج سست پڑ جاتا ہے۔ گویا رفتار خون کو آہستہ آہستہ کوئی چیز آگے بڑھنے سے روک رہی ہے۔ اس مزاحمت کے بعد ایک ایسا وقت نمودار ہوتا ہے جس میں خون کے دانے جو پہلے جدا جدا بہہ رہے تھے ایک جگہ مجتمع ہو کر ٹھہر ٹھہر کر اور رک رک کر آگے قدم رکھتے ہیں اور کبھی آگے بڑھتے ہیں اور کبھی پیچھے ہٹتے ہیں۔ اور اس حالت

ذبذبہ کو اکز یلیٹیشن (EXLLETATION) کہتے ہیں۔ بالآخر ایک ایسی حالت وقوف۔ اسٹے سس (ASTAYSIS) کہتے ہیں۔

اس وقوف کا نتیجہ بعض حالات میں تو یہ ہوتا ہے کہ عروق کے اندر حقیقی انجماد خون واقع ہوکر رگوں کے اندر جم کر ان کو بند کر دیتا ہے۔ جس کو حالت انسداد تھرا بوسس (THRUMBOSIS) کہتے ہیں اور اس منجمد خون کو جو رگوں کے اندر جم کر ان کو بند کر دیتا ہے سدہ تھرا مبس (THRUMBSIS) کہتے ہیں۔ (علم الجراحت) تھرا مبوسس (خون کی نالی میں سدہ بن جانا فرنگی طب میں ایک بہت بڑا مرض خیال کیا جاتا ہے۔) جس کا ان کے پاس کوئی تحقیقی علاج نہیں ہے اور اس کا نتیجہ اچانک موت ہارٹ فیلور (HEART FAILURE) کہا جاتا ہے۔

سوزش میں اجتماع خون کی حالت سوزش کے دوران میں عروق کی دیواروں اور اجزائے خون کے باہمی طبعی تعلقات ان کی صورتوں اور حالات میں تغیرات واقع ہو جاتے ہیں اور اس کا بعث یہ ہے کہ خود عروق کی دیواروں میں بعض غیر محسوس تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خون کی ترکیب و ساخت کی کوئی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خون کی ترکیب۔ و ساخت کی کوئی تبدیلی یہ تغیر پیدا نہیں کرتی۔ چنانچہ جیسے جسم میں استرخاء عروق واقع ہوتا ہے خون کے سفید دانے عروق کی دیواروں سے متصل ہو کر بہاؤ کے غیر متحرک محیلی طبقہ میں مجتمع ہوجاتے ہیں۔ گویا وہ اپنی ہمراہی فوج کی قطار سے علیحدہ ہو کر بچھڑ جاتے ہیں۔ اولاً سفید دانوں کا اجتماع وریدوں میں شروع ہوتا ہے۔ پھر عروق شعریہ میں اور آخر کار شریانوں میں خون کے سفید دانے بھی جو ابتداء ایک دوسری میں علحدہ علیحدہ بہتے چلے جاتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ ہونے لگتے ہیں اور عروق کی دیواروں سے ساتھ پیوستہ ہونے لگتے ہیں اور عروق کی دیواروں کے ساتھ چسپاں ہو جاتے ہیں۔ مگر خون کے سفید دانے بمقابلہ سرخ دانوں کے عروق کی دیواروں سے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں۔ سوزش میں جب اس قسم کے تغیرات کے بعد اجتماع خون ہوتا ہے۔ اس کو امتلائے دموی' ہائی پریمیا (HIGH PRIMEA) کہتے ہیں۔

سوزش کے دوران میں ترشح سوزش میں اجتماع خون کے ساتھ ایک انتہائی

ضروری عمل ترشح کا ہے یعنی وہ رطوبات جو خون سے اخراج پاتی ہیں یہ عمل ابتدائی صورت ہی سے نمودار ہوجاتا ہے۔ خون کا ہر ایک جزو اس عمل ترشح (اکزوڈیشن) (EXODATION) میں لیتا ہے۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ خون کے سفید دانے عروق کی دیواروں سے قریب یعنی محیلی حصہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس اجتماع کے دو وجوہ ہیں۔ اول تو عروق کی دیواروں میں بطور خود چند تغیرات واقع ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ دیواریں زیادہ چپی چپی ہو جاتی ہیں اور دانوں کو چسپاں کرلیتی ہیں۔ دوئم جراثیمی مرکبات کی کشش جسے کشش جراثیمی (بیکٹریل فی لیلی) کا نام دیتے ہیں۔ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

الغرض خون کے سفید دانے عروق کی دیواروں کے قریب بکثرت جمع ہوجاتے ہیں یہ نقل و حرکت بالخصوص وریدوں کی دیواروں میں زیادہ نمایاں ہوتی ہے اور اس کے بعد عروق شعریہ میں اخراج و ترشہ خصوصی طور پر ایک قسم کی حیوانی قوت (وائٹلی VITALITY) کا ثمر ہے اور حیوانیہ (امیبا AMIBA) کی سی حرکت کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔ پہلے تو عروق کی غشائی بطن (انڈو تھیلیم INDOTHELIUM) کے خلیات (سیلز CELLS) میں عمل التہاب کے تفرق اتصال واقع ہوجاتا ہے۔ پھر انہی خلیات کے مابین مقامات تفرق میں سیف دانوں کے باریک زوائد گھس جاتے ہیں اور مادہ حیات (پروٹوپلازم PROTO PLASIM) دانوں سے بہہ کر ان زوائد میں آنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ غشائے بطن کے اجزاء و عناصر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور بالآخر یہ دانے نفوذ کر کے عروق کی دیواروں سے باہر آس پاس منتج خلوی میں آجاتے ہیں۔ سفید دانوں کی یہ حرکت بھی بند ہوجاتی ہے۔ جب خون کے سفید دانے بھاگ کر رگوں کے باہر کی ساخت میں چلے جاتے ہیں تو ان میں مختلف تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں مثلاً اول تو ممکن ہے کہ ترشح سے ہلاک ہوجائیں اور ان کے ٹوٹنے کے بغیر فیبرینجین (فائبرین فرمنٹ FIBRINE FERMENT) تیار ہوکر بلد دمویہ (اکوگولم COGLOUM) کے بنانے میں معاون ہو جس کا بیان ابھی کیا جائے گا۔

دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دانے ٹوٹ کر عروق جاذبہ (لمفیٹک وسلز LUMFATIC VASELLS) کے سلسلہ میں شامل ہوجائیں یا یہ کہ پیپ کے

دانوں میں تبدیل ہو جائیں۔ علاوہ ازیں ان کے ٹوٹنے یا پیپ کے دانوں کی شکل میں آنے سے پہلے مرکز التہاب کے آس پاس کی مردہ ساخت کے خارج کرنے یا جراثیم کے ہضم کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ دراصل خون کے یہ دانے فضلات بدن کے صاف کرنے میں جاروب کش کے مانند ہیں یا قدرتی مقدمۃ الجیش (فوج کا ابتدائی حصہ) ہیں جو حملہ آور دشمن کی روک تھام کرنے کے لئے عروق سے باہر آ جاتے ہیں اور بدنی حفاظت کا کام سب سے پہلے یہی کرتے ہیں۔ بدن میں ان کا اولین فرض یہ ہے کہ یہ فاسد مواد اور مردہ ساخت کو بدن سے خارج کر دیں اور گل فساد کو محدود کرکے پھیلنے سے روک دیں۔ اس کے بعد اپنی جگہ اپنے سے بہتر دانوں کو دے دیتے ہیں۔ جو فعل التیام (ہیلنگ پراسس HEALING PROCESS) میں حصہ لیتے ہیں۔ ان کو خلیات جرثومہ لیفیہ (فائبر و بلاسٹک سیلز BLASTIC CELLS BIBRO) اسی طرح خون کے سرخ دانے عروق شعریہ کی دیواروں سے چھن کر باہر آ جاتے ہیں۔ مگر یہ صرف التہاب حابس (عضلاتی) میں ہوتا ہے جب یہ عروق سے باہر آجاتے ہیں تو یہ ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کا رنگین مادہ یہاں کی ساخت میں پھیل جاتا ہے جو صحت کے بعد بالآخر جذب ہو جاتا ہے۔

سوزش میں کیمیاوی اور مشینی افعال کے متعلق فرنگی طب کی غلط فہمی

سوزش میں خون اور اس کے بعد اور عروق میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں فرنگی طب اس کا بڑا سبب خون میں کیمیاوی تبدیلیاں ہی قرار دیتی ہے۔ مثلاً اجتماع خون رطوبات کا ترشہ سفید و سرخ دانوں کے افعال میں تبدیلی ترشح و استرخائے عروق اور فرویت اور کشش جراثیم وغیرہ اور سب سے بڑی تبدیلی خون میں سدہ (تھرومبس THROMBUSIS) کا پیدا ہونا کیمیاوی تبدیلیاں سمجھا جاتا ہے اور اس کا علاج بھی وہ کیمیاوی طریق پر کرتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ بالکل غلط ہے۔ یہ سب تبدیلیاں مشینی فعل کا نتیجہ ہیں۔ یعنی جب تک کسی عضو کے فعل میں خرابی نہ ہو پیدا ہو خون میں مندرجہ بالا کیمیاوی تبدیلیاں رونما نہیں ہوتیں۔ یاد رکھیں سوزش بذات خود عضو کا فعلی تغیر ہے اور خون اور اس کے اجزاء کے اجتماع اور تبدیلیاں مشینی اعمال کے تغیر کا نتیجہ ہیں۔

دوسری غلط فہمی جس طرح کی تبدیلیوں کا ذکر مندرجہ بالا اوراق میں کیا گیا ہے یہ صرف ایک صورت ہے اس کو ہم عضلاتی سوزش کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ غدی اور عصبی سوزشیں بھی ہوتی ہیں۔ جن کی صورتیں عضلاتی سے بالکل مختلف ہیں جو معالج نظریہ مفرد اعضا سے واقف ہیں وہ پوری طرح جانتے ہیں کہ عضلاتی غدی اور عصبی تحریکات میں خون کہاں اکٹھا ہوتا ہے اور رطوبات کس عضو مقام پر اکٹھی ہوتی ہیں۔ لیکن فرنگی طب میں صرف ایک ہی صورت سے واقف ہے اور وہ بھی اس کا صحیح علم نہیں رکھتی۔ اس لئے اس کے بیان میں کیمیاوی اور فعلی طور پر غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کی اصلاح ہم اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ اول یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فرنگی طب غلط ہے اور دوسرے اس اصلاح سے ہم اپنے ممبر کو صحیح اور مفید علم پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس سے مکمل طور پر مستفید ہو سکیں جس کے نتیجہ میں فرنگی ڈاکٹروں کو فن علاج سے بے علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے اس فنی میدان میں شکست دے کر اس میدان سے نکال باہر کر دیں یا وہ اس امر پر مجبور ہو جائیں کہ نظریہ مفرد اعضاء کو تسلیم کر لیں اور اس کے مطابق علاج جاری رکھیں۔

سوزش سے عروق کے اندر تغیرات سوزش کی صورت میں سائل دموی (لائکرسنگوئنس LIQUARSINGOINESS) بھی عروق سے باہر آ جاتا ہے۔ یعنی طبعی مقدار بہت زیادہ باہر آ جاتا ہے ورنہ یہ ظاہر ہے کہ ہمیشہ باہر آیا کرتا ہے اور اس طرح یہ زیادتی اس قدر ہوتی ہے کہ باوجود عروق جاذبہ معمول سے زیادہ اپنا کام کرتے ہیں پھر بھی یہ وہاں اس قدر اکٹھا ہو جاتا ہے کہ وہ جذب کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔ اگر یہ سائل دموی یہ گرد اس پاس کی ساخت میں چلا جاتا ہے تو یہ وہاں جا کر منجمد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ وہاں کے ٹوٹے ہوئے سفید دانوں کے اس مادہ (خمیر یفین) سے مل جاتا ہے جو اسے منجمد کر دیتا ہے۔ اس مقام میں سوزش کی وجہ سے عروق جاذبہ کی رطوبت مائیت دم (لمف LYMPH) بھی جمع ہو جاتا ہے۔ جس سے ایک قسم کا تورم' اڈیما ADIMA پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر سطح میں تفرق اتصال کافی ہوتا ہے تو یہ عضو سے بہ کر خارج ہونے لگتا ہے۔ اگر اس کا ترشح (سکریشن SECRETION) کسی

غشائے پانی (CERESS MEMBRANCE) مثلاً صفاق (پری ٹونیم PERETONIOM) غشائے صدر (پلیورہ PLEURA) غشائے زلالیہ (سائنیو ویل ممبرین SYNOVIAL MEMBRANCE)۔ میں سے تو یہ مصل وہاں کے جوف میں جمع ہو جاتا ہے۔ اول یہ مصل ذاتی طور پر منجمد ہونے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ اس کے اندر سائل سوی شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر انجماد خون واقع ہو جائے تو یہ لوتھڑا یا سطح غشا کے ساتھ چپکا ہوا ہوتا ہے یا آزادی کے ساتھ پانی میں تیرتا رہتا ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی سوزش کی صورت میں جو سائل دموی عروق سے باہر آ جاتا ہے جس سے تموج پیدا ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر صفاق اور غشائے صدر کے جوف میں اکٹھی ہو کر تموج کا باعث ہوتی ہے وہ رطوبت وہ نہیں ہوتی جو مقام سوزش سے اخراج پاتی ہے بلکہ سوزش کی وجہ سے جو اجتماع خون ہوتا ہے جس کی رواگی رک چکی ہوتی ہے۔ اسی خون کی حدت سے وہاں کے اعضاء میں تحلیل پیدا ہو کر اخراج ہوتا ہے۔ اسی طرح استسقاء ماء فی الصدر اور ماء فی الدماغ کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس حقیقت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوزش کا اثر صرف اسی مقام تک محدود نہیں رہتا۔

سوزش کا نظام جسم سے تعلق سوزش کے متعلق یہ پہلے بتلایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی صورت ہے جو سوزش کی حالت میں کسی تیج شے کے مقابلے میں ایک فوری منظم و مرتب مدافعانہ تدبیر ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ اس مدافعانہ تدبیر میں جسم کے تقریباً تمام نظام کام کرتے ہیں مثلاً

1۔ عصبی نظام جس کا مرکز دماغ ہے جس کا کام اپنی حس سے جسم کو اطلاع پہنچانا ہے۔

2۔ عضلاتی نظام۔ جس کا مرکز قلب ہے اور جس کا کام احساس شدہ مقام پر ضرورت کے مطابق خون روانہ کرتا ہے۔

3۔ غدی نظام۔ جس کا مرکز جگر اور گردے ہیں (دونوں میں فرق پھر کبھی بیان کیا

جائے گا) جس کا کام احساس کے مقام پر ضرورت کے مطابق رطوبات غدی پہنچانا یہ سب نظام ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح منسلک ہیں کہ اگر ان میں سے کسی نظام جسم میں بھی کسی قسم کا کوئی فساد پیدا ہو جائے تو اس کا اثر باقی تمام نظام ہائے جسمانی پر بھی پڑتا ہے۔)

لیکن اس امر کو ذہن میں کرلیں کہ مدافعانہ تدبیر اور رد عمل تیج کی شدت اور مقام کی وجہ سے اس کے مطابق ہوتی ہے اور یہی صورت تمام جسمانی طور پر بھی قائم ہوتی ہے یعنی سوزش کا اثر تمام نظام جسمانی پر تیج کی خاصیت و شدت اور مقام کی اہمیت پر منحصر ہے۔ مثلاً اگر کسی کے رخسار پر کوئی معمولی یا ہلکی سی سوزش ہو تو وہ شخص اس کی پرواہ کئے بغیر چلتا پھرتا ہے اور اپنا کام کاج کرتا رہتا ہے اور اکثر اس کو یہ تھوڑی سی سوزش بھول بھی جاتی ہے۔ مگر اس کے برعکس اگر یہی سوزش کان کے باہر یا اندر ہو یا دانت یا آنکھ میں ہو یا گردن پر ہو یا رخسار پر ہی ایک بڑے دنبل کی صورت اختیار کرلے تو مریض سخت بے چین ہو گا اور ساتھ ہی بھوک بند ہو جاتی ہے۔ بخار آ جاتا ہے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سوزش و ورم اور دنبل کے اثرات سے تمام نظام جسم میں یہ تغیرات پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کے اندر کی بیشی سوزش کی صورت اور مقام پر منحصر ہے۔

سوزش کے فوائد سوزش کی افادیت پر ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اب بھی اس کے ضروری فوائد لکھ دیتے ہیں تاکہ معالجین سوزش دیکھ کر یا اس کے نام سن کر گھبرا نہ جائیں بلکہ اس کے مفید پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر اور اس کے نظام کو جو فوائد پہنچا سکتے ہیں پہنچائیں۔ بعض وقت سوزش کی مدد سے بڑے بڑے امراض دور کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے قیام سے زندگیاں بچائی جاسکتی ہیں اس لئے بعض مزمن اور پیچیدہ امراض میں سوزش پیدا کی جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ فطرت بھی سوزش اس لئے پیدا کرتی ہے کہ وہ اس سے نہ صرف اندرونی مواد و جراثیم کو جلاتی ہے بلکہ انسانی غفلت سے اندر جو امراض و علامات پیدا ہو جاتی ہیں ان کو دور کرتی ہے۔

سوزش اگرچہ ایک شدید علامت ہے۔ جس سے جسم انسانی کو بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن وہ ایک ایسا رد عمل اور مفید صورت ہے جس سے مواد فاسدہ اور جراثیم کی سمیت جو جسم کے اندر پیدا ہو گئی ہے یا داخل ہو گئی ہے اور اپنے زہریلے اور خراب

اثرات سے نقصان کا باعث ہونا چاہتی ہے۔ اس کی مدافعت اور مقابلہ کر کے اس کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔

مقابلے کی پہلی صورت یہ ہوتی ہے کہ دوران خون میں تیزی جو مقام سوزش کی طرف واقع ہوتی ہے اس سے تین فائدے ہوتے ہیں:

1۔ زہریلے مواد اور جراثیم کی مقدار اس میں مل کر کم ہو جاتی ہے۔

2۔ خون کی حرارت اور متضاد مادے جو وہاں اکٹھے ہوجاتے ہیں ان کو کم کر دیتے ہیں۔

3۔ خون کی تیزی سے وہ بہت حد تک مقام سوزش سے بہہ جاتے ہیں بلکہ خارج ہو جاتے ہیں اور وہاں پر سوزش کو بڑھنے یا مکمل ہونے کے مواقع ضائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ معمولی اور تھوڑی سوزش میں اکثر دیکھا جاتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ مقام سوزش کے عضو میں انتہائی تیزی اور تقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے اس عضو پر زیادہ تقدیر اور حرارت جذب ہوتی ہے۔ جس سے وہ عضو طاقت حاصل کر کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

تیسری صورت وہاں پر دوران کی رکاوٹ ہے جس کا بڑا مقصد وہاں پر حرارت ساتھ ساتھ وہاں پر اول رطوبت کا زیادتی سے گراتا ہے اور سفید دانوں کو وہاں پر اکٹھا کر دیتا ہے جو قاتل جراثیم اور دافع زہر ہیں۔ اگر یہاں رکاوٹ واقع نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

انتہا یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر سوزش پیدا ہوتی ہے تو اس سے اس قدر فوائد حاصل کرنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں جن سے ایک قابل معالج ہی استفادہ کر سکتا ہے۔ ان حقائق اور فوائد کے بیان کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ جہاں پر سوزش کا علاج کیا جائے وہاں سوزش سے بذات خود جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان کو بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔

سوزش کا بیان ختم یہاں پر سوزش کا بیان ختم کر دیا گیا ہے۔ ہم نے سوزش پر اس قدر تفصیل سے لکھا ہے کہ دنیا کی کسی طبی کتاب میں نہ اس طرح شرح و بسط سے لکھا ہے اور نہ ہی اس طرح یقین کے ساتھ ذہن نشین کیا گیا ہے۔ باقی رہا

سوزش کا علاج وہ ہم اورام کے ساتھ لکھیں گے کیونکہ اورام بھی سوزش کی انتہائی صورت ہے اور دونوں کے اکٹھے علاج میں معالج کے لئے بے حد سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس طرح دونوں کے صحیح تعلق کا علم ہو جائے گا۔ دوسرے دونوں ایک دوسرے سے اس طرح متصل ہیں کہ دونوں کی اکٹھی تشخیص اور تجویز ہی مفید ثابت ہو سکتی ہے۔

تحقیقات اورام

ورم کی تعریف جسم انسانی کے کسی عضو یا حصے کے حجم اور مقدار کا غیر طبعی طور پر کسی مادہ کے نفوذ کرنے سے زیادہ ہو جانا جس کے ساتھ درد گرمی اور سرخی کا پایا جانا بھی لازمی ہو۔

ورم سوزش کے بعد دوسرا درجہ ہے۔ سوزش پر ہم گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں اور اب اورام پر تحقیقات شروع کی جا رہی ہے اس کے اختتام پر دونوں کو ملا کر کتابی صورت میں شائع کر رہے ہیں جس کا نام ہے تحقیقات سوزش و اورام اور ان کا علاج۔ اس میں اعصابی و غدی اور عضلاتی تینوں قسم کے اورام زیر بحث لائے گئے ہیں۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے ایسے اسرار و رموز بیان کئے گئے ہیں کہ فرنگی طب مدت تک یہ کمال حاصل نہیں کر سکے گی۔

اس سے قبل ہم سوزش کے بیان میں یہ تاکید لکھ چکے ہیں کہ سوزش کسی مخالف شے کے مقابلے میں ایک فوری منظم و مرتب مدافعانہ تدبیر ہے جو بدن اختیار کرتا ہے۔ جب جسم اپنی اس اس تدبیر میں کامیاب نہیں ہو سکتا تو پھر ورم کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کو سوجن اور آماس کے نام بھی دیتے ہیں۔ انگریزی میں اس کو سوئلنگ (SWELLING) کہتے ہیں لیکن اس کو فرنگی طب کی اصطلاح میں انفلیمیشن (INFLAMATION) کہتے ہیں۔

تاکید نمبر1: ہم یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ ورم کو التہاب کا مترادف نہیں سمجھنا چاہئے یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے کہ کیونکہ ہر ورم التہابی نہیں ہوتا اور نہ ہی

ہر التہاب میں ورم ہوتا ہے۔ البتہ جب کوئی ورم التہاب کی وجہ سے پیدا ہو تو ایسی صورت میں اس کو التہابی ورم کہا جاسکتا ہے۔

تاکید نمبر2 اس لئے بعض لوگ تمدّد (ANEVERYSMA) کو بھی اورام میں شمار کرتے ہیں۔ لیکن تمدّد کو اورام میں شریک نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ورم کی کوئی صورت پوری نہیں ہوتی بلکہ رطوبت کا کسی بند جھلی میں اجتماع ہے۔

تاکید نمبر3 اسی طرح کی ایک بہت بڑی غلطی یہ کی جاتی ہے کہ بعض اورام کو حار کہا جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے اور کوئی ورم بھی گرم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر سوزش اور ورم میں اجتماع مواد ہوتا ہے اور اجتماع کبھی بھی گرمی سے نہیں ہوتا بلکہ سردی سے ہوتا ہے چاہے وہ سردی گرمی کی نسبت بہت ہی کم کیوں نہ ہو۔ اس لئے ورم کے علاج میں کبھی بھی سرد ادویات کا استعمال جائز نہیں ہے۔

سوزش اور ورم میں فرق سوزش میں ابھار و اماس اور سوجن نہیں ہوتی اور باقی سوجن کی تمام صورتیں مثلاً (1) درد (2) گرمی (3) سرخی اور (4) فتورِ افعال پائی جاتی ہیں جن کا ذکر ہم سوزش کے باب میں تفصیل کے ساتھ کر چکے ہیں۔ ایک فرق اور بھی ہوتا ہے کہ جب تک سوزش رہتی ہے اس وقت تک مقامی طور پر حرارت رہتی ہے لیکن جب ورم بن جاتا ہے تو مقامی حرارت میں زیادتی ہو جاتی ہے جس کو طبیعت مدبرہ بدن رفتہ رفتہ جسم میں پھیلاتی رہتی ہے جس کے نتیجہ میں بخار کی صورت قائم ہو جاتی ہے اور یہ بخار اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک ورم قائم رہتا ہے

ورم اور بخار کا تعلق بخار اور ورم کا بہت گہرا تعلق ہے بلکہ یوں سمجھ لیں کہ تمام مسلسل بخار کم و بیش اورام ہی سے قائم رہتے ہیں جس قدر شاید بخار ہوگا۔ اسی قدر بڑا ورم ہوگا یا زیادہ نازک مقام و عضو میں ورم واقع ہوگا۔ اگر مشہور دائمی بخار جسم کے کسی نہ کسی عضو کا ورم ہی ہے۔ ذات الریہ' محرقہ بلغمی اور غب غیر خالص دائمی وغیرہ وغیرہ کو یا اکثر دائمی بخار صرف اورام کا نتیجہ ہیں۔

بخار کی علامات کے متعلق اس قدر سمجھ لینا کافی ہے کہ وہ زیادہ تر حرارت کی زیادتی کے نتائج ہیں جو اورام پیدا ہوتی ہے یا ان فضلات سمیہ کے نتائج ہیں جو دوران

خون میں شامل ہو کر عضلات و غدود اور دیگر اعضاء احشاء کے خلیات پر اثر کرتے ہیں۔ بخار کی شدت اور اس کی نوعیت مریض کی سابقہ حالت اور مرض کی نوعیت اور مدت کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ نوجوان تندرست اور قوی اشخاص میں اورام شدید کا بخار عموماً شدید قسم کا ہوتا ہے اور اس میں حرارت اور اس کے دیگر عوارض مع ہذیان (ڈلیریم) کے بہت نمایاں ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس کمزور مریضوں میں اور اسی طرح طویل بخاروں کے انتہائی درجہ میں مثلاً حمی معویہ متناقصہ (ٹائی فائڈ فیور) اور شدید تعدّدی جراثیمی بخار مثلاً سرخ باد اور تعفن دم (ار سلپس اینڈ سیپٹی سیمیا) جس سے انتہائی ضعف ذہبوط (کولیپس COLLEPS) نمایاں ہو جاتے ہیں اس حالت میں بخار کا تیز ہونا ضروری نہیں ہے اور مریض پر بے عقلی سی طاری ہو جاتی ہے۔ یا بکواس کے ساتھ ہلکا ہذیان ہوتا ہے۔ کپڑے نوچتا ہے اور پاخانہ و پیشاب بستر پر ہی ہو جاتا ہے۔

یہ امر محقق ہے کہ حرارت بدنیہ کے نظام کے خاص مراکز میں پیدائش حرارت زیادہ ہو جاتی ہے اور اخراج و اعتدال حرارت کم ہو جاتا ہے یا رک جاتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حرارت بدنیہ کی پیدائش اور اس کے زوال کا باہمی اعتدال اس طرح قائم رہتا ہے کہ جلد و تنفس اور دیگر ذرائع سے جس قدر وہ ضائع ہوتی ہے اسی قدر وہ پھر اعضا اور علی الخصوص احشاء و عضلات' رادیہ کے استحالہ انسجہ (ٹشو میٹابولزم TISSUE MATABOLISM) سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے بدن کے اندر ارتفاع حرارت کے دو ہی اسباب ہو سکتے ہیں۔

1- حرارت صحیح حالت میں کم ہو۔
2- اس کی پیدائش اعتدال سے زیادہ ہو۔

لیکن یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بخار کا باعث یہ ہے کہ حرارت پیدا کرنے والے انسجہ خاص کر عضلات میں تیزی آجاتی ہے۔ جس کی شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ بخار کی حالت میں مریض کے اعصاب دبلے پتلے ہو جاتے ہیں۔ اس کی عقلی طاقت کم ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ قارورہ میں عضلی انسجہ (مسکولر ٹشوز TISSUES MUSCULER) کے فضلات بکثرت پائے جاتے ہیں۔

تولید حرارت کی یہ تیزی اس میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ قانون قدرت ہے کہ سوزش ہمیشہ حرارت ہی سے ختم ہوتی ہے کہ قانون قدرت کے سوزش ہمیشہ حرارت پیدا ہو کر مقام ورم تک پہنچ کر وہاں کے ورم کو تحلیل کرنے کی کوشش کرتی ہے دوسری طرف طبیعت مدبرہ بدن اس حرارت کو بدن میں پھیلا کر اس میں اعتدال پیدا کرتی رہتی ہے۔ یہ اب معالج کا کام ہے کہ وہ اس حرارت کو جسم میں محفوظ کرے اور ضائع ہونے سے بچائے اور مقام ورم پر اکٹھا کرکے ورم کو تحلیل کر دے تاکہ ورم رفع ہو جائے اور اگر ضرورت سمجھے تو ادویات سے حرارت کی پیدائش میں زیادتی کرکے اپنا مقصد بہت جلد حاصل کرے تاکہ ورم کے اثر سے جسم کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ یہی معالج کا کمال فن ہے۔

اوارم کی اہمیت ورم کی اہمیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے اس کو خوب اچھی طرح جان لیں کہ ہر ورم میں مندرجہ ذیل پانچ علامات ضرور پائی جائیں۔

1- سوجن (سوئیلنگ SWELLING)
2- سرخی۔ (ریڈنس REDNES)
3- درد (پین PAIN)
4- حرارت (ہیٹ HEAT)
5- فتور حرکت (لاس آف ایکشن LOSS OF ACTION)

ان میں ایک چھٹی علامت بخار کا بھی اضافہ کر لیں جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ لیکن بخار ہر ورم میں ضروری نہیں ہے یہ اکثر ان اورام میں پایا جاتا ہے جن میں ان کی شدت ہوتی ہے جو ان کے شدید اسباب تیز کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ البتہ یہ یاد رکھیں کہ بخار اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک عضلات اور مرکز عضلات کے افعال میں تیزی پیدا ہو کر دل کی حرکت میں تیزی نہ پیدا ہوجائے اور یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ اگر دماغ اور اعصاب کے افعال میں تیزی ہوگی تو نہ ورم جلد مکمل اور نہ اورام کی صورت پیدا ہو گی۔ اس صورت میں ورم مدت تک قائم رہے گا یا مریض رطوبات جسم کے نکل جانے پر جلد مرجائے گا۔ موت کی صورت میں مریض پر نیند یا بیہوشی کا غلبہ رہے گا جیسا کہ عام طور پر محرقہ میں دیکھا جاتا ہے اسی طرح اگر اورام میں جگر اور غدد کے افعال میں تیزی ہو گی تو ورم جلد پختہ ہو گا یا جلد تحلیل ہو

جائے گا۔ اور اکثر جلد آرام آجاتا ہے۔ یا شدت کی صورت میں جب غشی بھی ساتھ ہو تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس میں حرارت اور بخار کی انتہائی تیزی ہوتی ہے اس لئے اورام کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان کی حرارت اور خصوصاً بخار کو ضرور مد نظر رکھنا چاہئے۔

ورم میں حرارت کی اہمیت اس سے پہلے بھی تاکید کی گئی ہے کہ اورام میں سے کوئی بھی ورم اصلی طور پر گرم نہیں ہوتا اور وہ سب اپنے مقام کی اہمیت کے لحاظ سے گرمی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر ورم کے مقام پر گرمی ہو تو وہاں پر ورم کیا سوزش بھی قائم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمام اورام میں حرارت پیدا کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ طبیعت مدبرہ بدن بھی وہاں پر خون کو بھیج کر حرارت ہی پیدا کر رہی ہوتی ہے۔ جہاں تک سرد ادویات سے رادع صورت کا تعلق ہے وہ بھی خون کی بہت کم ہے۔ اس لئے حالت ورم کو ذہن نشین کئے بغیر کبھی بھی رادع ادویات یا رادع اور محلل ملی جلی ادویات کو بغیر سوچے سمجھے نہ استعمال نہ کریں۔ جیسا کہ فرنگی ڈاکٹر فوراً ٹھنڈا پانی یا برف یا کولر کا پانی استعمال کر دیتے ہیں۔ بلکہ پنکھے کے استعمال سے بھی احتیاط کریں بعض فن سے اندھے معالج خصوصاً فرنگی ڈاکٹر سرسام میں گھڑوں پانی گرا دیتے ہیں۔ یہ مریض پر بالکل ظلم ہے بلکہ اس کو فنا کر دینے کے مترادف ہے۔

جن کو حکماء اور اطباء سرد اورام لکھتے ہیں وہ اورام وہی ہیں جن میں اعصاب کے افعال میں تیزی ہوتی ہے جن کی وجہ سے دل اور عضلات کے افعال میں سکون رہتا ہے اور جسم میں حرارت نہیں پھیلتی۔ ایسی صورت میں فوراً دل اور عضلات کے افعال کو تیز کر دینا چاہئے جیسے خسرہ و چیچک اور محرقہ بطن میں دانے اندر رک جاتے ہیں۔ یا محرقہ دماغی میں اسہال یا پیشاب زیادہ آتا ہے یا نزلہ و نیند اور بے ہوشی کی صورت میں قائم رہتی ہے۔

ورم میں گرمی لازمی ہے ورم کے مقام پر جو گرمی محسوس ہوتی ہے وہ اس خون کی وجہ سے ہوتی ہے جو طبیعت مدبرہ بدن وہاں پر حرارت قائم ہو کر وہاں کی سوزش و جراثیم اور تکلیف و مواد دوسری سے خشکی کو دور کر دے۔ لیکن اس گرمی سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ یہی گرمی جب وہاں پر بڑھ جاتی ہے تو طبیعت مدبرہ بدن

اعتدال کو قائم رکھنے کے لئے اس خون کو تمام جسم میں پھیلا دیتی ہے جو طبیعت مدبرہ بدن اعتدال کو قائم رکھنے کے لئے اس خون کو تمام جسم میں پھیلا دیتی ہے جو وہاں پر گرمی پیدا کر رہا ہوتا ہے اور وہاں پر تازہ خون روانہ کر دیتی ہے۔ اس طرح جسم میں بخار پیدا ہو جاتا ہے۔ اس ورم کی حرارت اور جسم کے بخار کو بدن کی زائد گرمی تصور کر کے وہاں سرد ادویات کا استعمال شروع کر دینا مرض کو خراب کرنا اور مریض پر ظلم کرنا ہے۔ ایسی غلطی کبھی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ پینے کے لئے سرد پانی تک نہیں دینا چاہئے شربت اور برف کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اورام کے بخار بعض معالج جن میں فرنگی ڈاکٹر خاص طور پر قابل ذکر ہیں" بخار خصوصاً اورام کے بخار کو سمجھے بغیر کچھ یا دافع بخار دوا جس سے ٹمپریچر گر جائے کا استعمال کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے بلکہ مرض کو بگاڑنا اور مریض پر ظلم کرنا ہے۔ اس طرح پسینہ اور پیشاب آور اور مسہل و ملین وغیرہ ادویات سے شربت یا عرق اور ٹھنڈا پانی وغیرہ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ ان تمام صورتوں سے اورام کی تحلیل میں دیر واقع ہو جاتی ہے۔ اورام کے بخار پر کیا منحصر ہے ہر قسم کا بخار کوئی مرض نہیں ہے وہ ایک قسم کی علامت ہے جو سوزش و اورام اور جراثیم و مواد متعفنہ سے پیدا ہوتا ہے جن سے کسی مفرد عضو کے فعل میں خرابی واقع ہو کر بخار پیدا ہو جاتا ہے۔ بس اس عضو جسم کے افعال کو درست کر کے اس کی قوت مدافعت (امیونٹی) کو بڑھایا جائے اس طرح سبب دور ہو کر بخار خود بخود اتر جاتا ہے۔ بخاروں کے متعلق تفصیل کے لئے ہماری کتاب "تحقیقات حمیات (بخار)" کا مطالعہ کریں۔

اورام کی حرارت اور بخار سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ بلکہ ان کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جیسے ہی ان کو اندرونی اور بیرونی طور پر بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ فوراً اورام کی حرارت اور بخار کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ذات الریہ (نمونیہ) کے متعلق ہر باشعور طبیب و حکیم اور وید جانتا ہے کہ یہ پھیپھڑوں کا ورم ہے اور اس کا علاج گرم ادویات سے کرتا ہے۔ فرنگی ڈاکٹر بھی گرم ادویات دیتے ہیں بلکہ برانڈی جیسی حرام شے تک استعمال کرا دیتے ہیں۔ لیکن

مریضوں کو خشکی اور پیاس کی شدت ہوتی ہے تو گلوکوز استعمال کرا دیتے ہیں۔ ان کو کوئی سمجھائے کہ گلوکوز کاربوہائیڈریٹ (نشاستہ) اور الکلائن (کھاری) ہے۔ جس کے استعمال فوراً ٹمپریچر (حرارت بدنیہ) کم ہو جاتا ہے۔ اس میں کلور (حرارت) نہیں ہوتی اس لئے اس کو اورام میں استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ یہ کوئی مقوی شے نہیں ہے۔

ذات الرویہ (نمونیہ) کی طرح محرقہ بلکہ بھی آنتوں کا ورم ہے۔ لیکن اس کے علاج میں اطباء اور حکماء سرد ادویات استعمال کرتے ہیں بلکہ ایسی ایسی سرد ادویات دی جاتی ہیں کہ دیکھ اور سن کر عقل حیران ہوتی ہے۔ بڑی بڑی طبی کتب میں یہی کچھ لکھا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو زنگی شفاء الملک کی کتب خصوصاً جامع الحکمت اور طبی فارماکوپیا کو دیکھ لیں۔ جب ایسے ایسے مجربات سے آرام نہیں ہوتا تو پھر یہی اطباء اور حکماء فرنگی گرم ادویات کی تعریف کرتے ہیں۔ مگر اپنے بے یقینی ہے خطا شفاء رکھنے والے علم العلاج کی طرف نہیں دیکھتے کہ ان اورام کا علاج کیا لکھا ہے۔ حمی اور امیہ کا علاج کیسے کرنا چاہئے۔ بخار کا نام سن کر صرف عرق اور شربت پلا پلا کر بخار کو خراب اور مریضوں پر ظلم نہیں کرنا چاہئے۔ ان حقائق سے اورام کی حرارت کو پورے طور پر سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔

ورم میں درد کی اہمیت اورام میں دوسری علامت درد (پین PAIN) ہے۔ درد کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ اگر ورم میں درد کی تکلیف نہ ہو تو مریض ورم کی چنداں پروا نہیں کرتا اور باقی تکلیف بہت حد تک برداشت کر کے پڑا رہتا ہے بلکہ کاروبار میں مصروف رہتا ہے۔ لیکن ورم کا درد ایک ایسی تکلیف ہے جو قابل برداشت نہیں ہے۔ اس لئے بعض معالج جن میں فرنگی ڈاکٹر خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ درد کی تکلیف کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے۔ ایسا کرنا نہ صرف غلط ہے بلکہ مریض پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ ایسا علاج بالکل بے اصولا ہے کیونکہ درد کی موجودگی اس امر کا اظہار ہے کہ سبب ورم قائم ہے۔ مثلاً جسم میں کسی جگہ کانٹا یا سوئی چبھ جائے تو اس سے جو درد ہوتا ہے اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ کانٹا یا سوئی نکالے بغیر وہاں کے درد کو مخدرات یا مسکنات سے روکنے کی کوشش کی جائے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ طبعیت مدبرہ بدن جو فطرتاً اس تکلیف کے علاج

کے لئے مقررہ ہے وہ اپنے کام سے غافل ہو جائے گی اور فوری طور پر جس قوت اور حرارت سے اس ورم یا سوزش کا علاج وہ کرنا چاہتی ہے ختم ہو جائے گا یا رک جائے گا۔ گویا درد نہ صرف ایک قدرتی علاج کی صورت ہے بلکہ علاج کا معیار بھی ہے جس کے قیام سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی تک وہاں پر ورم و سوزش اور مرض موجود ہے اس لئے علاج میں صرف درد کو روکنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ ورم اور سوزش کو اصلی طور پر رفع کرنا چاہئے جس سے پہلے درد ہی کو آرام ہوتا ہے۔

درد کی حقیقت درد کی حقیقت یہ ہے کہ مقام ورم کی عروق شعریہ میں خون حد اعتدال سے زیادہ آجاتا ہے جس کی وجہ سے وہاں سوزش ہوتی ہے جو بذات خود ایک ہلکی قسم کا درد ہے اس کی جلدن ہی دوران خون کو اس طرف تیز کر دیتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ مائیت خون بھی تراوش کرتی رہتی ہے۔ اس طرح خون کے دباؤ کی زیادتی رگوں کے پردوں پر پھیلے ہوئے اعصاب تن کر دب جاتے ہیں اور درد کرنے لگتے ہیں۔ لیکن جو اعضاء زیادہ نرم ہو جاتے ہیں ورم پر کم دباؤ کے سبب درد کم ہوتا ہے جہاں پر اعضا سخت اور جلد تنی ہوئی ہوتی ہے وہاں پر زیادہ دباؤ کے باعث درد سخت اور اکثر درد ٹیس کے ساتھ ہوتا ہے جیسے ذات الجنب (پلوری) میں ہوتا ہے۔

دردوں میں جو مختلف اقسام کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں اس کی وجہ درد کا مختلف اعضاء میں ہونا ہے جیسے اعصاب میں درد کے ساتھ بے چینی جلد کی خارش اور اکثر ناقابل برداشت بلکہ بعض اوقات بیہوشی کی صورت ہوتی ہے۔ غدود کیفیتن میں جلن کے ساتھ درد ہوتا ہے۔ جیسے ذات الجنب (پلوری) اور سوزاک (گونوریا) وغیرہ میں۔ اسی طرح عضلات اور حجاب میں چبھن اور موڑنے والا درد ہوتا ہے۔ اندازاً نرم اور سخت اعضاء کے مقابلہ میں پستانوں اور گردوں کے دردوں اور کانوں اور ماتھے کے دردوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اولذکر مقام نرم ہیں اور ثانی الذکر سخت مقام ہیں جہاں پر زیادہ رطوبت اکٹھی نہیں ہو سکتی اور درد میں شدت ہوتی ہے۔

دردوں کی دوسری وجہ خون اور رطوبات کی کمی بیشی ہے اور ان کا گرم اور سرد احساس ہے۔ یعنی جہاں خون کا دباؤ ہوگا وہاں پر درد شدید ہوگا۔ اس کو عام طور پر

اطباء گرمی کا درد کہتے ہیں اور جہاں پر خون کی رطوبات تراوش پا کر دباؤ پیدا کر دیں وہاں پر درد کم مگر بوجھ زیادہ ہوگا۔ ایسے دردوں کو اطباء نے بلغمی اور سردی کا درد کہا ہے۔ یہ وہ تحقیقات ہیں ان کو ذہن نشین کرلیں۔ فرنگی طب (ڈاکٹری) ان حقائق سے واقف نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہڈیوں کے درد شدید اور توڑنے والے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہڈیوں کے غشاء کے نیچے رطوبات کا اجتماع ہوتا ہے اس لئے خون کا اجتماع درد میں شدت پیدا کرتا ہے۔

بعض درد اپنے مقام سے دور معلوم ہوتے ہیں جیسے جگر اور طحال کے درد اور سوزش کندھوں میں اور پھیپھڑوں کے درد اور سوزش اور گردوں کے نیچے اور اوپر پیچھے۔ گردوں کے درد اور سوزش رانوں کے اندر بلکہ بعض اوقات پوری ٹانگ اور پاؤں تک محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح مثانہ کے درد اور سوزش خصیوں اور پیشاب کی نالی تک چلے جاتے ہیں۔ عورتوں میں رحم کے درد اکثر کمر اور سر میں محسوس ہوتے ہیں اور اکثر مستقل صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے کسی صورت میں بھی دردوں میں اس وقت تک روکنے کی کوشش نہ کریں جب تک اس اس کی اصل وجہ معلوم نہ کرلیں۔ وجہ اگر درد کو فوراً روک دیا گیا تو سوزش اور ورم مزمن صورت اختیار کر لیتے ہیں اور جب تک پھر ان دردوں کو پیدا نہ کیا جائے ان کو آرام نہیں آسکتا۔ کیونکہ دردوں میں یہ خوبی ہے کہ وہاں پر خون کو کھینچ کر مقام کو گرم رکھتے ہیں۔ بلکہ وقفہ بخار چڑھا دیتے ہیں۔ بخار کی آگ (دوزخ کی بھٹی) ہی نوے فیصدی امراض کا علاج ہے۔

درد کی صورتیں درد کی صرف تین صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1. آرام اور سکون کی حالت میں ورم کے مقام پر درد محسوس ہوا اور جب کچھ حرکت کی جائے تو درد میں آرام معلوم ہو۔ اس قسم کا درد اعصابی ہوتا ہے۔
2. آرام اور سکون کی حالت میں مقام ورم پر درد میں سکون رہے۔ مگر معمولی حرکت پر یا مقام ورم کو ذرا سا بھی چھوا جائے تو درد کا فوراً احساس ہو۔ اس قسم کا درد غدی ہوتا ہے۔
3. درد کا احساس صرف اسی وقت ہوتا ہے جب تک مقام ماؤف پر دباؤ ڈالا جائے یا

اس کو حرکت دی جائے۔ البتہ بعض دفعہ خفیف دباؤ یا خفیف حرکت سے درد کا احساس نہیں ہوتا۔ لیکن شدید دباؤ یا زیادہ حرکت سے درد کا احساس ہونے لگتا ہے اس قسم کا درد عضلاتی ہوتا ہے۔

جوڑ اس امر کو ذہن نشین کر لیں کہ درد کا اندازہ بڑے اور چھوٹے ورم سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں جس قدر سختی ہو گی اسی قدر درد زیادہ ہو گا اور جس قدر نرمی ہو گی، درد کم ہو گا یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ جس قدر سوجن زیادہ ہو گی اور درد کم ہو گا۔ جس قدر سوجن کم ہو گی، درد زیادہ ہو گا۔ کیونکہ ابتداء میں رطوبات کے ترشح سے درد میں کمی ہوتی ہے۔ یہی مقام ہے جس کو رودع کہتے ہیں۔

دردوں میں کمی بیشی ان حقائق سے یہ حقیقت پر طور پر جان لیں کہ درد کی زیادتی ایسے مقام پر ہو گی جہاں پر اعصاب کی زیادتی انسجہ کی سختی پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کان کا درد اور دانت کا درد دیگر دردوں سے زیادہ اور ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ کان میں اعصاب کی زیادتی اور دانتوں اور مسوڑھوں میں زیادہ سختی پائی جاتی ہے۔ وہاں پر انسجہ بہت زیادہ پھیل نہیں سکتے اور ان مقامات پر جب بھی خون کا ذرا سا دباؤ بڑھ جاتا ہے درد شدید ہو جاتا ہے۔

دوسرا تجربہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے ہاتھ کی پشت پر جب بھی کوئی بھڑ وغیرہ ڈنگ مارتی ہے تو وہاں پر ورم بہت زیادہ اور نمایاں طور پر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی درد فوراً کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور پشت دست کی بجائے اگر کف دست میں کوئی بھڑ وغیرہ ڈنگ مارے تو وہاں پر ورم نہ ہونے کے برابر ہو گا۔ مگر درد زیادہ ہو گا۔ ان دردوں کی کمی بیشی کی وجہ بیان کر دی گئی ہے تاکہ معالج اورام کے دردوں کو رفع کرنے میں مقام اور اصول علاج کو مدنظر رکھیں اور فوراً درد کو مخدرات اور منشیات سے کم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ اصولی طور پر اورام کا علاج کریں اور یہی اصولی علاج ہے۔

ورم میں سرخی کی اہمیت اورام میں تیسری علامت سرخی (حمرت) کی ہے جس کو انگریزی میں ریڈنس (REDNESS) کہتے ہیں۔ سرخی کی اہمیت کا اندازہ اس امر

سے لگایا جا سکتا ہے کہ سرخی کی زیادتی کے ساتھ ہی ساتھ حرارت اور درد کی زیادتی ہوتی ہے اور سرخی کو دیکھنے سے اورام کی اکثر صورتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ سرخی مقام درد پر خون کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر سوزش زیادہ ہوتی ہے اسی قدر خون کا دباؤ، حرارت، درد اور سرخی زیادہ ہوتی ہے۔ جب تک درد اور حرارت اور خون کا دباؤ بڑھتا رہتا ہے سرخی بھی بڑھتی رہتی ہے۔ جہاں درد میں کمی اور سوجن میں زیادتی ہوئی سرخی میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

سرخی میں تغیرات ابتداء میں اس کا رنگ شوخ گلابی رنگ کا ہوتا ہے اور پھر جلدی گہرا سرخ ہوتا ہے۔ اگر ضعف کی وجہ سے دوران خون میں دباؤ کم ہو جائے یا ترشح رک جائے یا حرارت میں کمی واقع ہو جائے یا خون کی واپسی میں رکاوٹ پیدا ہو جائے جیسا کہ عروق شعریہ سے خون کے گزرنے میں زیادہ وقت ہوتی ہے تو سرخی گہری سیاہی مائل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر سوزش کم ہو تو سرخی میں زیادتی ہوتی ہے اور جب سوزش بڑھ جائے تو سرخی ہلکی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سوزش میں رطوبات کا ترشح بڑھ جاتا ہے۔ جو سرخی کو کم کر دیتا ہے۔ ابتدائی صورت میں سرخ ذرات خون کی کثرت ہوتی ہے جن سے سرخی کا اظہار زیادہ ہوتا ہے اور ترشح کے بعد سفید ذرات خون زیادہ بڑھ جاتے ہیں وہ بھی سرخی کی زیادتی کو کم کر دیتے ہیں۔

مقام سرخی کو اگر دبایا جائے تو بھی اس کا رنگ ہلکا ہو جاتا ہے اور جب دباؤ ہٹایا جائے تو پھر وہاں پر سرخی لوٹ آتی ہے۔ سرخی کی زیادتی کی ایک وجہ نسیم، آکسیجن (OXYGEN) کی زیادتی بھی ہوتی ہے۔ جب نسیم کم ہو جاتی ہے تو سرخی کی بجائے دبانے سے زردی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عروق میں سے خون کی سرخی خارج ہو کر ساخت میں چلی جاتی ہے۔ جب کبھی خون میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور خون کی رکاوٹ پیدا ہو جائے یا عروق میں سدہ واقع ہو جائے یا عروق شعریہ میں سے کوئی عروق پھٹ جائے اور خون کی روانگی رک جائے تو دبانے سے سرخ رنگ غائب نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ حالت دیر تک رہے تو اس مقام پر اکثر دھبہ پڑ جاتا ہے۔

اکثر ورم اپنے رنگ کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ مثلاً آتشک اپنی سرخی کی وجہ

سے تشخیص کیا جاتا ہے۔ طب یونانی میں سرخ رنگ کے ورم کو عام طور پر دموی کہا جاتا ہے اور جب زرد صورت اختیار کر لیتا ہے تو اس کو صفراوی ورم کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر سفیدی زیادہ ہو تو بلغمی ورم کہتے ہیں۔ طب یونانی میں انہی رنگوں کی وجہ سے اورام کے نام بھی رکھ دیئے گئے ہیں مثلاً سر کے دموی ورم کو جس میں سرخی زیادہ ہوتی ہے قرانیطس خالص کہتے ہیں اور بلغمی ورم کو شیر غس کہتے ہیں۔

بعض اورام کی رنگت کا اثر دور دور تک ہوتا ہے مثلاً دماغ کے ورم سے منہ سرخ ہو جاتا ہے۔ امعاء کے ورم سے جلد پر سرخ دانے نکل آتے ہیں۔ معدہ کی سوزش اور ورم سے جسم پر پتی اچھل آتی ہے جسم پر سر سے لے کر پاؤں تک اور جلد پر سرخ دھبے پڑ جاتے ہیں۔

اورام میں سرخ رنگ کے متعلق یہ یاد رکھیں کہ عضلاتی ورم ہے یا عضلات میں تحریک پیدا ہو چکی ہے۔ اور جس ورم میں زردی غالب ہو تو سمجھ لیں کہ غدی تحریک ہے یا وہ غالب آ رہی ہے۔ جو ورم میں زردی غالب ہو تو سمجھ لیں کہ غدی تحریک ہے یا وہ غالب آ رہی ہے۔ جو ورم سفید ہو یا سفیدی ان پر غالب ہو تو اس کی وجہ اعصابی تحریک ہوتی ہے۔ جو صورت حمیات میں حرارت پیدا کرتی ہے وہ صورت اورام میں بھی کام کرتی ہے۔

سرخی کی پیدائش اور اس کے افعال یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خون کے سرخ دانوں کی وجہ سے سرخی پیدا ہوتی ہے۔ خون میں اکثر سرخ دانے ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے خون کے باقی اجزاء خصوصاً اس کا پانی بھی رنگین نظر آتا ہے۔ یہ سرخ دانے سفید دانوں سے پیدا ہوتے ہیں اور خون کے سفید دانے کیلوس اس کے دانوں سے پیدا ہوتے ہیں جو غذا کھانے کے بعد تیار ہوتا ہے۔

یہ ذرات کیلوس و ذرات سفید اور ذرات سرخ کی پیدائش اور تبدیلیاں یونہی خود بخود نہیں ہوتی رہتیں بلکہ یہ جسم میں کیمیاوی تبدیلیاں ہیں جو بعض اعضاء کے تعاون سے پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اس بیان کا مقصد یہ ہے کہ ان تبدیلیوں کلی کی نشی کی صورت میں ان اعضا کو مد نظر رکھنا چاہئے۔

صحیح کیلوس اسی وقت تیار ہو سکتا ہے جب کہ غذا میں صحیح طور پر رطوبات معدی و امعائی اور بلبہ و کبدی وغیرہ اس میں شامل ہوں اور اس کو پوری طرح کا وقفہ حاصل ہو اسی طرح سفید ذرات خون اسی وقت صحیح طور پر تیار ہو سکتے ہیں جب غدد جاذبہ میں ان کی پختگی عمل میں آئے۔ یہی صورت سرخ ذرات خون کی ہے۔ جب تک ان کی پختگی جگر میں نہ ہو اس وقت تک وہ سرخ نہیں بنتے گویا جگر کی حرارت ہی ان کو پکا کر سرخ بناتی ہے۔ اور خون سرخ ہونے تک جسم کے تمام اعضاء اپنا اپنا کام کرتے ہیں جب جا کر خون میں سرخی پیدا ہوتی ہے۔

جب یہ سرخی تندرستی کی حالت میں جسم میں خرچ ہو جاتی ہے تو باقی رطوبات جو جسم میں پڑی رہ جاتی ہیں غدد جاذبہ کے ذریعے کھینچ جاتی ہیں اور کیمیاوی طور پر طحال میں وارد ہو کر اس میں پھر تکمیل شروع ہو جاتی ہے۔ خون کی سرخی میں ترشی اور کھار تقریباً اعتدال پر ہوتے ہیں۔ سرخی ختم ہونے پر اس میں صرف کھاری پن رہ جاتا ہے اور یہی کھاری پن طحال میں جا کر کیمیاوی طور پر ترشی میں تبدیل ہوتا ہے اور پھر کیمیاوی طور پر قلب اور عضلات میں اپنی ترشی سے تیزی پیدا کرتا ہے۔ جہاں پر تیزی اور گردش سے حرارت پیدا ہو کر جگر میں پھر سرخی حاصل کرتا ہے اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔

جو خون شریانوں میں ہوتا ہے اس کی سرخی شوخ ہوتی ہے اور اس کا ذائقہ نمکین ہوتا ہے اور یہی اس کی گرمی اور تحلیل پر دلالت ہے۔ کیونکہ حرارت کا حامل بھی خون ہے اور اسی حرارت کی وجہ سے وہ شریانوں میں بہتا اور گردش کرتا ہے۔ خون کی حرارت خون کی سرخی سے قائم ہے۔ البتہ جب اس میں نرمی پن پیدا ہو جائے تو اس کی حرارت اور قوت تحلیل ورم کی صورت میں یہ طاقت مفید ثابت ہوتی ہے۔

جب خون کو باہر نکالا جائے تو اول وہ گاڑھا سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر جم جاتا ہے شریانوں کے اندر خون کے اجزائے ہوائیہ اپنی مقدار اوسط" اس کے جسم کے نصف سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ اجزائے ہوائیہ دخان و نسیم اور شوریہ (کاربن ڈائی آکسائیڈ، آکسیجن اور نائٹروجن) سے مرکب ہوتے ہیں۔ ان کا ایک خاص تناسب ہے جو

شریانوں میں خون کو سیال رکھتا ہے۔ جب خون باہر آتا ہے تو یہ توازن اجزائے ہوائیہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ جم جاتا ہے۔ جب جسم کے اندر کسی ورم میں سرخی کی تبدیلی سیاہی میں ہونے لگے تو اس عمل سے فوراً اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان اجزائے ہوائیہ کا توازن ختم ہو رہا ہے اس عمل کو سمجھنے سے بہت سے خوفناک اورام کا علاج کیا جاسکتا ہے اور بہت سی زندگیوں کو بچایا جاسکتا ہے۔

خون کی سرخی ایک سرخ رنگ کے مادے (ہیموگلوبن) سے ہوتی ہے جس سے ایک طرف دخانی اجزاء کم ہوتے ہیں دوسری طرف حرارت قائم ہو جاتی ہے۔ بس یہی سرخ دھار اور سیال خون دافع سوزش اور محلل اورام ہے۔ یہی خون روح حیوانی کا حامل بلکہ صحت کا محافظ ہے۔

ورم میں سوجن کی اہمیت اورام میں چوتھی علامت سوجن کی ہے جس کو نمو (سوئلنگ SWELLING) کہتے ہیں۔ یہ سوجن ایک غیر طبعی ابھار اور نمو ہے جو مقام سوزش پر خون و رطوبت کی زیادتی یا وہاں پر کسی مواد کی تربیت سے نمو اور جسم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی وہاں پر خون کی زیادتی اور سختی ہوتی ہے اور کبھی رطوبات کی زیادتی اور سختی ہوتی ہے اور کبھی رطوبات کی زیادتی اور نرمی ہوتی ہے۔ کبھی نہ خون کی زیادتی ہوتی ہے اور نہ رطوبات کی زیادتی۔ مگر وہاں پر جسمانی سختی پائی جاتی ہے۔

سوجن میں امتیاز اصلی ورم کی سوجن تو وہی ہے جس میں خون کی زیادتی اور سختی پائی جائے یا خون کی زیادتی اور سختی کے ساتھ رطوبات اور نرمی پائی جائے۔ کبھی خون کی زیادتی اور سختی زیادہ ہوتی ہے اور رطوبات اور نرمی کم ہوتی ہے۔ اسی طرح کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔ دونوں کا کسی نہ کسی حد تک پایا جانا ضروری ہے اور یہ کبھی نہ ہوگا کہ رطوبات و نرمی تو پائی جائے لیکن خون اور سختی کا وہاں پر وجود ہی نہ ہو۔

دوسری صورت ایک قسم کا تموج ہے۔ اس کو رفوع کہتے ہیں۔ جیسے استسقاء ذات الجنب اور وجع المفاصل وغیرہ ہیں۔ یہاں پر مقام عدم پر رطوبات اکٹھی ہوتی

ہیں۔

وہ اندر کے عضو کی تحلیل ہوتی ہے۔ جیسے استسقاء میں سوزش غدود و جگر میں ہوتی ہے اور تحلیل قلب و عضلات میں ہوتی ہے۔ یہی صورت ذات الجنب کی غشائے مخاطی (غدی جھلی) میں پائی جاتی ہے اور وجع المفاصل میں سوزش اعصاب میں ہوتی ہے اور تحلیل غدود میں ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جہاں بھی جسم میں تحلیل ہوگی اس طرح کی رطوبات اندر اس مقام پر اکٹھی ہو سکتی ہیں۔ ایسے تمام اورام حقیقی اورام نہیں ہوتے صرف سوجن ہوتی ہے اس لئے رفوع کہلاتے ہیں۔

تیسری قسم کی سوجن ایسے سخت اجسام کی ہے جن میں ظاہرا نہ خون کی زیادتی ہوتی ہے اور نہ رطوبات کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول جیسے عظم کبد عظم طحال اور عظم قلب و گلے پڑنا وغیرہ۔ ان تمام صورتوں میں اعضاء کی طرف سکون ہوتا ہے اور رطوبات کی زیادتی سے یہ اعضا پھول جاتے ہیں۔ ان کو ورم نہیں خیال کرنا چاہئے اور نہ ہی ورم کی طرح ان کا علاج کرنا چاہئے۔ کیونکہ اورام میں زیادہ سے زیادہ حرارت پیدا کی جاتی ہے۔ مگر یہاں پر زیادتی سے زیادہ تحریک پیدا کر کے ان اعضاء کی رطوبات کو خشک کرنا پڑتا ہے۔ تیسری قسم کی دوسری صورت رسولی کی ہے جو جسم میں کسی مقام پر مواد جسم تربیت پاکر بے ڈول جسم بن جاتا ہے یا کسی مقام کا مواد سختی قبول کر لیتا ہے جن کی تفصیل ان کے باب میں بیان کی جائے گی۔

اصل سوجن اس وقت پیدا ہوتی ہے جب خون کی رطوبت تنگ کر خانہ اور جسم میں بھر جاتی ہے۔ جوں جوں یہ رطوبت اور مائیت بڑھتی جاتی ہے۔ سوجن زیادہ ہوتی جاتی ہے جن مقامات پر خانہ دار جسم زیادہ ہوتا ہے وہاں بظاہر ورم بھی زیادہ ہوتا ہے۔

یاد رکھیں کہ جب ورم کی سرخی کم ہوتی جائے گی۔ ورم کا بڑھنا رک جاتا ہے اور سرخی ختم ہو جاتی ہے۔ ورم بالکل نرم ہو جاتا ہے۔ اگر حرارت بھی کم ہو جائے تو وہی نرم سوجن جو صرف رطوبت اور مائیت ہوتی ہے پھر سخت ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسے سخت ورم میں سرخی غائب ہوتی ہے۔

رطوبت طلیہ اور رطوبت دمویہ حالت صحت میں طبعی طور پر تغذیہ و تنمیہ

اور اور تصفیہ جسم کے لئے جو رطوبت جسم پر ترشح پاتی رہتی ہے اس کو رطوبت طلیہ کہتے ہیں۔ طلیہ کے معنی شبنم کے ہیں۔ گویا یہ جسم پر شبنم کی طرح ترشح پاتی ہے جس کو انسانی جسم جذب کر لیتا ہے اور اگر کچھ باقی بچ جاتی ہے یا فاضلہ رطوبات جو جسم سے اس میں شامل ہو جاتی ہیں ان سب کو غدد جاذبہ جذب کر کے عروق جاذبہ کے ذریعہ قلب میں شامل کر دیتے ہیں۔

صحت کی حالت میں رطوبت طلیہ طبعی طور پر اعتدال کے ساتھ ترشح پاتی ہیں۔ لیکن جب اس کے ترشح میں اضافہ یا زیادتی پیدا ہو جائے تو اس کو رطوبت طلیہ کی بجائے رطوبت دمویہ کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ رطوبت طلیہ اور رطوبت دمویہ میں کوئی فرق نہیں۔ یہ فرق صرف ان کی کمی اور زیادتی کا ہے جہاں تک ان کے اجزاء کا تعلق ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس کو سمجھنے کے لئے نزلہ زکام کو مدنظر رکھیں۔ یعنی نزلہ زکام میں جو رطوبات جسم کے اندر یا باہر گرتی ہیں وہ کوئی نئی نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہی رطوبات ہوتی ہیں جو صحت اور تندرستی کی حالت میں طبعی طور پر جسم کو تر و نرم اور گرم رکھتی ہیں۔ لیکن جب ان مقامات پر اندر و باہر کسی جگہ سوزش ہوتی ہے یا کوئی تیز اثر کرتا ہے تو ان کی مقدار میں زیادتی کی ہے بلکہ اسی نزلہ میں ہم نے ان تمام رطوبات کو بیان کیا ہے جو جسم انسان سے کسی راہ خارج ہو یا منی اور ودی کے اخراج میں زیادتی ہو۔ ان کی تفصیل ہماری کتب تحقیقات نزلہ زکام اور تحقیقات اور فارماکوپیا میں دیکھیں۔

رطوبت دمویہ کی زیادتی مرض پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن قدرت فطری طور پر کسی علامت کو بغیر مفید وجہ کے پیدا نہیں کرتی۔ ظاہرداری میں چونکہ یہ علامات غیر طبعی ہیں اس لئے ان کو امراض کے ذیل میں داخل کر لیتے ہیں۔ ورم میں بھی یہی رطوبت دمویہ خون سے جدا ہو کر ترشح پاتی ہے اور جہاں اس کے اخراج کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا وہاں سوجن کی صورت پیدا کر دیتی ہے۔

اس رطوبت دمویہ میں خون کے تمام خواص و اثرات پائے جاتے ہیں۔ البتہ اپنے اعضاء کی مناسبت سے ان کی ماہیت میں ضرور فرق ہوتا ہے۔ مثلاً اعصاب میں تحریک ہو تو رطوبات رقیق ہوں گی۔ اس میں سردی غالب ہو گی جسم میں خون کا دباؤ

بہت کم ہو گا اور رنگت میں سفیدی غالب ہو گی۔ گویا جسم میں شوریت (ہائیڈروجن) کا غلبہ ہو گا۔ اسی طرح جب غدی تحریک ہو گی تو رطوبت غلیظ اس میں حدت غالب پیشاب میں جلن جسم میں خون کا دباؤ دل کی طرف بڑھا ہوا۔ رنگت میں زردی نمایاں ہو گی۔ گویا جسم میں کبریت (آکسیجن) کا غلبہ ہو گا۔ اسی طرح عضلاتی تحریک میں رطوبت زیادہ غلیظ' اکثر ناقابل اخراج' خشکی غالب' جسم میں خون کا دباؤ دماغ کی طرف بڑھا ہوا۔ رنگت میں سرخی نمایاں ہو گی۔ گویا جسم میں دخان (کاربن) کا غلبہ ہو گا۔ اور جب دو تحریکوں کو سامنے رکھیں گے تو افعال و اثرات مشترک ہوں گے۔

رطوبت دمویہ کے افعال و اثرات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ قدرت جسم میں کسی علامت کو بغیر کسی مفید وجہ کے ہرگز پیدا نہیں کرتی۔ اگرچہ اس کی غیر طبعی صورت باعث تکلیف اور مرض کے تحت داخل ہو یہی صورت اس رطوبت دمویہ (ترشح) کی بھی ہے اس کے فوائد درج ذیل ہیں:

1۔ اپنے اعضاء کی مناسبت کی وجہ سے انہیں ترشح میں کھاری و ترشی اور نمکینی اثرات غالب ہوتے ہیں (2) فاد زہر ہوتا ہے (3) اس میں ہر قسم کے حیواناتی و جاناتی اور جماداتی زہر ختم یا خفیف ہو جاتے ہیں (4) سوزش اور جلن کو کم کرتا ہے (5) خون کے اجتماع کو کم کرتا ہے (6) دوران خون کو اس طرف آنے سے روکتا ہے (7) اس کے دباؤ کی وجہ سے اعضاء کے افعال میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ اورام پر گرم پلٹس' ٹکور اور گرم مالش کا مقصد اس رطوبت کا بڑھانا ہے اور یہی اس کے مفید ہونے کی دلیل ہے۔ گویا رطوبت دمویہ کے ساتھ سوجن بھی فطرت کا ایک مفید عمل ہے۔

ورم سے افعال کی خرابی میں اہمیت اورام میں پانچویں علامت نقور افعال اعضاء (لاس آف فنکشن LOSS OF FUNCTION) ہے جو اعضاء کی معمولی افراط و تفریط سے لے کر حرکت و سکون یا اس کی کسی خفیف علامت جلن و خارش اور لذت کی زیادتی سے ہوتا ہے اور سستی کا اعضاء کی حرکت میں بوجھ و مشکل سے حرکت کا ہونا یا بالکل ہی حرکت کا رک جانا ہوتا ہے۔

فتور افعال اعضاء میں غلط فہمی جب کسی عضو کے افعال میں افراط و تفریط اور تیزی و کمی پیدا ہوتی ہے تو اس کے متعلق کبھی بھی اس عضو کی سوزش ورم کی طرف توجہ نہیں دی جاتی بلکہ یونہی اس عضو کی خرابی ایک بے حسی تکلیف سمجھ لی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی عضو کے افعال میں ہر افراط تفریط سے اورام و سوزش کا ایک گہرا تعلق ہے۔ اگر وہاں پر درد یا اس کی خفیف علامت سے عضو کے افعال میں فتور ہے تو درد بھی سوزش اور ورم کی علامت ہے۔ بلکہ ان کے بغیر درد پیدا ہی نہیں ہوگا۔ اگر وہاں پر سوجن کی وجہ سے افعال اعضاء میں فتور ہے تو یہ علامت بھی ورم کی ہے۔ گویا اس حقیقت کو مدنظر رکھیں کہ جسم کے کسی عضو کے افعال میں اگر کسی قسم کا فتور تھوڑا یا بہت واقع ہو تو فوراً اس عضو کے ورم یا سوزش کو ضرور سامنے رکھیں۔ اسی طرح کبھی کسی ایک عضو کی سوزش اور ورم کا اثر کسی دوسرے عضو کے افعال میں فتور پیدا کر دیتا ہے اس لئے جسم میں خرابی میں اعضاء کے ساتھ دیگر اعضاء کو بھی بغور سمجھنا ضروری ہے۔

فتور افعال اعضا کی صورتیں اعضاء کے افعال میں فتور کی تین صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اول اعضاء کے افعال میں تیزی پیدا ہو جائے جس میں درد اور خون کے دباؤ سے اس کا اظہار ہوگا۔ دوسرے اعضاء کے افعال میں سستی پیدا ہو جائے جو تخدیر (سن ہو جانے) تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ صورت تسکین یا رطوبات کی زیادتی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ تیسرے اعضاء کے افعال میں ضعف یا ڈھیلا پن یا دیہ ساخت اور مشینی یا کیمیاوی یا کچھ اور کیوں نہ ہوں لیکن تینوں صورتوں کے علاوہ چوتھی صورت بھی نہیں ہو سکتی۔ ان کو سمجھ لینے سے فتور افعال اعضاء کو پورے طور پر سمجھا جا سکتا ہے پھر سستی تسکین سے لے کر فالج و تخدیر تک اور بے چینی حرکت اعضاء سے جنون تک کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے اور پھر ہر قسم کی خرابی خون اور ضعف آسانی کے ساتھ علاج کیا جا سکتا ہے۔

فرنگی طب کے علاج میں ایک بڑی خرابی جسم کے کسی عضو کے افعال میں اگر فتور پیدا ہو جائے تو فرنگی معالج اول تو اس کو ضعف یا اعصابی کی کمی یا مواد کی

زیادتی یا خون کے کیمیاوی عناصر کی کمی یا وہاں جراثیم کا سراغ لگاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز ہاتھ نہ لگے تو اپنی بے بسی اور کمزوری پر مدد کر بیٹھ رہتے ہیں۔ جیسے جوڑوں کے دردوں اور فالج میں ان کو کچھ نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے علاج میں بے حد ناکام ہیں۔

علاج کی جلد بازی میں فرنگی طب کے ظلم امراض کا فوری علاج کرنا فرنگی طب نے اپنی فوقیت بنا رکھی ہیں اور ہر مرض علامت کے دور کرنے میں جلد بازی اختیار کر رکھی ہے اور ان کی اس خوبی کا عوام پر گہرا اثر پڑا ہے۔ مثلاً درد سر میں سارپڈان اور اسپرو کا استعمال دیگر اقسام کے دردوں میں مارفیا و افیون اور بھنگ، دھتورہ اور دیگر نشی ادویہ کے استعمال کو فوقیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح محرقہ و خسرہ اور چیچک وغیرہ کے فوری علاج میں تیز ادویات کا استعمال کرنا بے حد ظلم ہے۔ کیونکہ ایسی ادویات سے رطوبات کے اخراج میں فوری طور پر ایسی تیزی ہو جاتی ہے کہ ان کی زیادتی سے جسم کے کسی عضو یا سارے جسم میں تخدیر فالج اور اکثر موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دوران خون کی کسی ایک عضو کی طرف تیزی اور شدت وہاں پر تحلیل اور ضعف پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب کے اس ظلم کی وجہ سے اکثر ایسے مریض دیکھنے پڑتے ہیں جن کی دماغی اور قلبی حالت خراب ہو گئی ہے اور دوسرے پڑتے ہیں۔ آنکھوں میں بھینگا پن یا اندھا پن پیدا ہو گیا ہے یا کوئی بازو اور ٹانگ وغیرہ ماری گئی ہے یا ٹمپریچر اور درجہ حرارت ایسا گر گیا ہے کہ وہ پورا ہی نہیں ہوتا اور جسم روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے۔

فرنگی طب کی جلدی بازی کے یہ چند نمونے ہیں جو انسانوں پر غیر معمولی ظلم ہے۔ مرض کیا دور کیا مریض کی زندگی تباہ کر کے رکھ دی۔ یہی وجہ ہے کہ اطباء ہر مرض کے علاج میں اول نضج کو مدنظر رکھتے ہیں تاکہ پہلے مواد پختہ ہو جائے اور خود نکلنے کی کوشش کرے۔ اس لئے ہم نے ہر عضو کو تحریک دینے کی تاکید کی ہے۔ تاکہ عضو میں تربیت و تقویت پیدا ہو جائے اور جسم میں کیمیاوی اعضاء بھی پورے ہو جائیں اور ان میں امراض و علامات کو خارج کرنے کی اہلیت پیدا ہونا بے حد ضروری ہے۔

علاج میں ورم کا مقام علاج میں یہ امر ذہن نشین کر لیں کہ سوزش اور ورم کا

ایک خاص مقام اور اہمیت ہے جو مقام اور اہمیت ان کو حاصل ہے وہ کسی علامت کو امراض اور علاج سے حاصل نہیں ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ تقریباً جسم انسان کی تمام علامات انہی دونوں علامات سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً درد' بخار' سرخی' ضعف اور اعضاء کے افعال میں کمی بیشی اور ان کے ماتحت علامات سب انہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو معالج سوزش اور ورم کو پورے طور پر ذہن نشین کرلے گا وہ تمام امراض اور ان کی علامات پر پوری طرح قابو پالے گا۔ آج تک سوزش اور ورم کو پورے طور پر سمجھنے کی کوشش کبھی نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی ان کو دیگر ہر مرض اور علامت میں مدنظر رکھا گیا ہے۔

فتور افعال کی حقیقت قدرت کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن انسان اندازے کے مطابق نہیں پاتا تو وہ پریشان اور بے چین ہو جاتا ہے اور اکثر اپنی تکلیف کی شدت میں تڑپتا ہے اور روتا ہے۔ مگر خداوند کریم کی رحمت و قدرت اور ربوبیت ہمیشہ اس پر اپنی نوازشات ہی کرتی رہی ہے۔ مثلاً کام کی زیادتی میں جب تھکن ہو جاتی ہے تو انسان اعضا میں حرکت مشکل ہو جاتی ہے۔ حرکت میں تکلیف ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کو آرام کی ضرورت ہے۔ گویا وہ حرکت میں تکلیف خداوندی ہے۔

اسی طرح جب زیادہ لیٹنے سے تھکن اور بے چینی پیدا ہو جاتی ہے تو دل لیٹنے میں پریشانی اور گھبراہٹ محسوس کرتا ہے اور چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے کی قوت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح زیادہ کھانے سے سستی و تھکن اور قرار نہیں آتا اور بھوک ختم ہو جاتی ہے۔ اور آرام کو دل چاہتا ہے۔۔۔۔ اس میں خیریت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح دیگر مفرد اور مرکب اعضاء کے افعال کی افراط و تفریط اور ضعف پر غور کیا جاسکتا ہے۔

ورم میں مدہ کی اہمیت اورام میں جن پانچ علامات ورم کی اہمیت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہ اورام کی تشخیص میں زبردست اہمیت رکھتی ہیں۔ اورام میں ایک شے اور بھی شامل ہے۔ اگرچہ اس کا علامات اور اورام سے تعلق نہیں ہے۔ تاہم اس کی

اہمیت مسلمہ ہے۔ کیونکہ ورم کی ابتداء سے انتہا تک اس کا ورم کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔ اس کو پیپ کہتے ہیں۔ اس کو مدہ اور تیج (پس PUSS) بھی کہتے ہیں۔

پیپ کی تعریف یہ ایک گاڑھی سیال رطوبت ہے جس کا بالائی حصہ کچھ رقیق اور نیچے کا حصہ کثیف ہوتا ہے۔ کبھی تمام کی تمام کثیف بلکہ بعض اوقات منجمد ہوتی ہے۔ رنگ سفید زردی مائل کبھی سرخی مائل اور کبھی نیلگوں بھی ہوتی ہے۔ اس کا رقیق حصہ اکثر رطوبت صدیدی (رطوبت زخم) ہوتی ہے۔ اپنے مقام کے لحاظ سے اس کی رنگت اور قوام میں تبدیلی ہوتی ہے۔ یعنی اگر سوزش اعصاب میں ہوگی تو رنگت میں سفیدی اور نیلاہٹ غالب ہوگی اور اگر عضلات میں سوزش ہوگی تو رنگت سرخی مائل اور اکثر گاڑھی یا منجمد شدہ ہوگی۔ اسی طرح اگر سوزش غدد میں ہوگی تو رنگت گاڑھی زرد اور قوام نیم جامد ہوگا اور جلد تیار ہو جاتی ہے۔

مدہ کی حقیقت مدہ یا پیپ دراصل خرج رطوبت ہے۔ جو رطوبت طلیہ کی صورت میں وہاں پر گر کر اکٹھی ہو جاتی ہے اور جب وہ وہاں پر کافی عرصہ ٹھہرنے کے بعد حرارت اس پر عمل کرتی ہے تو اس میں خمیر پیدا ہو جاتا ہے اور خمیر پیدا ہونا قدرت کا فطری عمل ہے تاکہ اس میں تیزی پیدا ہو کر وہ ورم کے جسم کو کھانا شروع کردے۔ جس سے مدہ کے اخراج کا راستہ پیدا ہو کر وہ ورم کے جسم کو کھانا شروع کردے۔ جس سے مدہ کے اخراج کا راستہ پیدا ہوجائے اور باہر اخراج پائے۔ ایک طرف تو یہ قدرتی علاج ہے دوسری طرف اس سے جسم گرم رہتا ہے۔ تیسرے قدرت اس میں جراثیم پیدا کر دیتی ہے جو اس خمیر کو ختم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مدہ میں رقیق رطوبت تو سائل صدیدی ہوتا ہے اور کثیف و غلیظ یا منجمد شدہ مارے وہاں کے نسج اور جراثیم جو مردہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ متعدد زہریلے اجزاء جو وہاں پر اکٹھے ہو گئے ہوتے ہیں۔ سب پیپ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح سوزش اور ورم کا ہر قسم کا مواد پیپ میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

مدہ کے فوائد باوجود کہ پیپ ایک سیال گاڑھا اور بدبو دار مواد ہے لیکن قدرت کا ایک ایسا کیمیاوی مواد ہے جس سے وہ سوزش اور ورم کا علاج کرتی ہے۔

(1) اس سے سوزش کم ہونی شروع ہوجاتی ہے۔ (2) ورم میں نرمی اور اس میں شگاف پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے (3) ہر قسم کے جراثیم مرجاتے ہیں اور زہریلے اجزاء ختم ہو جاتے ہیں (4) جب پیپ بن جاتی ہے تو بخار اتر جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے (5) پیپ کے بن جانے پر ورم کا زہر جسم میں پھیل جانے سے رک جاتا ہے اور پیپ پیدا نہ ہوتو ورم سے جلد موت واقع ہوجاتی ہے۔

مدہ کے نقصانات قدرت کا ایک قانون ہے کہ جب کوئی عضو اپنے افعال اعتدال پر انجام نہ دے یا کوئی مواد مقررہ وقت سے زیادہ عرصہ تک کسی مقام پر ٹھہرے یا مواد کی پیدائش میں کمی بیشی واقع ہوتو یہ غیر فطری صورتیں نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ یہی صورتیں پیپ کے غیر فطری قوام اور قیام کو عمل میں لاتی ہیں جسے بعض اوقات نقصان واقع ہوجاتے ہیں۔ (1) پیپ زیادہ مدت تک رہے تو جسم کے اندر گروا کر اس کو کھا کر اس میں غار پیدا ہو جاتے ہیں۔ (2) اس کے منجمد ہو جانے پر اس کا عمل رک جاتا ہے اور وہاں پر غیر فطری افعال عمل میں آتے ہیں۔ (3) اس مقام پر بوجھ پیدا ہو جاتا ہے۔ (4) وہاں زیادہ قیام سے اس میں پھر جراثیم پیدا ہو شروع ہو جاتے ہیں۔ (5) اگر پیپ دوران خون میں شریک ہو جائے تو اس کے زہر کا بخار بن جاتا ہے۔ (6) پیپ کے زیادہ دیر قیام سے یا اس کی شدت سے وہاں کے اعضاء مردار ہو جاتے ہیں۔ (7) پیپ کی پیدائش کے ساتھ ہی خون کی پیدائش کم ہو جاتی ہے۔

مدہ کی علامت جب پیپ پیدا ہوتی ہے تو ذیل کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں (1) درد اور جلن جو ورم میں ہوتا ہے کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ (2) بخار کم ہو جاتا ہے یا اتر جاتا ہے۔ (3) عام طور پر پسینہ آتا ہے۔ (4) بھوک بند ہو جاتی ہے۔ (5) ضعف کی علامات شروع ہو جاتی ہیں۔ (6) اگر اعضائے رئیسہ کے قریب ہو تو فوراً جسم میں زہریلے اثرات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

مدہ کے اظہار کی صورتیں جاننا چاہئے کہ سوزش اور ورم کسی نہ کسی ایک نسیجی ساخت میں ہو گی۔ تمام میں بیک وقت نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہمارا نظریہ مفرد

اعضاء بتاتا ہے۔ البتہ ایک نسیجی ساخت میں منتقل ہو گا تو اول نسیجی ساخت کو چھوڑ دے گا جس کا ثبوت ہمیں خون کے کیمیاوی اثرات سے ملتا ہے۔ یعنی جس نسیج میں تحریک ہو گی اس کا اثر زیادہ خون میں ہو گا اور جس طرف اس کا رجوع ہو گا اس کا اثر خون میں نمودار اور ظاہر ہونا شروع ہو گا یعنی وہ کم ہو گا جیسے جیسے بڑھتا جائے گا خون میں زہر ہوتا جائے گا یعنی اگر اعصابی نسیج میں تحریک ہے اور وہ عضلاتی نسیج کی طرف بڑھ رہی ہے خون میں رطوبات زیادہ ہوں گی۔ جسم سے رطوبات کا اخراج بڑھ جائے گا۔ خون میں کھاری پن (الکلی) کے اثرات زیادہ ہوں گے۔ ہائیڈروجنی اثر غالب ہو گا۔ پیشاب میں سفیدی یا نیلاہٹ ہو گی یہ سب اعصابی نسیج کی تحریک کی علامات ہیں۔ عضلاتی نسیج کی تحریک کا اثر اس طرح ظاہر ہو گا کہ خون میں سرخی، گاڑھا پن اور ترشی جو پہلے کم تھی بڑھنی شروع ہو گی کاربن اور ریاح کے اثرات زیادہ ہونے شروع ہو جائیں گے۔ پیشاب میں سرخی بڑھنی شروع ہو جائے گی۔ کاربن اور ریاح کے اثرات زیادہ ہونے شروع ہو جائیں گے۔ پیشاب میں سرخی بڑھنی شروع ہو جائے گی۔ یہ اعصابی عضلاتی تحریک ہے۔ اسی طرح باقی پانچ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

90 یہی صورت سوزش اور ورم کی بھی ہے۔ کسی ایک ہی تحریک سے شروع ہو گی جس کا کیمیاوی طور پر خون میں اثر ہو گا اور اسی کی صورت میں پیپ کا اظہار ہو گا۔ مثلاً اگر پیپ عضلاتی نسیج میں ہو گی تو اس کی شکل خون (پھوڑے) کی ہو گی۔ اور اگر پیپ نہ پڑے جس کی وجہ حرارت کی کمی ہوتو وہ ایک قسم کی داد کی شکل ہو جائے گی۔ اور اگر پیپ کسی غشائے مخاطی سے تعلق رکھتی ہے تو یہ تعلق غدی ہے اس لئے یہ قرح کہلائے گی۔ اسی طرح اگر یہ پیپ غدد کے اندر ہو گی یہ ناسور کہلائے گی۔ اگر اعصابی نسیج میں پیدا ہو جائے تو اس کی شدت اور سمیت سے معمولی دانے پیدا ہو جاتے ہیں جن میں سفید پانی یا گاہے گاہے پیپ دار مادہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اعصابی نسیج میں شدت یا سمیت کی زیادتی ہو تو ساختوں کی تحلیل ہو کر پیپ پیدا ہونے کی مہلت ہی نہیں ملتی اور فوراً سارے نسیجی نظام میں شدت اور زہر پھیل جاتا ہے۔ دوسرے نسیجی نظام تک اثر پہنچ کر ساختیں مردہ ہو جاتی ہیں اور بعض اوقات فوراً موت واقع ہو جاتی ہے۔

کینسر اور فرنگی طب کی لاعلمی کینسر (سرطان) کے متعلق فرنگی طب نے آج تک بہت تحقیق کی ہے مگر وہ اس کے حقیقت کی ہے مگر وہ اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے اور اس وقت تک آگاہ نہیں ہو سکتی جب تک وہ ہر نسیجی اثرات و تحریک اور سوزش کا الگ الگ مطالعہ نہ کرے۔ کیونکہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ہر نسیجی ساخت کی خرابی کا الگ الگ اظہار ہے جو اس میں سوزش کے مزمن یعنی حرارت کی کمی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان کی شکل کینسر (سرطان) سے ملتی ہے۔ یعنی اسی واحد ساخت کی نسیجی ساختیں ہوتی ہیں جو ایک دوسری ساختوں میں بنی اور گوندھی ہوتی ہیں اور جب ان میں پیپ پیدا ہو جائے تو وہاں کی سوزش ختم ہو جائے گی۔ بس یہی وہاں کے کینسر (سرطان) کا علاج ہے۔ ہم نے فرنگی طب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کینسر (سرطان) کے متعلق ہم سے بات کرے کیونکہ صرف نظریہ مفرد اعضاء ہی یہ مسئلہ حل کر سکتا ہے۔

اورام اور جراثیم اورام میں جراثیم کا اندازہ صرف اس امر سے لگا لیں کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس میں اورام کا تصور بغیر جراثیم کے نہیں پایا جاتا یہ تصور بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ ہر حال میں جراثیم کے بغیر وہ کبھی بھی اورام کا تصور نہیں کر سکی یعنی ضربہ و سقطہ اور بیرونی ماحول سے بالواسطہ اورام میں جراثیم پیدا ہو جائیں یا جراثیم سے بلاواسطہ اورام پیدا ہو جائیں۔ بہرحال اس کے نزدیک دو چیزیں لازم و ملزوم ہیں بلکہ یوں سمجھ لیں کہ جراثیم کے بغیر ورم کو ورم ہی نہیں سمجھا جاتا۔ ان کے بغیر تو اورام کا علاج ہی ناممکن سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم جراثیم اور فرنگی طب اور ماڈرن سائنس میں ایک جداگانہ مستقل فن بن گیا ہے بلکہ اس کی اس قدر شاخیں بن گئی ہیں کہ ان سے کسی ایک پر مکمل عبور حاصل کرنے کے لئے ایک پوری انسانی زندگی درکار ہے لیکن ہم کوشش کریں گے کہ علم جراثیم کو اس انداز اور اختصار سے بیان کریں کہ مکمل طور پر اس کی حقیقت و اہمیت سامنے آجائے اور حسن و قبح سے استفادہ حاصل کیا جا سکے۔

جہاں تک اورام میں جراثیم کا تعلق ہے ان کے پائے جانے اور ان کے اعمال کا

کچھ نہ کچھ تو پتہ چلتا ہے اور اسی طرح ان امراض میں بھی ان کا سراغ ملتا ہے جو اورام سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن فرنگی طب اور ماڈرن سائنس نے ان کو ہر مرض میں تلاش کرنا شروع کر دیا ہے اور اس سعی میں گرفتار اور سرگرداں ہیں کہ جلد ہی ان کے جراثیم مل جائیں گے ان کی دیکھا دیکھی جدید طبیب اور فرنگی حکیم و ماڈرن ایدو ہومیوپیتھ جن کے طریق علاج کی بنیاد بالکل جدا قوانین اور اصولوں پر ہے۔ انہوں نے بھی ان جراثیم تھیوری کو بے معنی طریق پر اپنا لیا ہے جس کے ساتھ ہی اپنے طریق علاج کو برباد و فنا کر دیا ہے۔

نظریہ مفرد اعضاء اور جراثیم نظریہ مفرد اعضاء کے تحت کسی حصہ جسم میں اس وقت تک کوئی مرض پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک کسی حصہ جسم یا عضو میں کم و بیش تحریک پیدا نہ ہو اور یہی تحریک پھر دوران خون کو اس عضو یا حصہ جسم کی طرف تیز کر دیتی ہے اور جب تحریک زیادہ تیزی اختیار کر لیتی ہے تو اس کو ہم سوزش کہتے ہیں اور یہی سوزش ہی بڑھ کر ورم بن جاتا ہے اور پھر باقی علامات بھی ظہور میں آجاتی ہیں۔ جن کا ذکر اورام کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح امراض و علامات کی پیدائش ہوتی ہے۔

ابتدائی سوزش قاتل جراثیم ہے جاننا چاہئے کہ جس مقام پر تحریک یا ابتدائی سوزش پیدا ہوتی ہے اس مقام پر ہر قسم کی رطوبات کا فقدان ہوتا ہے وہاں پر اگر رطوبات تسلیم کی جائیں تو اس جگہ پر صحیح معنوں میں تحریک تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ اس تحریک سے وہاں پر ریاح (گیس) تو تسلیم کی جا سکتی ہیں جن میں کاربانک ایسڈ کا اثر کم و بیش ضرور ہوتا ہے اور خشکی کا غلبہ ہوتا ہے اس ریاح کے ساتھ طبیعت وہاں پر حرارت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہے۔

اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ جب کسی مقام پر تحریک اور ابتدائی سوزش ہو گی وہاں پر خشکی اور حرارت کا غلبہ ہو گا۔ پھر یہ امر مسلمہ ہے کہ گرمی خشکی قاتل جراثیم ہے اگر طب قدیم کی رو سے بھی غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ گرم خشک مزاج صفراء کا ہے جو قاتل جراثیم ہے۔ اس لئے جہاں پر تحریک یا ابتدائی سوزش ہو گی وہاں

جراثیم نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی اس حقیقت کو غلط ثابت کر دے تو ہم چیلنج کرتے ہیں۔

جراثیم کی پیدائش اس حقیقت کو کبھی بھی نظرانداز نہ کریں کہ کسی قسم کا جرثومہ کسی خشکی گرمی کے مقام پر زندہ رہ سکتا ہے۔ جب بھی اور جہاں بھی جراثیم پائے جائیں گے چاہے وہ بالواسطہ پائے جائیں یا بلاواسطہ صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی قسم کے جراثیم کسی طرح اس مقام پر پہنچ جائیں جہاں پر رطوبات یا نمی پائی جائے اور وہاں پر اپنی نشو و نما بڑھا دیں اور بلاواسطہ صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی مقام پر رطوبات یا نمی رک کر قانون قدرت کے مطابق متعفن ہو گئی ہے اور وہاں پر جراثیم کی پیدائش اور نشوونما ہو گئی بس انہی دو صورتوں کے علاوہ جراثیم پیدا ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور یہ دونوں صورتیں بھی اسی وقت عمل میں آتی ہیں جب رطوبت اور نمی ہوتی ہے۔

ورم میں جراثیم کی آمد جاننا چاہئے کہ ابتدائی سوزش کے بعد جب دوران خون کی وہاں تیزی ہو جاتی ہے تو طبیعت مدبرہ اس عضو کی قوت مدافعت کے تحت وہاں پر زیادہ رطوبات گراتی ہے۔ جیسے کہ تندرستی کی حالت میں وہ اعتدال کے ساتھ گرا رہی ہوتی ہے تاکہ اس مقام کی سوزش اور بے چینی و خشکی کو ختم کر دے اور معمولی سوزش میں وہ اکثر کامیاب ہو جاتی ہے لیکن جب سوزش زیادہ ہوتی ہے تو رطوبت مسلسل گرتی رہتی ہے اور اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ غدد جاذبہ اس کو وہاں سے جلد از جلد ختم نہیں کر سکتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں پر بالواسطہ یا بلاواسطہ جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور پھر وہاں پر ان کی نشوونما شروع ہو جاتی ہے۔

تعفن قاتل جراثیم قانون قدرت ہے کہ جس مقام پر کوئی رطوبت یا نمی اپنے مقررہ وقت سے زیادہ عرصہ تک قیام کرے تو فطرتاً اس حرارت اس میں حرارت اثر کرنے لگتی ہے اور وہاں پر خمیر ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ جراثیم ہوتے ہیں یا باہر سے اگر جراثیم اس پر اثرانداز ہو کر وہاں پر خمیر پیدا کر دیتے ہیں اور پھر جراثیم کی نشوونما شروع ہو جاتی ہے۔ ان جراثیم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہاں پر رطوبت یا

نمی خصوصاً اس رطوبت اور نمی کے مواد کو ختم ہو جاتے یا مر جاتے ہیں۔

ترشی قاتل جراثیم ہے ہر خمیر ترشی سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک طرف تو خمیر تعفن اور جراثیم کے بعد اول مادہ متعفن اور جراثیم کو ختم کر دیتا ہے۔ اگر رطوبات زیادہ ہوں تو ان کو پھر تیزابیت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ تیزابیت ہر قسم کے جراثیم کو ختم کر دیتی ہے جیسے سرکہ میں جراثیم پیدا نہیں ہو سکتے بلکہ شراب میں بھی جراثیم نہیں ہوتے اور دونوں جراثیم سے تیار ہوتے ہیں۔ ان تیزابات میں ہر قسم کے جراثیم فنا ہو جاتے ہیں۔ گویا اگر قدرت کسی جگہ جراثیم پیدا کرتی ہے تو اپنے فطری اصولوں پر ان کو فنا بھی کر دیتی ہے۔ ہمیں انہی فطری اصولوں کو جاننا چاہئے جو جراثیم کو فنا اور برباد کر دیتے ہیں یہ فطری اصول وہی ہیں جو اعضاء کے افعال کے تیز کر کے وہاں پر اس کی قدرتی امیونٹی کو تیز کرتا ہے۔ یہ وہی طریق کار ہے جس سے طبیعت مدبرہ بدن خود جراثیم کو ہلاک کر دیتی ہے۔

تاکید اگر ہم کسی خمیر کو ادویات سے فنا کریں تو وہ صرف وقتی بات ہو گی۔ جب تک وہاں رطوبتی مادہ پڑا ہے وہاں پر پھر خمیر پیدا ہو کر جراثیم کی پیدائش اور نشوونما شروع ہو جائے گی اس لئے دافع تعفن ادویات کا استعمال نہ صرف غیر مفید ہے بلکہ بعض اوقات نقصان رساں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دافع تعفن ادویات سے جہاں پر جراثیم مر جاتے ہیں وہاں مفید جراثیم اور انسجہ بھی کمزور یا مر جاتے ہیں پھر دوبارہ ان میں طاقت نہیں ہوتی کہ مرض کا مقابلہ کریں۔ اس لئے دافع تعفن کی بجائے وہاں قدرتی طور پر قانون فطرت کے عمل کو پورا کرنا چاہئے جو اعضاء اور قوت مدافعت کے عمل سے پورا ہوتا ہے۔ یعنی اعضاء کے افعال کو تیز کر کے وہاں کی رطوبات اور نمی کو ختم کر دینا چاہئے۔ جس سے قوت مدافعت (امیونٹی) بڑھ جائے گی۔ اس طرح ایک طرف تمام جراثیم فنا ہو جائیں گے اور دوسری طرف انسجہ میں قوت پیدا ہو جائے گی۔ اور مرض نہ صرف آسانی سے ختم ہو جائے گا بلکہ جڑ سے چلا جائے گا اور طاقت بھی قائم ہو جائے گی۔ فرنگی طب نظریہ جراثیم کو اپنا کمال خیال کرتی ہے جو ہم نے ختم کر دیا ہے اور اس کا جادو توڑ دیا ہے۔ تفصیل آئندہ ملاحظہ کریں۔

جراثیم کی ماہیت جراثیم کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ نہایت باریک اور چھوٹی نباتات ہیں جو صرف ایک حیوانی ذرہ سے بنے ہوتے ہیں۔ جیسے امیبا بنا ہوتا ہے۔ جراثیم کی ساخت نہایت بسیط اور سادہ ہوتی ہے۔ وہ ایک نہایت نازک اور باریک دل ہوتا ہے جس کے اندر مادہ حیات پایا جاتا ہے۔ مادہ حیات کے اندر ایک دو بلبلے اور کچھ دانے ہوتے ہیں۔ دیوار کیپسول کے باہر کی لیسدار مادہ کا غلاف ہوتا ہے۔ جراثیم کے اوپر مخملی روئیں ہوتے ہیں جن کو "اہداب" کہتے ہیں جو دراصل مادہ حیات کے باہر کی طرف لمبے لمبے بڑھاؤ ہوتی ہیں۔ جیسے جیسے انسان کے جسم پر بال ہوتے ہیں جن میں ذاتی احساس اور حرکت ہوتی ہے اور یہ اہداب تین سے چھ تک ہوتے ہیں جو جراثیم پر یہ نہیں ہوتے ان میں حرکت نہیں پائی جاتی۔ ذاتی حرکت سے مراد وہ حرکت ہے جو بلا ارادہ یا بلا ارادہ غیرے ظاہر ہو۔ جس سے جسم ایک مقام سے دوسرے مقام تک حرکت کر سکے یا وہ جسم کے کسی حصہ کو ہلا سکے جن پر یہ مخملی روئیں نہیں ہوتے ان میں ذاتی حرکت نہیں پائی جاتی' البتہ وہ دیگر مادوں سے حرکت میں رہتے ہیں۔

جراثیم کی افزائش نسل جراثیم میں افزائش نسل کے نہایت سادہ اور بسیط ہیں کیونکہ ان میں آلات تولید و تناسل کی کوئی علامت نہیں ہوتی چنانچہ ان میں افزائش نسل معمولی انقسام یعنی خود بخود تقسیم در تقسیم سے ہوتا ہے۔ یا بعض قسموں میں اندرون خلیہ تخم اور بیج کے بننے سے بڑھتی ہے جس کو تکوین بذر کہتے۔ اول انقسام بسیط۔ اس کی دو صورتیں ہیں:-

(1) خانہ یا جھلی بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ دو خانوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ پھر دونوں خانے بڑھ کر پختہ جراثیم بن جاتے ہیں پھر جدا ہو جاتے ہیں۔

(2) ایک خانہ یا جھلی میں کئی بڑھاؤ ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ مستقل جراثیم بن جاتے ہیں اس طرح چند گھنٹوں کے اندر بے شمار جراثیم بن جاتے ہیں۔

دوسرا طریقہ خلیہ کے اندر تخموں کا پیدا ہو کر بڑھنا اور جراثیم کا بننا ہے۔ اس کو تکوین بذر کہتے ہیں۔ یہ پہلے طریقہ کی نسبت کسی قدر پیچیدہ ہے اور اس طرح ان

جراثیم کی پیدائش ہوتی ہے جو انڈا نما ہوتے ہیں جن کو "ممی" کہتے ہیں۔ جراثیم کے تخم گول یا بیضوی شکل کے ہوتے ہیں اور خانہ جرثومہ کی دیوار کے اندر اس طرح پیدا ہوتے ہیں کہ ایک جرثومہ کا مادہ حیات اپنے غلاف کے اندر ایک یا زیادہ حصول میں سکڑ جاتا ہے اور پھر ہر ایک حصہ ایک علیحدہ غلاف میں ملفوف ہو کر ایک مستقل جرثومہ بن جاتا ہے۔

اقسام جراثیم تقسیم کے لحاظ سے جراثیم کی بنیاد اگرچہ ان کی شکل و صورت اور پیدائش امراض پر رکھی گئی ہے۔ لیکن ان کے وہ خاص بھی شامل کر لئے جاتے ہیں جو ان کے افعال اور کاشت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی بعض اقسام تو محض بوجہ خصوصیات شکل کے دوسرے اقسام سے ممتاز ہوتے ہیں۔ مگر بعض اقسام اگرچہ شکل میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں مگر اپنے خصائص و افعال جدا رکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض اقسام اپنے طریق کاشت کے لحاظ سے دوسروں سے الگ ہیں۔ اس وجہ سے شکل کے علاوہ تقسیم کے وقت ان دونوں باتوں کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے شکل کے علاوہ تقسیم کے وقت ان دونوں باتوں کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان کی تین اقسام کی جاتی ہیں۔ (1) عصی ڈنڈا نما (2) کرویہ (گیند نما) (3) حلزونیہ (پیچدار- گھونگھا کی شکل کے ہوتے ہیں) تفصیل درج ذیل ہے۔

جراثیم عصی ان جراثیم کی شکلیں ڈنڈوں کی مانند ہوتی ہیں۔ انگریزی میں ان کو بیسی لائی کہتے ہیں جس کا واحد بیسلس ہے۔ یہ عام طور پر سیدھے سیدھے ہوتے ہیں لیکن گاہے گاہے کسی قدر خمیدہ بھی ہوتے ہیں۔ عصی قسم کے جراثیم عام طور پر بند ہی سے بنتے ہیں اور ان پر اہداب (بال) بھی پائے جاتے ہیں۔ اس وجہ سے ان میں ذاتی حرکت بھی ہوتی ہے۔ یعنی ان کی حرکت انہی اہداب کی وجہ سے ہوتی ہے۔

جراثیم عصی کی امراض کے لحاظ سے تقسیم اس لحاظ سے جراثیم عصی کی تین اقسام کی گئی ہیں۔ 1- مقامی:- یہ جراثیم جس کے خاص حصہ میں داخل ہو کر وہیں ساکن رہتے ہیں اور اسی مقام پر اپنے سمیات بناتے ہیں اور پھر یہ سمیات جذب ہو کر علامات پیدا کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے جراثیم تمام جسم میں نہیں [illegible]

جاتے۔ ان کی مثال ہیضہ "کزاز" خناق وبائی اور چیچک وغیرہ کی ہے۔

2۔ **مقامی منتقلہ۔** اس قسم کے جراثیم وہ ہیں جو اول مقامی ہوتے ہیں اور بعد میں اسی مقام سے منتقل ہو کر جسم کے مختلف مقامات پر پھیل جاتے ہیں اور جہاں پر جا کر سکونت اختیار کرتے ہیں وہیں پر نو آبادیات قائم کرلیتے ہیں جن کے اثرات سے زہریلے حادثات رونما ہوتے ہیں۔ ان کی مثال ٹیوبرکل (مادہ دق وسل) کی ہے۔

3۔ **منتقل عامہ۔** اس قسم کے جراثیم بدن پر حملہ کرتے ہی تمام جسم میں پھیل جاتے ہیں اور خون و رطوبت میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ ان کی مثال آتشک جذام' طاعون' ملیریا' انفرکس' تپ محرقہ اور تمام حمیات و امراض عامہ کے جراثیم اسی قسم کے ہوتے ہیں البتہ یہاں پر یہ یاد رکھیں کہ جدری' حصبہ وجع المفاصل اور سرخ باد وغیرہ بھی امراض عامہ ہیں۔ لیکن ان کے جراثیم ابھی تک معلوم نہیں ہوتے ہیں۔

جراثیم کرویہ یہ جراثیم بالکل یا قریب قریب گیند کی طرح گول ہوتے ہیں۔ ان کو انگریزی میں کاکائی کہتے ہیں جس کا واحد کاکس ہے۔ یہ تمام اقسام میں میں زیادہ سادہ ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت ہی کم ہوتے ہیں جن پر اہداب پائے جاتے ہیں۔ ان میں بذر نہیں بنتے۔ بلکہ تقسیم در تقسیم سے بڑھتے ہیں۔ گویا جراثیم گول گول نقطوں کی طرح ہوتے ہیں۔ بحیثیت جماعت جراثیم کرویہ ریم اور سدہ پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے مختلف اقسام کے پیدا کردہ امراض ایک دوسرے کے ساتھ مبدل ہوجاتے ہیں جیسے سوزاک کا ورم سطح کے اتصال سے بڑھتا خصیتین میں منتقل ہوجاتا ہے۔ یا تمام جسم میں اس کا زہر پیدا ہو جاتا ہے۔ جراثیم کرویہ سے جو اورام پیدا ہوتے ہیں۔ وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

1۔ بعض تو فقط مقامی ہوتے ہیں اور ایک جگہ پر ہمیشہ محدود رہتے ہیں۔ جیسے خراج' دنبل اور دبیلہ وغیرہ۔

2۔ ایسے ورم بھی ہوتے ہیں جو مقدم مقامی ہوتے ہیں۔ مگر اتصال سطح کے ساتھ ساتھ ورم متعدی ہو کر پھیلتے جاتے ہیں اور پیپ بنتی جاتی ہے جس کے سبب سے اعضا کھائے جاتے ہیں اور مردار ہوتے ہیں۔ جیسے گوشت خورہ اور آکلہ وغیرہ۔

3۔ ایک اور قسم کا ورم ہوتا ہے جو مقامی تو ہوتا ہے مگر بعد میں اس کا اثر تمام جسم پر تیزی سے پھیل جاتا ہے۔ اس کے جسم میں سرایت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ متورم مقام پر جراثیم کے موذی اثرات سے سمیات پیدا ہوتے ہیں یہ سمیات جذب ہو کر تمام جسم میں پھیل کر اس کو اپنے موذی اثرات سے متاثر کر دیتی ہیں۔ چونکہ جراثیمی سمیات کیمیاوی مرکبات ہوتے ہیں اس لئے اس کا موذی اثر جذب شدہ زہر کی مقدار پر منحصر ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جس طرح سنکھیا اور پارہ سے ہوتا ہے۔ یعنی جذب شدہ زہر کی مقدار کم ہوتی ہے تو علامات بھی خفیف ہوتی ہیں۔ ان علامات کو اصطلاح میں تسمم یا سیپٹک انٹاکسی کیشن کہتے ہیں۔ تپ دق پر سوت کا تپ اور خفیف بخار جو پھوڑے پھنسی کے ہمراہ ہوتا ہے ایسے تسمم کی مثالیں ہیں۔ جب جذب شدہ زہر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو بیمار بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کو سپر ٹیمیا یا تپ عفنیہ کہتے ہیں۔ دوسری صورت وہ ہوتی ہے کہ جراثیم خود متورم مقام سے کسی نہ کسی حیلہ سے منتقل ہو کر تمام جسم میں پھیل جاتے ہیں اور باعث نقصان ہوتے ہیں۔

منتقل جراثیم ایک صورت تو یہ ہے کہ جراثیمی زہر جسم میں جذب ہو کر باعث نقصان اور فنا ہو۔ جس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ دوسری صورت وہ ہوتی ہے کہ جراثیم خود متورم مقام سے کسی نہ کسی طرح منتقل ہو کر تمام جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ یہ بھی دو طریق سے ہوتا ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ متورم مقام میں سے نکل کر جراثیم تمام خون میں ایک ہی وقت میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ اس کو اصطلاح میں انتشار عامہ (بیکٹیمیا) کہتے ہیں۔ انتشار عامہ اور تپ عفنیہ میں خون کے اندر جراثیم نہیں پائے جاتے اور انتشار عامہ میں جراثیم پائے جاتے ہیں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جراثیم مقام سے منتقل ہو کر کسی مقام میں اسی قسم کے ورم و التہاب پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال وجع المفاصل ریحی ہے جو سوزاک سے پیدا ہو جاتے ہیں یا پائیمیا پینک ایندوکارڈائٹس ہے۔ ورم منتقل اس طور پر ہوتا ہے کہ مقامی ورم کے حوالے میں وریدیں بھی متورم ہو جاتی ہیں اور ان کے اندر خون منجمد

ہو جاتا ہے اس انجماد خون کو اصطلاح میں سدہ وریدی (تھرامبوسس) کہتے ہیں۔ اتفاق یا صدمہ سے منجمد شدہ خون کا ذرا سا ٹکڑا ٹوٹ جاتا ہے۔ اور خون کے ساتھ بہتا ہوا دور دور تک چلا جاتا ہے۔ اور باریک عروق میں جا کر اٹک جاتا ہے اور اس سے سدہ پیدا ہو جاتا ہے اور چونکہ اس کے اندر موذی جراثیم موجود ہوتے ہیں اس لئے وہاں پھر بھی اسی قسم کا ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا نام پارسیا ہے۔

جراثیم کرویہ کے اقسام جراثیم کرویہ (کاکائی) کی کئی جماعتیں ہیں (1) ایک جماعت تو وہ ہے جس میں فقط ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں اس کے جراثیم کرویہ واحدیہ (مانیکرو کاکائی) یا فقط کاکائی کہلاتے ہیں۔ اور ان کے اثرات سے کئی قسم کے اورام اور التہاب پیدا ہو جاتے ہیں۔ (2) دوسری جماعت وہ ہے جس میں فقط جوڑ جوڑا بن کر رہتے ہیں۔ ان کا نام جرم ذوجہ کرویہ (ڈپلو۔ کاکائی) ہے۔ اس جماعت کے جراثیم سوزاک' ذات الریہ اور سرسام میں پائے جاتے ہیں۔ (3) تیسری جماعت وہ ہے جو چار چار مل کر رہتے ہیں۔ یہ مربع جرم کرویہ (سکوز کاکائی) ہیں جو امراض معدہ میں پائے جاتے ہیں۔ (4) چوتھی جماعت کے جراثیم قطار اور قطار زنجیر بنا لیتے ہیں۔ جو زنجیری کرویہ (سٹرپٹو کاکائی) کہلاتے ہیں۔ (5) پانچویں جماعت کے جراثیم انگور کی طرح خوشہ در خوشہ ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے ان کو جرم عنبی کرویہ (سٹیفلو کاکائی) کہتے ہیں۔ یہ جراثیم مختلف اقسام کے اورام، بثور اور اخراج وغیرہ میں ملتے ہیں۔

جراثیم حلزونیہ تیسری بڑی قسم کے جراثیم حلزونیہ کہلاتے ہیں۔ حلزون گھونگھا کو کہتے ہیں۔ جو سمندری جانور کا گھر ہوتا ہے۔ اس کو انگریزی میں "اسپرلا" کہتے ہیں۔ جس کا واحد اسپرل ہوتا ہے۔ یہ جراثیم جو اصل میں لمبے لمبے بلدار عصی (ڈنڈے) کی شکل کے ہوتے ہیں اور تین جانب پیچ کھاتے ہیں۔ انہی میں سے بڑے بڑے اور لمبے لمبے جراثیم کی بل کھا کر پیچ کش (برم) کی طرح لہردار اور بلدار ہو جاتے ہیں۔ ان کی بعض قسمیں چھوٹی اور لمبی ہوتی ہیں جو کم بل کھاتی ہیں۔ ان شرطیہ (وریو) کہتے ہیں لیکن جراثیم حلزونیہ دراصل لمبے لمبے جراثیم ہی ہوتے ہیں۔ جن

میں گھونگھا کی طرح بل پڑے ہوئے ہیں۔ جراثیم حلزونیہ کی اکثر قسمیں فن جراحت میں کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں اور اس کے امراض پیدا کرنے والے بھی صرف دو اقسام زیادہ مشہور ہیں۔

اول شرطیہ ہیضہ ایشیائی (ویبو کالری ایشیاء ٹیکی) دوسرے حلزونیہ حمی راجعہ (اسپرل ریلیپ سنگ فیور) اس آخری قسم کو ادنی رتبہ کا حیوان (پروٹوزون) کہتے ہیں۔ یعنی اس کو جراثیم سے الگ خیال کرتے ہیں۔

جراثیم اور اعضاء کی تطبیق علم جراثیم کو مختصر طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس میں ضروری علم کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا جو صورتیں ہیں ہم نے صرف انہی کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ ان جراثیم کو بھی اعضاء سے تطبیق دے دیں تاکہ فرنگی طب کی تحقیقات کی وہ غلطیاں جو اس نے جراثیم کے افعال اور تدقیق اور امراض وعلامات کو پورے طور پر سمجھایا جا سکے۔

جہاں تک علم الجراثیم کا تعلق ہے اس میں اس قدر طوالت پیدا ہو چکی ہے جس کا اندازہ اس امر سے لگا لیں کہ وہ اپنی جگہ ایک مکمل سائنس اور شعبہ بن چکا ہے جس کے حصول کے لئے اگر ایک انسان اپنی ساری زندگی صرف کر دے تو مشکل سے اس کو ضرورت کے مطابق حصوں اور شعبوں کو حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن تمام علم پر حاوی ہونا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ جہاں تک علم الجراثیم کی اس وسعت کا تعلق ہے اس میں جن شعبوں پر بحث ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) جراثیم کی حقیقت (2) جراثیم کے اقسام اور اقسام در اقسام (3) جراثیم کے افعال ان سے زہروں اور امراض کی پیدائش (4) جراثیم سے اغذیہ و ادویہ اور اشیاء میں تبدیلی اور پیدائش جیسے خمیرہ تیزاب اور الکوحل اسی طرح اس سے مختلف اقسام کے کیمیاوی تریاق اور اکسیری مقاصد کے لئے زہر بنانا۔ جیسے پنسلین اور ویکسین وغیرہ (5) جراثیم کی کاشت اور پیدائش اور پرورش کے طریقے (6) جراثیم کی غذائیت' ان کو رکھنا اور ان کی نسلیں تیار کرنا (7) جراثیم سے مناعت پیدا کرنا اور انہی سے ادویات خاص طور پر حفظ صحت کے لئے ادویات بنانا۔ جیسے چیچک کے ٹیکے وغیرہ۔

غرض اس کی وسعت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اس کا اندازہ بھی طوالت کا باعث ہے اور پھر یہ وسعت روز بروز بڑھ رہی ہے پتہ نہیں کہاں جاکر ختم ہو۔

جراثیم اور شفایابی علم الجراثیم کی اس قدر وسعت کے باوجود جہاں تک شفا امراض کا تعلق ہے اس میں ایورویدک اور طب یونانی کے مقابلے میں فرنگی طب کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے مقابلے میں عشر عشیر کامیابی بھی نہیں ہوئی بلکہ اگر ماہیت امراض و اصول علاج اور مزاج و کیفیات کو سامنے رکھا جائے تو کہا جائے گا کہ فرنگی طب نے اپنے آپ کو اندھیرے و گمراہی میں دھکیل دیا ہے۔ اگر جراثیم کو جن بھوت قرار دے دیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فرنگی طب جہالت میں داخل ہو گئی ہے۔

یاد رکھیں کہ جراثیم کش ادویات کا استعمال امراض میں شفاء پیدا نہیں کر سکتا۔ جراثیم مر سکتے ہیں لیکن مقام میں طاقت و امیونٹی اور قوت مدافعت پیدا نہیں کر سکتے جس کی کمی اصل باعث تھی وہاں پر جراثیم کا اثر انداز ہونا اور پیدا ہونا اور جبکہ اصل سبب درست نہ ہو مرض ہرگز ہرگز نہیں جا سکتا۔ یہی وجہ فرنگی کے معالج کی جراثیم کش ادویات جہاں ناکام ہوتی ہیں یہاں پر مخدرات سے کام لیتے ہیں۔ اس طرح افیون و مارفیا' بھنگ' دھتورا' جوائن' خراسانی اور کوکین وغیرہ سینکڑوں ادویات استعمال کر کے مریضوں کے اعصاب سن کر رہے ہیں تاکہ احساس مرض رکا رہے۔ لیکن کب تک پھر ری ایکشن ہوتا ہے تو مریض موت کے غار میں چلا جاتا ہے۔ فرنگی ڈاکٹر افسوس کرتا رہتا ہے کہ فرنگی طب کی ایسی اکسیر ادویات بھی مریض کو بچا نہ سکیں۔

جراثیم کا تعلق اعضاء فرنگی طب نے تقسیم کے لحاظ سے جراثیم کی بنیاد ان کی شکل و صورت اور پیدائش امراض پر رکھی ہے۔ البتہ ان کی شکل و صورت اور پیدائش امراض پر رکھی ہے۔ البتہ وہ خواص بھی شامل کرلتے ہیں جو ان کے افعال و کاشت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی بعض اقسام تو محض خصوصیات شکل کے دوسرے اقسام سے ممتاز ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اقسام اگرچہ شکل میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں مگر اپنے خصائص افعال جدا رکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض اقسام اپنے طریق کاشت

کے لحاظ سے دوسروں سے الگ ہیں۔ اسی وجہ سے شکل کے علاوہ تقسیم کے وقت ان دونوں باتوں کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے اس لئے فرنگی طب میں ان کی تین اقسام کی جاتی ہیں (1) بیسی لائی (ڈنڈا نما) جن کو ہم عصی کا نام دیتے ہیں (2) کاکائی (گیند نما) جن کو ہم کرویہ کہتے ہیں (3) سپرلائی (گھونگھا نما) جن سلزونیہ کہا جاتا ہے۔

لیکن فرنگی طب نے ان کی تقسیم بالاعضاء نہیں کی۔ اس وجہ سے ان کو جراثیم کے افعال و اثرات اور ماہیت امراض و تشخیص علامات کے سمجھنے میں بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے انہوں نے ایک ہی قسم کے جراثیم کو مختلف مقامات پر مختلف امراض کی شکل میں صرف امراض اور علامات کے نام سے تشخیص کر کے ماہیت امراض کو بیان کی ہے۔ مثلاً نمونیا کاکس اور گونوا کاکس وغیرہ کو ذات الریہ اور سوزاک میں ایک ہی قسم کے جراثیم کا ذکر کیا ہے۔ اگر انہوں نے جراثیم کو بالاعضاء تحقیق کیا ہوتا تو وہ امراض و علامات کے ناموں سے موسوم کرنے کی بجائے اعضاء سے موسوم کرتے جن میں ان کو سہولتیں بھی ہوتیں اور غلط فہمیاں بھی پیدا نہ ہوتیں۔ جیسے نمونیا کے لئے کس جراثیم کا نام دیا گیا ہے کیونکہ کاکائی پلوری پیدا کرتے ہیں۔ نمونیا پیدا نہیں کرتے۔ یوں سمجھ لیں کہ جو جراثیم غدود پر اثر کرتے ہیں اسی قسم کے جراثیم تمام جسم میں غدود پر ہی اثر انداز ہوں گے۔ اور ان کی شکل بھی غدود سے مشابہت رکھتی ہو گی۔ یہی صورت اعصابی اور عضلاتی انسجہ (ٹشوز) میں پائی جانی لازمی ہے۔ اگر بعض جراثیم میں کم و بیش کچھ انیس بیس کا فرق ہو گا تو اس کی وجہ سے وہاں کے اعصاب و عضلات میں اور غدد کی بناوٹ میں کمی بیشی لازمی پائی جائے گی۔ ایسا ہونا یقینی ہے۔

جراثیم بالاعضاء ماڈرن میڈیکل سائنس (فرنگی طب) نے جراثیم کی تین بڑی اقسام بیان کی ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اگر آپ ان پر غور کریں تو اس کی تحقیق کے مطابق باتیں ایسی ہیں جو ان کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں (1) شکل (2) خواص (3) اثرات۔ یعنی شکل سے ان کی وضع و صورت ہے۔ خواص سے ان کی پیدائش سے لے کر آخر زندگی تک ان کی خصوصیات ہیں اور اثرات میں ان کے زہر اور ریحیں اور قانون فطرت کی روشنی دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر شکل

و صورت واضح طور پر نہیں سمجھی جا سکتی۔ سوائے قدرت کی فطرت کے اس قانون میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اسی قدرت کے نظری قانون کے تحت جب جراثیم کی شکل و صورت اور وضع پر غور کریں تو اعضاء کی مناسبت کے مدنظر ان کے اقسام کی اس طرح بالاعضاء تطبیق ہوتی ہے (1) عصبی - جن کو بسی لائی کہتے ہیں۔ اور ڈنڈا نما ہوتے ہیں بالکل اعصابی شکل و جسم اور کیفیات و ماحول رکھتے ہیں۔ (2) طزونیہ جن کو اسپرلائی کہتے ہیں گھونگھا نما ہوتے ہیں وہ عضلاتی شکل و جسم اور کیفیات و ماحول رکھتے ہیں۔ البتہ جہاں جہاں اعصاب و غدد اور عضلات کے انسجہ میں حالات کے مطابق تیز میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر خواص کو مدنظر رکھیں جو تینوں میں پیدائش سے آخر زندگی تک ان کے افعال و اعمال بالکل جدا جدا ہیں جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور جہاں تک اثرات زہرو امراض اور علامات پیدا کرنے کا تعلق ہے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ

(1) جراثیم عصبی ایسے ہی زہرو امراض اور علامات پیدا کرتے ہیں جن میں اعصابی انسجہ میں تحریک و تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ جسم کے کسی حصہ میں کیوں نہ ہو۔ وہاں پر رطوبات کی زیادتی "بلغم" اور ریشہ (سکریشن و لمف) کا جو غلبہ ہوگا جس کا اثر منہ سے لے کر مقعد تک اور تھوک سے لے کر ادرار تک زیادتی ہوگی۔ اگر اس تحریک میں بال برابر فرق ہو تو ہم ذمہ دار ہیں۔

(2) جراثیم کرویہ ایسے زہرو امراض اور علامات پیدا کرتے ہیں جن میں غدی انسجہ میں تحریک و تیزی پیدا ہو جاتی ہے چاہے وہ جسم کے کسی حصہ میں کیوں نہ پائے جائیں وہاں سوزش و جلن اور حرارت و صفراء کی زیادتی ہوگی۔ ناک و منہ سے لے کر پیشاب و پاخانہ تک جلن و صفراء کا اثر نظر آئے گا۔ کوئی بھی ان حقائق سے انکار نہیں کر سکتا۔

(3) یہی صورت جراثیم طزونیہ کے زہرو علامات پیدا کرتے ہیں جن سے عضلاتی انسجہ میں۔ تحریک و تیزی رونما ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ جسم کے کسی حصہ میں کیوں نہ ہوں وہاں پر ترشی و ریاح اور خشکی کی زیادتی ہوگی جن کا اثر سر سے لے کر پاؤں تک ظاہر ہوگا۔ ذائقہ سے لے کر پیشاب تک میں ترشی پائی جائے گی۔ جس طرح اعصاب و عضلات اور غدد کی تحریکات یا بلغم و سودا اور صفراء کے کیمیاوی اثرات ایک عضو یا

اپنے مقام سے دوسرے عضو یا مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح جراثیم اور ان کے اثرات بھی ایک عضو یا مقام سے دوسرے عضو یا مقام تک چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو کبھی نظرانداز نہ کریں کہ امراض اور علامات کبھی جراثیم اور ان کے زہر سے اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتے جب تک کسی مفرد عضو کے فعل میں تحریک و تسکین اور تحلیل میں زیادتی پیدا نہ ہو۔

یہ ہیں جراثیم کے متعلق ہماری تحقیقات، جن کے متعلق ہمارا دعویٰ ہے کہ فرنگی طب اس سے بالکل ناواقف اور تہی دست ہے اور نہ ہی اس نے نہج پر اس نے اپنی تحقیقات کی ہیں۔

جراثیم اور اخلاط کا تعلق جراثیم اور اعضاء کے تعلق کو ذہن میں رکھ لینے کے بعد اب ذرا ایک اور زاویہ نگاہ سے جراثیم کے متعلق ہماری تحقیقات کو سمجھیں تاکہ جراثیم کی حقیقت اور ان کے افعال پورے طور پر واضح ہو جائیں۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ تحریک تجدید طب کے حاملین اور عاملین فرنگی طب سے پورے طور پر واقف ہو جائیں اور فرنگی ڈاکٹروں کو اچھی طرح جواب دے کر سمجھا سکیں۔

جاننا چاہئے کہ طب قدیم چار اخلاط تسلیم کرتی ہے اور فرنگی طب چار اقسام کے انسجہ (ٹشوز) بیان کرتی ہے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ ہر قسم کے انسجہ میں طب قدیم کی ایک خلط پائی جاتی ہے اور اسی سے وہ غذا اور زندگی حاصل کرتی ہے۔ تشریح یوں سمجھ لیں (1) اعصابی انسجہ میں بلغم (2) عضلاتی انسجہ میں خون (3) قشری (کبدی) انسجہ میں صفراء اور (4) الحاقی (طحالی) انسجہ میں سودا کے محلول پائے جاتے ہیں۔ جو ان کی غذا اور عامل ہیں۔ اوپر ہم نے انہی محلولات میں خمیر پیدا ہونے سے وہاں پر ان کے خاص قسم کے جراثیم کا ذکر کیا ہے اب ہماری تحقیقات سے ہماری بات کو سمجھ لیں کہ (1) جراثیم عصبی جہاں اعصابی ہیں وہاں غیر طبعی بلغم پیدا کرتے ہیں اور بلغم کے جس قدر غیر طبعی اقسام ہیں ان سے تطبیق دے دیں (2) جراثیم کرویہ بھی قشری ہونے کی وجہ سے غیر طبعی صفراء پیدا کرتے ہیں۔ (3) جراثیم طزونیہ میں عضلاتی ہونے سے غیر طبعی سودا اور ترشی پیدا کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ فرنگی طب نے تین قسم کے انسجہ اعصابی، عضلاتی اور قشری کو حیاتی تسلیم کیا ہے۔ الحاقی کو ادنیٰ نبات مانا ہے۔ اس لئے طب یونانی نے سوداء کو گھٹیا غلط کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایورویدک نے دوش (وات۔ پت، کف) مانے ہیں۔ خون (رکت) کو الگ کردیا ہے۔ ہم نے بھی یونانی و ایورویدک اور ماڈرن سائنس کو تطبیق دیتے ہوئے صرف تین ہی انسجہ کو حیاتی اور فعلی تسلیم کیا ہے تاکہ دنیا کی کوئی طبی تحقیق اس سے انکار نہ کر سکے۔ یہ ہے ہماری تحقیق و تجدید جو صرف خداوند حکیم کے فضل و کرم سے ہمیں نوازی گئی ہے۔ کیا طبی دنیا میں کوئی ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ ایک نیا فلسفہ اور ایک نئی حقیقت ہے۔

اوارم کے اقسام اورام کے اقسام بیان کرنے میں جہاں ماہیت و ترتیب اور تربیت و ترکیب مرض کا تعلق ہے طب قدیم اور فرنگی طب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ گویا مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ جہاں تک علامات کا تعلق ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح جہاں تک علامات کو مرض سمجھنے کی صورت ہے اس میں بھی دونوں مشترک ہیں۔ یعنی پھوڑے پھنسی اور قروحات و جروحات ایک ہی انداز میں پائے اور سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں اورام کے اقسام کو بحیثیت امراض کے سمجھنا ضروری ہے تاکہ اس کی ماہیت و ترکیب اور تربیت و ترتیب (میتھاوجی) ذہن نشین ہو جائے۔ ہم طب قدیم کو الہامی سمجھتے ہیں۔ فرنگی طب کو اپنی تحقیقات پر ناز ہے اور ساتھ ہی اس کا پروپیگنڈہ ہے کہ فرنگی طب کو جراحی امراض (سرجری) میں کمال حاصل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جہاں تک اورام کا بحیثیت امراض کے تعلق ہے کونسی طب صحیح راہ اور حقیقت کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔

طب قدیم میں اورام کی تعریف ورم ایک ایسا مرض مرکب ہے جس کے ساتھ سوئے مزاج و تفرق اتصال اور مرض ترکیب بھی موجود ہوتا ہے۔ اس کا مادہ چاروں اخلاط سے کوئی خلط ہوا کرتی ہے یا بعض دفعہ ریح سے بھی عارض ہو جاتا ہے۔ مادی ریح کی نسبت زیادہ خطرناک اور دشوار علاج ہوتا ہے۔ گرم ورموں کی علامت ضربان اور مقام ورم کی سرخی ظاہر ہوتی ہے اور سرد ورموں میں مقام ماؤف کی

سفیدی یا نیلاہٹ نیز درد کی خفت پائی جاتی ہے۔

طب قدیم میں تقسیم مرض طب قدیم میں مرض کی دو قسمیں ہیں۔ (1) مرض مفرد۔ سمپل ڈیزیز۔ (2) مرض مرکب۔ کمپلی کیٹڈ ڈیزیز۔ مفرد کی پھر تین قسمیں ہیں (1) مرض سوئے مزاج (2) مرض ترکیب (3) مرض تفرق اتصال۔

مرض سوئے مزاج سوئے مزاج جب کسی مفرد عضو کے اندر کیمیاوی طور پر تغیر پیدا ہو جائے اور اس تغیر کے ساتھ تبدیلی بھی ہو جائے تو اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہوں گی:۔

1- **سوئے مزاج سادہ**۔ جس میں کسی مفرد عضو میں صرف کیفیاتی یا نفسیاتی طور پر تبدیلی اور تغیر پیدا ہو جائے اور اس تغیر اور تبدیلی سے اس عضو کے فعل میں خرابی واقع ہونی شروع ہو جائے۔ یہ خرابی اس قدر لطیف ہوتی ہے کہ اس سے اس عضو کے اندر کوئی کیمیاوی اور عملی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ البتہ عضو کے فعل میں لطیف تغیر و تبدیلی ضرور واقع ہوتی ہے۔ جس کا اندازہ مریض کے احساسات اور معالج نبض و قارورہ سے آسانی کے ساتھ لگا سکتا ہے۔ یہ مرض کی ایک صورت ہے اگرچہ اس قدر قلیل کیوں نہ ہو اور عام طور پر اس کی مدت بہت قلیل ہوتی ہے۔ اس کے بعد کبھی یہ اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے اور جب کبھی قوت مدبرہ بدن یا قوت مدافعت عضو کمزور ہو تو پھر یہ صورت سوئے مزاج سادہ آئندہ شدت اختیار کر لیتی ہے۔ کبھی یہ سلسلہ مدت تک قائم رہتا ہے۔

2- **سوئے مزاج مادی**۔ جس میں کسی مفرد عضو میں کیمیاوی اور عملی تغیرات اور تبدیلیاں پیدا ہوں۔ یعنی یہ تغیرات و تبدیلیاں صرف کیفیاتی (گرم و سرد اور تر و خشک) اور نفسیاتی (غم و غصہ اور خوف، خوشی و لذت اور ندامت) بلکہ اس مفرد عضو میں خون کے اجزاء میں کمی بیشی یا خون و صفراء اور بلغم و سوداء میں کمی بیشی یا خرابی یا اپنا مقام تبدیل کر لیتے ہیں۔ البتہ اس میں فساد اور تعفن کی حالت ابتداء میں نہیں پائی جاتی جس سے عضو کے افعال میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تغیر و تبدیلی نمایاں ہوتی ہے اور جب اس میں فساد و تعفن پیدا ہو جائے تو سوزش و ورم اور بخار تک نوبت

پیدا ہو جاتی ہے۔

یہاں پر سمجھنے والی بات یہ ہے کہ سوئے مزاج سادہ اور سوئے مزاج مادی صرف (1) مفرد و عضو میں واقع ہوتا ہے (2) عضو میں کیفیاتی و نفسیاتی اور کیمیاوی و خلطی تغیرات و تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں (3) فساد اور تعفن اس کا لازمی جزو نہیں ہیں۔ بلکہ بعد میں غلبہ مرض سے شروع ہوتا ہے۔

فرنگی طب میں سوئے مزاج کے امراض نہیں ہیں فرنگی طب میں امراض سوئے مزاج سادہ اور سوئے مزاج مادی دونوں کا تصور نہیں ہے۔ ان کے امراض فساد اور تعفن سے شروع ہوتے ہیں جب کہ مادہ میں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ یا کوئی بیرونی جراثیمی یا غیر جراثیمی زہر اگر فساد و تعفن کا باعث بن جائے لیکن طب قدیم میں سوئے مزاج کے بہت سے امراض ہیں اور اگر غور سے دیکھا جائے تو تو اکثر امراض کی ابتداء سوئے مزاج سے شروع ہوتی ہے اور بہت سے امراض مدت تک صرف سوئے مزاج مادی کیفیات اور اخلاط سے بالکل مختلف صورت کا ہوگا۔ باقی رہا سوئے مزاج سادہ جو صرف کیفیاتی اور نفسیاتی ہوتا ہے اس کا ان کے ہاں قطعاً" تصور تک نہیں ہے۔ یعنی مفرد عضاء میں تحریک ہے۔

ایورویدک میں سوئے مزاج سادہ ایورویدک میں اگرچہ پرکرت (مزاج) کا تصور قائم ہے اور دوشوں کے مزاج بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کے طریق علاج میں سوئے مزاج سادہ کا کوئی تصور نہیں ہے البتہ ہومیوخواص الادویہ اور بایو کیمک خاص الادویہ میں کیفیاتی اور نفسیاتی اثرات کو نہ صرف تقسیم کیا گیا ہے بلکہ ان کی علامات بھی لکھی گئی ہیں۔ یہی اثرات سائیکو انالائزز، ہائیڈرو اور کرومو صورتوں میں بھی حاصل کئے جاتے ہیں۔

طب جدید شاہدری کی غلط فہمی طب جدید جس کے موجد جناب استاذ الاطباء حکیم احمد الدین صاحب تھے ان کا نظریہ ماہیت مرض افعال الاعضاء کے افعال میں کمی بیشی تھی اس میں نقص و خرابیاں اور غلط فہمیاں تھیں۔ اس لئے مجھے اس کو چھوڑنا پڑا۔ یا یوں سمجھ لیں کہ اس کی جدت سے متاثر ہو کر طب قدیم میں بالاعضاء

تجدید کرنی پڑی اور خداوند کریم نے زبردست کامیابی عطا فرمائی طب جدید میں مندرجہ ذیل خامیاں تھیں:۔

1۔ وہی نقص ہے جو فرنگی طب میں پایا جاتا ہے۔ یعنی مفرد اعضاء (انسجہ) کی خرابی سے امراض کی ابتدا نہیں کی گئی بلکہ مرکب اعضاء کے افعال کی خرابی کو امراض قرار دے دیا گیا ہے۔

2۔ یہ خرابی ہے کہ کیفیات و اخلاط کے مزاج کو بالکل چھوڑ دیا ہے جس سے ان کے ہاں گرمی، سردی و خشکی اور تری کا اثر امراض پر نہیں پڑتا۔ اس لئے ان کے ہاں صرف اعضاء کی تیزی اور سستی دو ہی صورتیں پائی جاتی ہیں اور ضعف کا کہیں تصور نہیں ہے۔

جاننا چاہئے کہ اعضاء میں تیزی طب جدید کے اصول میں خون کی تیزی سے پیدا ہوتا ہے اور اعضاء کی سستی خون کی سستی سے ہوتی ہے۔ اگر ہم اول صورت کو تحریک کہیں تو دوسری صورت کو تسکین تسلیم کرنا پڑے گا جو سردی یا بلغم کی زیادتی کا اثر ہے لیکن ضعف جو تحلیل کا نتیجہ ہے اس کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی اور علم العلاج نامکمل رہ جاتا ہے۔

3۔ تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ جب تک عضو میں کمی بیشی واقع نہ ہو اس کو طب جدید مرض تسلیم نہیں کرتی۔ مگر یہ طب قدیم کیفیاتی و نفسیاتی اثر سے تبدیلی اور تغیر کو بھی مرض قرار دیتی ہے جو سوئے مزاج سادہ کہلاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے امراض اس کے تحت آتے ہیں بس یہی نکتہ بازگشت (ٹرننگ پوائنٹ) تھا جس سے طب قدیم کی طرف پھر لوٹنا پڑا۔ اور یہی زاویہ نگاہ تھا جس سے تجدید کا مقام پیدا ہوا۔ یعنی جب تک سوئے مزاج سادہ اور کیفیات کو تسلیم نہ کیا جائے تو کوئی علم العلاج مکمل نہیں ہو سکتا۔ ذہن میں یہ بات سما چکی تھی کہ اعضاء کے افعال کی خرابی ہی کو مرض کہنا صحیح ہے۔ بس اسی جدوجہد اور تحقیق میں مفرد اعضاء (انسجہ) کو بنیاد قرار دے دیا گیا اور تجدید طب کی ابتداء شروع ہو گئی جو اب تکمیل کے قریب ہے۔

سوئے مزاج مفرد اور مرکب چونکہ بنیادی طور پر کیفیات چار ہیں (1) گرمی

(2) سردی (3) تری اور (4) خشکی۔ جو کبھی مفرد یعنی ایک ایک اور کبھی مرکب دو دو کی زیادتی کو سوئے مزاج کی خرابی کہا گیا ہے۔ اس لئے حکماء اور اطباء نے سوئے مزاج کی آٹھ قسمیں تسلیم کی ہیں۔ جس میں چار کی مفرد اور چار کی مرکب اور سوئے مزاج مفرد کی چار اقسام اس طرح بیان کی ہیں (1) سوئے مزاج حار جس سے مزاج میں صرف گرمی بڑھ جاتی ہے (2) سوئے مزاج بارد جس سے مزاج میں سردی بڑھ جاتی ہے (3) سوئے مزاج بارد رطب جس سے مزاج میں سردی اور تری بڑھ جاتی ہے (4) سوئے مزاج بارد یابس جس سے مزاج میں سردی اور خشکی بڑھ جاتی ہے۔

پھر حساب کے تحت ہر ایک کی دو صورتیں ہیں۔ اول سوئے مزاج سادہ جس میں صرف کیفیات کی زیادتی سے جیسے گرمی، سردی وغیرہ کسی مادہ کے بغیر جسم متاثر ہوتا ہے۔ یہ صرف خارجی اثرات سے متاثر ہوتا ہے ان کو اسباب بادیہ کہتے ہیں۔ دوسرے سوئے مزاج مادی جس میں اخلاط کی زیادتی سے جسم متاثر ہوتا ہے۔ یہ مزاج کا بگڑنا داخلی اثرات سے متاثر ہوتا ہے۔ ان کو اسباب سابقہ کہتے ہیں۔ مثلاً صفراء کی زیادتی سے بدن میں گرمی ہو جائے یا بلغم کی زیادتی سے جسم میں سردی بڑھ جائے وغیرہ وغیرہ۔

سوئے مزاج مفرد غلط ہے سوئے مزاج سادہ میں جو مفرد کیفیات کی وجہ سے مزاج کا بگڑنا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کبھی بھی جسم میں گرمی یا سردی اور کسی مفرد کیفیت کی زیادتی نہیں پائی جا سکتی۔ جسم میں کیفیات ہمیشہ مرکب ہوتی ہیں۔ یعنی اگر گرمی یا سردی کی زیادتی ہوگی تو ان کے ساتھ گرمی یا سردی کا پایا جانا لازمی امر ہے۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ حکماء اور اطباء نے جو سوئے مزاج سادہ کی یہ مفرد صورتیں بیان کی ہیں وہ صرف افہام و تفہیم کے لئے ہیں۔ ایسا جسم میں کوئی یا گرمی خشکی اور سردی تری یا سردی خشکی دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

البتہ سوئے مزاج مادی میں مفرد تین پائی جاتی ہیں کیونکہ وہ بنیادی طور پر خود مرکب ہوتی ہیں۔ یعنی (1) خون کا گرم تر (2) بلغم کا مزاج سرد تر (3) صفراء کا مزاج گرم خشک (4) سودا کا مزاج سرد خشک جیسا کہ بنیادی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس

لئے جب جسم میں کوئی خلط بڑھتی ہے تو اس کے مادہ کے ساتھ اس کی کیفیات بھی بڑھ جاتی ہیں۔

اخلاط کی مرکب صورتوں میں غلط فہمی بعض دفعہ دو اخلاط بھی مرکب ہو جاتے ہیں اور علاج میں دونوں کی رعایت رکھی جاتی ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ دور کے اخلاط یا متقابل اور متضاد اخلاط آپس میں کبھی نہیں ملتے اور ان کو غلط طور پر سمجھنے سے اکثر غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً خون میں بلغم اور صفراء تو مل سکتے ہیں اور جب بلغم کے ملنے سے خون میں رطوبت کی زیادتی اور حرارت میں کمی یا صفراء کے ملنے سے خون میں رطوبات کی کمی اور حرارت کی زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بلغم اور سوداء کے ملنے سے رطوبات اور سردی میں کمی بیشی ایسے ہی سوداء اور صفراء کی کمی بیشی میں خشکی اور حرارت میں کمی بیشی اور ان کے مشترکہ اثرات تو پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر کبھی بلغم و صفراء اور سوداء خون آپس میں نہیں ملتے۔ کیونکہ ان کی پیدائش دور کے اعضاء میں ہوتی ہے اور کی موجودگی میں متقابل اور متضاد اخلاط پیدا نہیں ہو سکتے۔

خلط غیر طبعی کا ایک غلط تصور خلط غیر طبعی اس خلط کو کہتے ہیں جس میں صفراء اور بلغم دونوں ملے ہوتے ہیں۔ لیکن جاننا چاہئے کہ بلغم کی پیدائش اعصاب میں تحریک سے ہوتی ہے اور صفراء کی پیدائش جگر کی تحریک سے ہوتی ہے۔ جب بلغم کی پیدائش ہوتی ہے اس سے قبل صفراء خون میں تبدیل ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لئے وقت صفراء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب صفراء کی پیدائش ہوتی ہے اس سے قبل سوداء بن چکا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بلغم کا پیدا ہونا ناممکن ہے۔

بعض حکماء اور اطباء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب بلغم اور صفراء کو اکٹھا دیکھا جاتا ہے تو پھر اس کے ماننے میں کیوں انکار ہے۔ اس کے متعلق جاننا چاہئے کہ جب جگر میں سکون ہوتا ہے تو اس وقت اس میں اور اس کے متعلقہ مشینوں اعضاء (امعاء) جسم میں جس مقام پر بھی ہوں ان میں چکنائی (بلغم) ہوتا ہے جو اعصابی تحریک سے وہاں اکٹھا ہو چکا ہوتا ہے۔ لیکن جب فطری طور پر خود جگر سے ایسا انتج تشری کو

تحریک دی جاتی ہے تو وہاں پر صفراء کی پیدائش شروع ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت وہ بلغم صفراء سے مل کر خارج ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ جب جسم میں کسی مقام پر قشری انسجہ (کبدی و غدی) کو جب قدرتی یا فطری طور پر یا خود بخود تحریک دی جاتی ہے تو اس تحریک یا سوزش کو ختم کرنے کے لئے اعصابی انسجہ اپنی رطوبات (سکریشن) کو وہاں پر تسکین دینے کے لئے گراتے ہیں جو بلغم کی شکل میں وہاں پر رک جاتا ہے اور اکثر صفراء کے ساتھ مل کر خارج ہوتا ہے تو ان دونوں حالتوں کو غلط غیر طبعی کہا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ حقیقت بلغم کا تصور نہیں ہوتا۔ ان مرکب اخلاط میں چاہے بخار ہو یا کوئی اور علامت اس میں بلغم کا تصور غلط ہے۔ اور یہ خالص صفراوی امراض ہیں ان کا علاج صفراوی غلط یا جگر کے تحت کرنا ضروری ہوتا ہے۔

صفراء غیر طبعی کا غلط تصور صفراء لغت میں زرد کو کہتے ہیں۔ مگر طبی اصطلاح میں اس خلط کا نام ہے جو ایورویدک میں پت کہلاتی ہے۔ یہ خلط اکثر زرد رنگ کی ہوتی ہے اور اس کا مزاج گرم خشک تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کو ماڈرن میڈیکل سائنس میں بائل کہتے ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ آنتوں پر گر کر پاخانہ کی حاجت پیدا کرتی ہے اور آنتوں کو پاخانہ اور بلغم وغیرہ سے صاف کرتی ہے۔ یہ بھی اس کا فائدہ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض مقامات میں صفراء خون کے ساتھ مل کر اور خون کو رقیق و لطیف بنا کر باریک باریک رگوں میں نفوذ کرا دیتا ہے۔ نیز بعض گرم خشک اور لطیف اعضاء کی غذا میں خون کے ساتھ صرف ہوتا ہے۔ جیسے پھیپھڑے۔ علاوہ ازیں آنتوں پر گر کر بعض اجزاء کے ہضم ہونے میں اور زیادہ سڑاند کے روکنے میں آمادہ کرتا ہے۔

صفراء کی طبعی صورت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ وہ شوخ سرخ ہو۔ اس کا وزن ہلکا ہو اور اس میں کافی حدت اور تیزی ہو۔ صفرا غیر طبعی وہ ہے جو ان باتوں میں طبعی صفراء کے مخالف ہو۔ صفراء کے غیر طبعی ہونے کی کئی صورتیں ہیں (1) غلیظ بلغم سے مل جاتا ہے جسے صفراء صفرہ (محی) انڈے کی زردی کی مانند کہتے ہیں (2) وہ رقیق بلغم کے ساتھ مل جاتا ہے جسے صفراء بذات خود جل جاتا ہے جسے صفراء کراثی (گندنا کے رنگ کا) یا صفراء زنجاری (زنگا کے رنگ کا) کہتے ہیں۔ صفراء رنج بخاری میں

چونکہ احتراق بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے یہ صفراء زہروں کے قریب ہوتا ہے۔ دونوں اکثر معدہ میں پیدا ہوتے ہیں اور قے کی راہ خارج ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ صفراء کراثی یعنی گندنا کے مانند ہے جو سبز رنگ کا ہوتا ہے اور اسی طرح زنجاری (زنگاری) بھی سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ رنگوں کی مناسبت سے ان پر غور کریں کہ ان کا تعلق کن اعضاء کے ساتھ ہے اور اس کے ذائقہ پر بھی غور کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اخلاط کے لحاظ سے بلغم کی پیدائش صفراء کی پیدائش سے بالکل مختلف اور متضاد صورت میں ہوتی ہے۔

حکماء اور اطباء متقدمین اور متاخرین نے جو صفراء محیہ اور صفراء مرہ میں غلیظ اور رقیق بلغم کی آمیزش بیان کی ہے۔ یہ دونوں دراصل وہی صورتیں ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علاج میں بلغم کی رعایت رکھ کر بلغمی ادویات کا استعمال کرنا بالکل غلط ہے۔ مثلاً غب غیر خالص جس کے مادہ میں صفراء اور بلغم دونوں مخلوط ہوتے ہیں۔ اس کا علاج خالص صفراء یا غدی انسجہ کو مدنظر رکھ کر کرنا چاہئے۔ اسی طرح ذات الجنب خالص صفراوی مرض ہے اور پھیپھڑوں کے قریب ہونے کی وجہ سے بھی بلغم کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ وہ غلطیاں ہیں جو حکماء اور اطباء علاج میں روزانہ کرتے ہیں۔

مرض کی ترکیب طب یونانی میں مفرد کی تین اقسام ہیں۔ ہم اس کی پہلی قسم سوئے مزاج اور اس کی ترکیب پر تنقید کر چکے ہیں۔ پھر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اولاً سوئے مزاج کا تعلق اعضائے مفردہ (انسجہ) سے ہوتا ہے۔ جس سے تغیر پیدا ہو جاتا ہے جس میں اس کے افعال کی طبعی حالت بدل جاتی ہے۔ پھر اس کا اثر ایک مفرد عضو سے دوسرے مفرد عضو کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب مرض کا اثر دیگر مفرد اعضاء کی طرف اثر کرتا ہے اس وقت گویا مرکب صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حالت کو اس کا نقصان کہتے ہیں۔ جب دو مفرد اعضاء (انسجہ) میں مرض اثر کر جائے اس کو طب یونانی میں مرض ترکیب کہتے ہیں۔ یہ مرض مفرد کی تین اقسام میں سے دوسری صورت ہے۔

مرض ترکیب کو بھی سوئے مزاج کی طرح بے حد سمجھنے کی ضرورت ہے۔ طبی کتب میں سوئے مزاج کی طرح مرض ترکیب کو بھی سمجھانے کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم مرض کی حالت اور اس کی تبدیلیوں سے پوری طرح واقف نہ ہوں اس وقت تک جسم انسان کا پورے طور پر علاج نہیں ہو سکتا۔ صرف علامت کا علاج ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی اپنے علاماتی علاج میں بری طرح ناکام ہیں۔ "ایلوپیتھی" میں اعضائے جسمانی کی اندرونی تبدیلیوں کا علم ہوتا ہے۔ مگر مزاج کے تغیرات سے بالکل بے علم ہے۔ اسی طرح ہومیوپیتھی میں کیفیاتی اور نفسیاتی تغیر کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مگر اعضائے جسم کی اندرونی تبدیلیوں اور مزاجی خرابیوں سے وہ بالکل لاعلم ہے۔

علم الامراض میں بیرونی کیفیاتی و نفسیاتی تغیرات اور علامات کا علم اور اندرونی و جسمانی و عضوی اور مزاجی تبدیلیوں کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ اس لئے علم الامراض ایک اہم علم ہے۔ علم الامراض کی حقیقت اور اہمیت کا پتہ مفرد اعضاء (انسجہ) کی اصلیت معلوم کرنے سے چلتا ہے۔ اس لئے اول کچھ مفرد اعضاء کے متعلق سمجھ لیں جو طب یونانی نے لکھا ہے۔

تعریف اعضاء طب یونانی اعضاء وہ کثیف اجسام ہیں جو اخلاط کی ابتدائی ترکیب سے پیدا ہوتے ہیں جس کو رطوبت ثانیہ کہتے ہیں جیسا کہ اخلاط ارکان کی ابتدائی ترکیب سے ظہور میں آتے ہیں۔ یعنی ارکان سے اخلاط اور اس کی رطوبت ثانیہ جدا ہو کر اعضاء بناتی ہے۔

مفرد اعضاء طب یونانی مفرد اعضاء وہ اجسام ہیں کہ اگر ان کا کوئی ظاہری اور محسوس حصہ لیا جائے تو وہ حصہ نام اور تعریف میں اس جسم میں شریک ہوگا۔ مثلاً ہڈی ہی کہیں گے اور جو تعریف کل کی ہے وہ اس ٹکڑے پر بھی صادق آتی ہے۔ مگر ہاتھ پاؤں اور باقی جسم مرکب عضو ہیں۔ کیونکہ ان کے ایک حصے کو مثلاً انگلی کو ہاتھ پاؤں نہیں کہا جا سکتا۔ ماڈرن سائنس بھی اس تعریف اور نام سے انکار نہیں کر سکتی۔ مثلاً ہڈی کل ہو یا جزو ان کے نزدیک کنکٹو ٹشوز (نسیج الحاقی) سے تیار ہوتی ہے اور

اس لئے مفرد عضو نسیج ہے ہڈی اس کا لیف ہے۔

مفرد اعضاء جو طب یونانی میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی ترتیب ماڈرن سائنس کے مطابق اس طرح ہے (۱) نسیج الحاقی (کنکٹو ٹشو) ہڈی، کری، ناخن، رباط و تر اور بال () نسیج عصبی (نروز ٹشو) اعصاب جسم اور ان کی جھلیاں () نسیج عضلاتی (مسکولر ٹشو) عضلات جسم اور ان کی جھلیاں () نسیج قشری (ایپی تھیل ٹشو) غدود اور اس کی جھلیاں۔ طب یونانی نے مفرد اعضاء کی تعریف کے مطابق شریانوں، وریدوں، جلد اور چربی کو بھی مفرد اعضاء میں لکھا ہے۔ مگر انسجہ کے تحت یہ چاروں چیزیں مختلف انسجہ سے مرکب ہے اس لئے اس کو مفرد اعضاء نہیں کہنا چاہئے اور مرکب اعضاء سے سمجھنا چاہئے اگرچہ ظاہر میں مفرد نظر آتے ہیں۔ ان مفرد اعضاء (انسجہ) کی تفصیلی تشریح یونانی اور اسلامی دور میں اس لئے نہ ہو سکی کہ اس وقت خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

مفرد اعضاء کی ترکیب ترکیب کے معنی ہیں باہم جڑنا۔ جب اعضاء باہم مل کر یک جان بنتے ہیں تو گویا باہم جڑتے ہیں۔ مثلاً اعصابی اور عضلاتی ریشے جب آپس میں ترکیب پاتے ہیں تو ان کے جڑنے کی تین صورتیں ہیں اول دونوں قسم کے انسجہ اپنی اپنی جگہ تکمیل پا کر باہم جڑ جائیں۔ شرائین واوردہ اور جلد میں عضلاتی اعصابی اور غدی ریشے باہم جڑے ہوتے ہیں اور خوردبین سے بھی الگ الگ دیکھے جا سکتے ہیں۔ دوسرے مختلف انسجہ کے کیمیاوی مرکب سے انسجہ باہم جڑے ہیں، جیسے چربی اور ہڈی کے اندر کے گودے وغیرہ۔ تیسرے مختلف انسجہ باہم ایک دوسرے کے اندر بنتے چلے گئے ہوں۔ جیسے اعضائے رئیسہ میں دل و دماغ اور جگر میں نظر آتے ہیں۔

چونکہ مفرد اعضاء (انسجہ) ایک دوسرے سے ترکیب پاتے ہیں۔ اس لئے امراض ترکیب میں ایک مفرد عضو (نسیج) کی خرابی کا اثر جب دوسرے مفرد عضو (نسیج) تک پہنچ جاتا ہے تو تغیر مفرد اعضاء (انسجہ) کے بعد نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس سے دونوں کے افعال میں تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بس یہی مرض ترکیب ہے۔ اس عضو (نسیج) تک پہنچ کر اس کے فعل میں تبدیلی پیدا کرے۔ اور غیر طبعی افعال ظہور میں آئیں۔

نظریہ مفرد اعضاء کے تحت ہم نے مرض ترکیب کو جس طرح ذہن نشین کرایا ہے اس سے قدیم و جدید علمی کتب خالی ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم الامراض اپنے اندر کس قدر اہمیت رکھتا ہے۔

مرض ترکیب کے اقسام مرض ترکیب کو سمجھ لینے کے بعد مفرد (انسجہ) کے اندر جو تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں ان کا سمجھنا نہایت اہم ہے کہ طب یونانی نے ان کے پرکس خوبصورتی سے روشنی ڈالی ہے۔ جب ہم ماڈرن سائنس کی روشنی میں مرض کی ماہیت پر روشنی ڈالیں کے تو ان کو سمجھنے میں نہ صرف آسانیاں پیدا ہوں گی بلکہ فرنگی طب کی خرابیاں وہ غلطیاں اور نقائص سامنے آجائیں گے اور طب یونانی کی عظمت کا صحیح اندازہ کیا جاسکے گا۔ مرض کے چار اقسام ہیں () مرض خلقت () مرض مقدار () مرض عدد () مرض وضع۔ مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

مرض خلقت ایک ایسا مرض ہے جس میں کسی عضو یا جسم کی شکل و صورت اپنی صحیح حالت پر قائم نہ رہے۔ مثلاً سیدھے عضو کا ٹیڑھا ہو جانا۔ مرض خلقت کے بھی چار اقسام ہیں۔ () امراض شکل () امراض مجری () امراض تجاویف () امراض سطح۔ مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

- **امراض شکل:** اس کی شکل میں خلل پیدا ہو جائے۔ جیسے چپٹا سر ہونا وغیرہ۔
- **امراض مجاری:** مرض کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں اعضاء کے راستے خراب ہو جائیں۔ مثلاً مجاری کا تنگ اور ڈھیلا ہو جانا۔
- **امراض تجاویف:** مرض کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں کسی عضو یا جسم کی سطح خراب ہو جائے۔

امراض مقدار مرض کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں کوئی عضو یا تمام جسم اپنی مناسب مقدار سے زیادہ ہو جائے یا کم ہو جائے۔ جیسے جسم کا موٹا ہو جانا یا دبلا ہو جانا یا کسی ایک حصہ کا موٹا یا دبلا ہو جانا۔

امراض عدد مرض کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں کسی عضو میں عدد کے لحاظ

سے اضافہ ہو جائے یا کمی واقع ہو جائے۔ جیسے ہاتھ کی انگلیوں میں کمی یا زیادتی ہو جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں () طبعی یعنی پیدائشی () غیر طبعی جو کسی مرض کی وجہ سے ہو جائے۔

امراض وضع مرض کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں کوئی عضو اپنے موضوع یا مقام سے دور ہو جائے یا کسی ساکن عضو میں حرکت پیدا ہو جائے یا متحرک عضو ساکن ہو جائے۔

مرض ترکیب کی تشریح طب یونانی میں مرض ترکیب کے یہ جو اقسام بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سب مفرد اعضاء (انسجہ) کے وہ اثرات ہیں جو اپنی بافتوں کے ذریعے سے ایک دوسرے میں اتر جاتے ہیں۔ یہ صورتیں پیدائش سے پہلے بھی ہو سکتی ہیں اور پیدائش کے بعد بھی ہو سکتی ہیں۔ پیدائش سے پہلے مثلاً نطفہ میں اثر پیدا ہو جائے یا حمل کے دوران میں ماں کے خون جیسی کوئی کیفیاتی یا نفسیاتی اور جسمانی خرابی اثر کر جائے۔ جیسے چاند اور سورج گرہن اور تمناؤں کا عورتوں پر جذباتی و نفسیاتی اور توہماتی اثر پڑ جاتا ہے اور عجیب و غریب بچے پیدا ہوتے ہیں جن میں شاہ دولہ شاہ کے چوہے بھی شریک ہیں۔ ان کو طبعی صورت نہیں کہنا چاہئے۔ قبل پیدائش اثرات کہنا چاہئے۔ پیدائش کے بعد اکثر امراض میں جب کسی مفرد عضو میں تحریک و تحلیل یا تسکین کا زیادہ اثر ہوتا ہے تو یہ صورتیں ہو جاتی ہیں۔ ماڈرن سائنس نے بھی یہ حقیقت تسلیم کرلی ہے کہ مختلف انسجہ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

مرض تفرق اتصال مرض مفرد کی تیسری قسم کو طب یونانی میں تفرق اتصال کہتے ہیں۔ اس کی پہلی اور دوسری اقسام سوئے مزاج اور مرض ترکیب اور ان پر تنقید و تشریح بیان کر چکے ہیں۔ ان دونوں کی طرح مرض تفرق اتصال کو بھی سمجھنے کی بے حد ضرورت ہے۔ کیونکہ صدیوں سے نہ ان پر تنقید کی گئی ہے اور نہ ہی ان کی صحیح تشریح ہو سکی ہے اور اب جب کہ ماڈرن سائنس کا دور ہے اور زبردست خوردبینوں کی مدد سے ذرہ ذرہ جسم (خلیہ و سیل) کی تشریح و افعال بیان کر دیئے گئے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ طب یونانی میں بیان کی گئی امراض تشریح اور تفصیل کو اس طرح بیان

کر دیا جائے کہ اس کی خوبی و برتری اور عظمت اور فرنگی طب اور ماڈرن سائنس پر واضح ہو جائے اور انہوں نے موجودہ دور میں جو ترقی اور تحقیق کی ہے وہ اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ نشو و نما میں اور ارتقاء میں یونانی طب کے مقابلہ میں کہیں افضل اور بہتر ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر دقیق اور صحیح بیان طب یونانی ہے فرنگی طب ابھی تک اس کے پائے کو نہیں پہنچ سکی۔ یہی اس کا کمال ہے۔

مرض تفرق اتصال کی تعریف وہ مرض ہے جس میں اعضاء کی ساخت متفرق اور جدا ہو جاتی ہے اور اس کا باہمی اتصال جاتا رہتا ہے۔ جس طرح کٹ پھٹ جاتا ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ گاہے تفرق اتصال بالکل نمایاں ہوتا ہے اور آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ مثلاً عضو کا کٹ جانا' جلد کا چھل جانا اور گاہے اس قدر خفیف اور باریک ہوتا ہے کہ وہ آنکھوں سے نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہوتا۔ مثلاً سوئی کی نوک اگر جلد میں خفیف طور پر چبھو کر نکال لی جائے کہ خون نہ نکلے تو جلد میں تفرق اتصال سوئی کی نوک سے پیدا ہو جائے گا اور اس کا اثر درد کی صورت میں محسوس ہو گا۔ مگر جلد کے اجزاء کی علیحدگی آنکھوں سے معلوم نہ ہو گی۔ اسی طرح ورم جب اعضاء کی ساخت میں مادہ نفوذ کرتا ہے گو مادہ کے نفوذ سے اس عضو کے اجزاء لازمی طور پر متفرق اور جدا ہو جاتے ہیں۔ مگر ہر ایک مفرد عضو کا تفرق آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ جیسے سوزش جو بادی ہو مادی اور اندرونی ہو یا بیرونی جب کیفیات کے اثر سے مفرد عضو میں سکیڑ پھیلاؤ پیدا ہوتا ہے تو اس مفرد عضو نسیج میں خفیف تفرق ضرور پیدا ہو جاتا ہے لیکن وہ دیکھا نہیں جا سکتا۔ مگر جو تفرق اتصال گہرا اور نمایاں ہو وہ آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ تفرق اتصال مفرد اعضاء اور مرکب اعضاء دونوں میں ہو سکتا ہے یعنی دونوں کے اجزاء متفرق اور جدا ہو سکتے ہیں۔ تفرق کے معنی جدا ہونا ہے۔ طب یونانی میں مختلف اعضاء کے تفرق اتصال کے مختلف نام ہیں۔ چونکہ اعضاء کے افعال میں روک پیدا ہو جاتی ہے۔ یا بالکل باطل ہو جاتے اس لئے تفرق اتصال کو بطلان بھی کہتے ہیں۔

مرض تفرق اتصال کی حقیقت تفرق اتصال کے متعلق عام طور پر یہی سمجھا

جاتا ہے کہ اس مرض کا تعلق اولاً اعضائے مفرد و مرکب دونوں سے ہوتا ہے بعض حکماء نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ ایسا مرض ہے جس میں اس کا تعلق کبھی اولاً اعضائے مفرد سے ہوتا ہے اور کبھی اعضائے مرکب سے۔ یعنی تفرق اتصال ایک عام مرض ہے۔ جس کا تعلق دونوں قسم کے اعضائے کے ساتھ ممکن ہے۔ بخلاف سوئے مزاج اور مرض ترکیب کے کیونکہ ان کا تعلق عضو مفرد اور عضو مرکب سے جدا جدا ہوتا ہے۔

لیکن ہمیں تو اس حقیقت کو سمجھنا ہے کہ مرض کی اصلیت اور ماہیت کیا ہے اور اعضائے مفرد اور مرکب سے تعلق کا مقصد کیا ہے۔ تفرق اتصال کی حقیقت کو ذہن نشین کرنے اور سوئے مزاج اور مرض ترکیب کا فرق سمجھنے کے لئے یہ جان لیں کہ سوئے مزاج سے کسی ایک مفرد عضو (نسیج) میں کیمیائی و نفسیاتی اور مادی و کیمیاوی طور پر تبدیلی پیدا ہوتی ہے جس سے اس میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کے افعال کی طبعی حالت بدل جاتی ہے اور جب اس تغیر کا تعلق دوسرے مفرد اعضاء سے ہو جاتا ہے تو اس کو مرض ترکیب کہتے ہیں۔ چونکہ اس حالت میں دیگر اعضاء کے افعال میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو نقصان بھی کہتے ہیں۔ گویا سوئے مزاج اور مرض ترکیب میں اعضائے مفرد اور اعضائے مرکب میں خرابیاں صرف ان کے طبعی افعال میں تغیر اور نقصان سے پیدا ہوتی ہیں جس کی وجہ کیفیاتی و نفسیاتی اور مادی و کیمیاوی ہوتی ہے لیکن ان میں ابھی تک تفرق اتصال نہیں ہوتا۔ یعنی اعضاء کے اتصال میں تفرق اور جدائی کی صورت پیدا نہیں ہوتی اور جب یہی تغیر اور نقصان بڑھ کر بطلان پیدا کر دے تو یہ تفرق اتصال بن جاتا ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ تفرق اتصال جیسے اندرونی طور پر تغیر اور نقصان سے پیدا ہوتا اسی طرح بیرونی طور پر واقع ہو سکتا ہے جس کی مختلف صورتیں' جو مختلف اعضاء میں واقع ہوتی ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ جلد میں تفرق اتصال کی دو صورتیں ہیں۔ اولاً جس میں جلد پر خفیف خراش ہوں اس کو خدش (ایکس کوری ایشن) کہتے ہیں۔ دوسرے جس میں جلد زیادہ چھل جائے اس کو سحج (ابریژن) کہتے ہیں۔

۲۔ گوشت کے تفرق اتصال کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اول گوشت کا تازہ زخم جس میں پیپ نہ پڑی ہو۔ جراحت (وونڈ) کہتے ہیں۔ دوسرے جب گوشت کے زخم میں پیپ پڑ جائے تو اس کو قرحہ (السر) کہتے ہیں۔

۳۔ ہڈی کے تفرق اتصال کی بھی دو صورتیں ہیں اول ہڈی یا کری جب اس کے دو یا چند ٹکڑے ہو جائیں تو اس کو (ٹرانس ورس فریکچر) کہتے ہیں۔ دوسرے ہڈی یا کری جب وہ ہر صورت میں ٹکڑے ہو جائے تو اس کو مفتت (کمی نیوٹڈ فریکچر) کہتے ہیں۔

۴۔ ہڈی کے ساتھ مرکب تفرق اتصال وہ ہے جس میں ہڈی یا کری یا عصب یا شریان یا ورید کے طول میں واقع ہو۔ اس کو شق (ریچر) کہتے ہیں۔

۵۔ شریان یا ورید کا تفرق اتصال' اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اول جب کسی شریان یا ورید کے عرض میں تفرق اتصال واقع ہو تو اس کو باتر (ان یژن) کہتے ہیں دوسرے اگر کسی شریان یا ورید کا منہ کھل جائے تو اس تفرق اتصال کو باثق کہتے ہیں۔

مرض تفرق اتصال کی یہ صورتیں کسی ایک مفرد عضو (نسیج) یا دیگر مفرد اعضاء انسجہ میں بیک وقت ہو سکتی ہیں۔ مگر ان مفرد اعضاء (انسجہ) میں بیک وقت عمل کرنے کو مرض مرکب نہیں کہتے اس کی صورت دیگر ہے۔

مرض مرکب اس حالت کا نام ہے جو امراض کے ملنے سے پیدا ہو۔ یعنی اس میں بیک وقت مرض سوئے مزاج مرض ترکیب اور مرض تفرق اتصال تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے ورم' قرحہ اور ناسور وغیرہ۔ کیونکہ ان میں تغیر و نقصان اور بطلان تینوں شامل ہیں اس لئے مرکب امراض کے علاج میں بھی تینوں صورتوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ یہاں اعضائے مرکبہ کو بھی سمجھ لیں۔ جو طب یونانی میں بیان کی گئی ہے تاکہ غلط فہمی باقی نہ رہے۔

اعضائے مرکبہ کی تعریف وہ اعضاء ہیں جو مفرد اعضاء کی ترکیب سے بنتے ہیں۔ یہ تین ترکیبوں سے ترتیب پاتے ہیں پہلی ترکیب جیسے آنکھ' دوسری ترکیب جیسے

چہرہ' تیسری ترکیب جیسے سر' پہلی ترکیب میں مفرد اعضاء آپس میں مل کر ایک صورت بناتے ہیں اس میں اعصاب و غشاء اور عضلات وغیرہ ترکیب پا کر ایک مرکب عضو بناتے ہیں۔ جیسے آنکھ' دوسری ترکیب میں وہ مرکب عضو دوسرے اعضاء سے مل کر ایک نئی ترکیب بناتے ہیں جیسے چہرہ کہ اس میں آنکھیں بھی موجود ہوتی ہیں۔ اور تیسری ترکیب ایسی ہوتی ہے جس میں آنکھ چہرہ کے ساتھ دیگر اعضاء بھی مل کر ایک عضو کی شکل اختیار کرتے ہیں جیسے سر' اس میں چہرہ اور آنکھیں سب شامل ہیں۔ طب یونانی کا کتنا بڑا کمال ہے کہ خوردبین نہ ہونے کے باوجود مفرد اور مرکب اعضاء کے فرق اور ان کی ترکیبوں کو ظاہر صورت میں کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

فرنگی طب میں تقسیم امراض ہم گزشتہ بیان میں طب قدیم کی ماہیت اور تقسیم مرض پر نہ صرف تفصیل سے لکھ چکے ہیں اس میں غیر جانبدارانہ تنقید کر کے اس کے حقائق بھی پیش کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم نے جو دقیق تشریح کی ہے اس سے ہمارا مقصد فرنگی طب کی پیتھالوجی (ماہیت امراض اس کی تقسیم اور اس میں کیمیاوی و عضوی تبدیلیاں کا بیان کرنا اور اس کا ذہن نشین کرنا ہے۔ تاکہ پورے طور پر اندازہ ہو سکے کہ یونانی طب اور فرنگی طب میں حقیقت مرض کو کس نے بہتر طریق پر ذہن نشین کرایا ہے۔ جہاں تک ماہیت و ترتیب اور ترتیت و ترکیب مرض کا تعلق ہے یونانی طب اور فرنگی طب میں زمین و آسمان کا فرق ہے جس طرح باقاعدہ اور فطری اصولوں پر یونانی طب نے اس کو ذہن نشین کرایا ہے فرنگی طب اور اس کی سائنس میں یہ بات نہیں ہے اور جگہ جگہ ذہن الجھتا ہے جس سے علاج میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جب تشخیص ہی غلط ہو تو علاج میں خرابیاں واقع ہونا ضروری ہوتا ہے۔

ترسب و فساد جس طرح یونانی طب میں مرض کا ماہیت میں اس کی ابتدائی صورت مرض سوئے مزاج مرض ترکیب اور مرض تفرق اتصال سے شروع ہوتی ہے اسی طرح فرنگی طب کی پیتھالوجی میں اس کی ابتداء بدن انسان میں کیمیاوی و عضوی تغیرات اور تبدیلیوں سے ہوتی ہے وہ ترسب اور فساد کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

گویا فرنگی طب میں امراض کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ترسب و فساد کا سمجھنا اولین شے ہے۔ چونکہ جسم انسان کی ترتیب و ترکیب ابتدائی حیوانی ذرہ (خلیہ سیل) سے ہوتی ہے اس لئے ترسب و فساد کا تعلق بھی خلیہ ہی سے شروع ہوتا ہے۔

ترسب کی ماہیت اگر کسی خلیہ (سیل) یا نسیج (ٹشو) کی ساخت میں اندرونی یا بیرونی کیمیاوی اور عضوی طور پر کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو۔ اور نہ ہی اس میں کوئی تکلیف ہو بلکہ اس پر یا اس کے اندر کوئی دوسرا مادہ کسی دوسری جگہ سے آکر اکٹھا ہونا شروع ہو جائے اس کو ترسب (انفلٹریشن) کہتے ہیں۔ ترسب میں خلیہ یا نسیج تندرست ہوتا ہے۔ لیکن دوسرا مادہ اس کے اندر کیمیاوی یا عضوی طور پر اکٹھا ہو کر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہم اس کو یونانی طب کے قسم مرض ترکیب سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ جو مواد وہاں پر آکر جمع ہو کر اثر انداز ہوتا ہے۔ لامحالہ اس کا تعلق کسی نہ کسی دیگر خلیہ یا ٹشو سے ضرور ہو گا۔ مثلاً چربی کے لطیف اجزاء دوسری جگہ سے آکر اکٹھا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات کسی فساد شحمی میں اس کے ذرات شحمی اکٹھے ہو کر مادہ حیات کو خلیے کی دیوار کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ اسی طرح ہڈیوں کے گودے میں بھی شحمی ترسب واقع ہو سکتا ہے۔ یہ سب اس وقت واقع ہو سکتا ہے۔ جب ان کے شحمی ذرات طبعی ذرات میں غیر معمولی کمی واقع ہو جاتی ہے۔

ترسب کے اقسام (۱) ترسب شحمی (۲) ترسب کلسی (۳) ترسب گلائی کو جنسی (شکری) ان کی تفصیل طویل ہے اور اس کے مقام پر بیان کی جائے گی لیکن اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ فرنگی طب نے ان کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

فساد کی ماہیت جب کسی خلیہ (سیل) یا نسیج (ٹشو) کی ساخت یا اس کے طبعی افعال میں کیمیاوی یا عضوی طور پر نقص واقع ہو جائے یعنی بذات خود مریض ہو جائے تو اس کو ہم یونانی طب کے قسم مرض تفرق اتصال سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں خلیہ کے اتصال میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ فساد اصل سبب جراثیم سمجھے جاتے ہیں اس لئے فرنگی طب میں مرض کی ابتداء فساد پر رکھی جاتی ہے اور ان کی ساری طب ان کے گرد گھومتی ہے فساد جسم میں کسی جگہ واقع ہو اس کا سبب

بالواسطہ بلاواسطہ جراثیم کا اثر ہی سمجھا جاتا ہے۔

ترسب اور فساد کا فرق ان کے فرق کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن نشین کر لیں کہ ترسب میں بذات خود کسی خلیہ میں نقص واقع نہیں ہوتا بلکہ دوسرے حصہ جسم سے کوئی مادہ وہاں پر اکٹھا ہو کر اثر انداز ہوتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس فساد میں خلیے ذات میں کیمیاوی یا عضوی طور پر خرابی واقع ہو جاتی ہے۔ ہم نے سمجھانے کے لئے ترسب کو مرض ترکیب سے تشبیہ دی ہے اگرچہ یہ صرف تشبیہات ہیں جن کو مثل نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ جن خوبیوں سے مرض ترکیب اور مرض تفرق اتصال سے امراض ذہن نشین ہوتے ہیں ان خوبیوں سے مرض ترسب اور فساد سے ذہن نشین نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ فرنگی طب کی پیتھالوجی اول تو مرض کی ماہیت پر پوری طرح روشنی نہیں ڈال سکی ہے۔ اور جہاں ترسب اور فساد کا تعلق ہے۔ جو مرض کی بنیادی صورتیں ہیں۔ ان کو بھی چھوڑ کر صرف جراثیم کے نظریہ کو اپنا کر مرض کی ماہیت پر پردہ ڈال کر اس کو اندھیرے میں بند کر دیا ہے۔ مرض کی ماہیت کو ذہن نشین کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خلیہ کے متعلق پورے طور پر آگاہ ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ مرض کا آغاز خلیہ (حیوانی ذرہ) سے ہوتا ہے۔

تعریف خلیہ خلیہ اس کو کہتے (سیل) بھی کہتے ہیں یہ انتہائی چھوٹا حیوانی ذرہ ہوتا ہے۔ یہ جسامت کے لحاظ سے مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ بعض خلیے اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں جو بغیر خوردبین کے نظر نہیں آ سکتے۔ ان خلیات کی جسامت کا اندازہ اس قدر لگا سکتے ہیں کہ ایک انچ لمبی قطار میں ایک سو سے لے کر چھ ہزار تک آ جاتے ہیں یہی خلیات جب باہم مل جاتے ہیں تو نسیج (ٹشو) بناتے ہیں۔ یہ نسیج کل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ان پر ہی جسم انسان کی بنیاد ہے۔

خلیہ کی ترتیب ساخت خلیہ کی ساخت کو کم از کم چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) خلیہ کی تھیلی (۲) مادہ حیات (۳) جوہر حیات (۴) مرکز حیات۔ جن کی تشریح درج ذیل ہے۔

۱۔ **خلیہ کی تھیلی:** یہ تھیلی ایک جالیدار نہایت چھوٹی سی تھیلی ہوتی ہے جس کی ساخت میں باہر کی طرف ایک شفاف حجابی جھلی ہوتی ہے۔ یہ جھلی باریک ریشوں کی بنی ہوتی ہے جن کے اندر ایک خاص قسم کی رطوبت ہوتی ہے اور جھلی کے اندر جو رطوبات بھری ہوتی ہے اس کو مادہ حیات (پروٹو پلازم) کہتے ہیں۔

۲۔ **مادہ حیات:** ایک رقیق و لعابدار اور شفاف و سفید رطوبت ہوتی ہے جو خلیہ کی تھیلی میں بھری رہتی ہے۔ اس کو مادہ حیات (پروٹو پلازم) کہتے ہیں اس میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں یعنی اس میں نشوو ارتقا اور توالدو تناسل کے ساتھ تمیہ و تصفیہ اور ہضم کے افعال کی قوت ہوتی ہے۔ یعنی زندہ رہتا ہے بڑھتا ہے اور اپنی مثل پیدا کرتا ہے اس کے اندر ایک گٹھلی سی ہوتی ہے۔ اس کو جوہر حیات (نیوکلی الیس) کہتے ہیں۔ اس کو جوہر حیات اس لئے کہتے ہیں کہ مادہ حیات کی زندگی کا دارومدار اس جوہر حیات پر ہوتا ہے۔

۳۔ **جوہر حیات:** ایک گٹھلی کی طرح گول دانہ ہوتا ہے جو خلیہ کے مادہ حیات میں پائی جاتی ہے جس کو جوہر حیات (نیوکلی) کہتے ہیں اس گٹھلی پر بھی ایک جالیدار جھلی چڑھی ہوتی ہے اس جالیدار جھلی کے ریشوں میں بھی رطوبت بھری ہوتی ہے اور جھلی کے اندر بھی رطوبت ہوتی ہے۔ زندگی کا دارومدار بھی اسی جوہر حیات کو سمجھا جاتا ہے۔ تجربتاً جب کسی خلیے کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور جس حصے میں جوہر حیات ہو گا وہ زندہ رہے گا باقی مر جائے گا اور بڑھ کر پھر پورا خلیہ بن جاتا ہے اس جوہر حیات کے اندر بھی ایک نقطہ ہوتا ہے جس کو مرکز حیات کہتے ہیں۔

۴۔ **مرکز حیات:** جوہر حیات کے درمیان ایک نقطہ سا ہوتا ہے اس کو مرکز حیات (نیوکلی الیس) کہتے ہیں۔ بعض خلیات میں یہ مرکز حیات نہیں ہوتا۔ بہرحال اس میں بھی زندگی ہوتی ہے۔ اس طرح خلیہ کی زندگی مکمل کرتی ہے۔

حقیقت خلیہ خلیہ (سیل) ایک حیوانی ذرہ ہے۔ جس کو انسانی جسم کی ایک ایک اینٹ کہنا چاہئے جس کے مرکز میں جوہر حیات ہے۔ جس کی وجہ سے اس میں طبعی و

عنصری اور کیمیاوی و حیاتی افعال مکمل طور پر پورے ہوتے ہیں۔ یعنی تغذیہ و تمیہ اور تصفیہ و ہضم کے افعال کے ساتھ اس میں نشوو ارتقاء اور توالدو تناسل کی قوت ہوتی ہے۔ یعنی زندہ رہتا ہے۔ غذا حاصل کرتا ہے' بڑھتا ہے۔ اپنے فضلات خارج کرتا ہے ہضم جذب کرتا ہے۔ بڑھ کر اپنے کمال تک پہنچتا ہے' اور اپنا مثل پیدا کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھ لیں کہ زندگی کے تمام لوازم قوت حرارت اور رطوبت اس میں پائے جاتے ہیں اور ضرورت کے مطابق بڑھتے گھٹتے رہتے ہیں۔ اس لئے خلیہ کو حیوانی ذرہ کہتے ہیں اور انسان انہی حیوانی ذروں کا مرکب ہے۔

خلیات کی نشوونما اور باہمی تعلق خلیات کی نشوونما کی جو تین صورتیں ہیں تقریباً باہمی تعلق اور ملاپ کی وہی صورتیں ہیں۔ یہ تین صورتیں ہیں۔

(۱) نوک در نوک (۲) شاخ در شاخ (۳) پہلو بہ پہلو

۱۔ **نوک در نوک:** جو خلیے نوک در نوک ملتے ہیں وہ باہم تقسیم در تقسیم ہوتے ہیں یعنی ایک خلیہ مع اپنی تھیلی اور جوہر حیات کے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ پھر دو کے چار اور چار کے آٹھ تقسیم در تقسیم ہو کر بے شمار ہو جاتے ہیں اس طرح نوک در نوک آپس میں مل کر ریشے بناتے ہیں۔ جیسے عضلات وغیرہ بنتے ہیں۔

۲۔ **شاخ در شاخ:** خلیہ کے جسم سے چھوٹی چھوٹی شاخیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ پھر خود مکمل ہو کر ایک خلیہ بن جاتی ہیں اور اس خلیہ سے الگ ہو جاتی ہیں اور پھر خود علیحدہ خلیہ بن کر شاخوں کے ذریعہ باہم ملتی ہیں۔ اس طریقے سے الحاقی اور عصبی خلیے باہم ملتے ہیں۔

۳۔ **پہلو بہ پہلو:** اس طریقے سے ملنے والے خلیے غلاف کے اندر ہی تیار ہوتے ہیں۔ جوہر حیات کئی حصوں میں تقسیم ہو کر ہر حصہ خود ایک خلیہ بن جاتا ہے۔ جب یہ مکمل ہو جاتے ہیں تو غلاف خلیہ پھٹ جاتا ہے اور وہ باہر آتے ہیں اور پہلو بہ پہلو مل کر جھلیاں بناتے ہیں۔

انتجہ اس طرح خلیات کے باہم ملنے سے انسان کے مختلف اعضاء بنتے ہیں۔ گویا

تمام جسم بے شمار خلیات کا مجموعہ ہے۔ اعضائے جسم بننے سے قبل ان خلیات کے باہم ملنے و جڑنے اور تعلق سے ایک خاص قسم کی ساخت اور بافت بنتی ہے۔ ان کی ایک قسم کی ساخت اور بافت کو نسیج کہتے ہیں۔ جن کی جمع انسجہ ہے۔ یہ انسجہ ہی اعضاء بناتے ہیں۔ ان انسجہ یا اعضائے جسم کے افعال و فوائد ہی ہیں جو ان خلیات کے ہیں جن کے وہ مجموعے ہیں۔ انہی انسجہ کو انگریزی میں ٹشوز کہتے ہیں۔ یہی انسجہ (ٹشوز) یعنی خلیات کے مجموعے کی ساخت اور بافت دراصل جسم کے اعضائے مفرد ہیں۔

اقسام انسجہ: یہ انسجہ (ٹشوز) چار قسم کے ہوتے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ نسیج لحمی (مسکولر ٹشوز) ان سے عضلات جسم تیار ہوتے ہیں۔

۲۔ نسیج عصبی (نروز ٹشوز) ان سے اعصاب جسم تیار ہوتے ہیں۔

۳۔ نسیج قشری (اپی تھیلی ٹشو) ان سے جھلیاں اور غدد (گلٹیاں) بنتے ہیں۔

۴۔ نسیج الحاقی (کنکٹو ٹشو) ان سے باقی تمام جسم کی بھرتی ہوتی ہے۔

ان تمام انسجہ سے بعض اعضاء صرف ایک ہی قسم کی ساخت اور بافت سے بنتے ہیں جیسے اعصاب و عضلات و غدد اور ہڈی و کری وغیرہ۔ لیکن یہ مفرد اعضاء آپس میں ایک دوسرے سے باہم جڑے اور ملے رہتے ہیں۔ لیکن بعض اعضاء کی ساخت اور بافت میں مختلف اقسام کے انسجہ شریک ہو جاتے ہیں۔ جیسے جلد و جھلیاں اور عروق وغیرہ۔ فرنگی طب میں اس کو علم الانسجہ (ہسٹالوجی) کہتے ہیں۔ لیکن وہ ان کی فزیالوجی (منافع) سے واقف نہیں ہیں۔ جن پر ہم نظریہ مفرد اعضاء کے تحت روشنی ڈال رہے ہیں۔

غرض انہی خلیات (حیوانی ذرات) کی ساختوں اور بافتوں سے انسجہ (ٹشو) اور انسجہ کے مفرد اعضاء مثلاً گوشت و پٹھے، ہڈیاں اور گلٹیاں اور جلد و عروق تیار ہوتے ہیں پھر انہی اعضائے مفرد سے اعضائے مرکب تیار ہوتے ہیں۔ جیسے آنکھ، ناک، کان اور عروق و جھلیوں سے مکمل دل و دماغ اور جگر۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں اور باقی تمام جسم۔ گویا جسم ایک کپڑا ہے جو تانے بانے سے بنا ہوا ہے۔ بافتن کے معنی بھی بننا ہے۔ اسی سے بافندہ ہے۔

افعال خلیہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک خلیہ میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں ان میں قیام حیات کے ساتھ ساتھ توالد و تناسل کا سلسلہ بھی قائم ہے قیام حیات میں جہاں وہ اپنے لئے تغذیہ اور تنمیم حاصل کرتا ہے وہاں پر تصفیہ جسم بھی کرتا ہے جس سے وہ اپنے اندر سے خاص قسم کے مواد کو رطوبات یا کینسر کی شکل میں خارج بھی کرتا رہتا ہے۔ یہ تغذیہ بھی جسم ہی سے حاصل کرتا ہے وہ اس کی اپنی ذات کے لئے مفید ہوتی ہے۔ لیکن جو مواد اخراج پاتے ہیں دیگر اعضاء کی غذا یا باعث زندگی ہوتے ہیں۔ مثلاً نسیج اعصابی جو غذا حاصل کرتے ہیں وہ کھاری ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ اپنے فضلات کا اخراج کرتے ہیں وہ ترش ہوتی ہے۔ جو نسیج عضلات کی غذا ہے اس طرح نسیج عضلاتی جو فضلہ خارج کرتے ہیں ان میں تیزابی اثرات یا صفرا وہ اجزاء شریک ہوتے ہیں جو غدد (جگر وغیرہ) کی غذا میں شریک ہوتے ہیں۔ گویا ایک طرف یہ ذرات غذا بنتے ہیں۔ دوسری طرف خون میں تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ اس طرح یہ خلیات جسم میں نشوو ارتقاء اور صحت و تقویت کا باعث بنے رہتے ہیں۔ مختصر طور پر اس طرح سمجھ لیں کہ خلیات اپنے طبعی افعال انجام دیتے رہتے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ خلیہ اپنی حیات قائم رکھتا ہے جس کے لئے وہ تغذیہ و تنمیم اور نشوونما پاتا ہے۔

۲۔ خلیہ اپنے توالد و تناسل قائم رکھتا ہے جس کے لئے اس میں نشوو ارتقاء اور ٹوٹ پھوٹ رہتی ہے۔

۳۔ خلیہ اپنا خاص کام ضرور کرتا ہے اور وہ اپنے اندر خاص قسم کی غذا جذب کرتا ہے اور خاص قسم کے مواد کا اخراج کرتا ہے۔ بس اس طرح خلیات اپنے طبعی افعال جاری رکھتے ہیں۔

جب ان خلیات میں کہیں ترسب و فساد پیدا ہوتا ہے تو ان کے طبعی افعال میں نقص واقع ہوتا ہے۔ ان نقائص کو ذہن نشین کرنے کے لئے خلیات کے طبعی کو مدنظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ اس پر انسان کے صحت و مرض کے ساتھ نہ صرف گہرا تعلق ہے بلکہ اس کی اپنی حیات اور نشوو ارتقاء اسی پر منحصر ہے۔ •

جو مواد غذا کے طور پر وہ جذب کرتا ہے اس میں خمیری و کیمیاوی تبدیلی پیدا کرتا ہے اور جو مواد فضلات کے طور پر خارج کرتا ہے وہ دیگر خلیات کی غذا کے علاوہ دافع عفونت اور سوزش بھی ہوتے ہیں۔ دراصل خلیات سے یہی مواد ہر قسم کے جراثیم اور زہروں کو فنا کر دیتے ہیں اور یہ فطری سلسلہ قدرت نے خود کار قائم رکھا ہے لیکن جب خلیات میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے مواد اور فضلات بھی زہر کی شکل اختیار کر کے باعث نقصان بن جاتے ہیں۔ یا کبھی خلیات کی رطوبت کے مواد کی زیادتی اور کمی دونوں دیگر خلیات کے لئے تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اس لئے ان خلیات کے طبعی افعال کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ اس طرح خلیات کی تشریح فعلی اور کیمیاوی افعال کو پورے طور پر سمجھ کر امراض و علاج پر مکمل دسترس حاصل کر سکتے ہیں۔

انسجہ (ٹشوز) کے مجموعے یہ حقیقت بار بار لکھی جا چکی ہے۔ کہ تمام جسم انسان مختلف اقسام کے حیوانی ذرات (سیلز) سے بنا ہوا ہے۔ یہ خلیات چونکہ مختلف اقسام کے ہوتے ہیں اس لئے یہ خلیات پہلے اپنے مجموعے تیار کرتے ہیں اور پھر ان مجموعوں سے اعضائے مفرد تیار ہوتے ہیں اور پھر اعضائے مفرد سے اعضائے مرکبہ بنتے ہیں۔ ان مرکب اعضاء سے جسم انسان کی صورت بن جاتی ہے۔ گویا خلیات کے بعد جو شے پہلے تیار ہوتی ہے۔ وہ یہی خلیات کے مجموعے ہیں جن کو بافت یا ساخت عربی میں نسیج اور انگریزی میں ٹشوز کہتے ہیں۔ گویا یہی مجموعے جسم انسان کی اصل بنیاد ہیں اور یہی اعضائے مفرد ہیں۔

انسجہ کے اقسام: یہ حقیقت بھی بار بار لکھی جا چکی ہے کہ یہ انسجہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ نسیج عصبی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو عصبی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے اعصاب اور ان کا مرکز دماغ تیار ہوتا ہے۔

۲۔ نسیج عضلاتی ایسی بافت (ٹشو) جو عضلاتی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے عضلات اور ان کا مرکز قلب تیار ہوتا ہے۔

۳۔ نسیج قشری ایسی بافت (ٹشو) ہے جو قشری قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے۔ جس سے غدد اور ان کا مرکز جگر تیار ہوتا ہے۔

۴۔ نسیج الحاقی ایسی بافت (ٹشو) ہے جو الحاقی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے تمام جسم کا خلا بھرتا ہے اور اعضاء جسم میں قائم رہتے ہیں۔

مفرد اعضاء کی صورت میں تو صرف ایک ہی قسم کے خلیات پائے جاتے ہیں۔ جیسے ہڈی و کری میں الحاقی مادہ۔ لیکن جب اعضاء مرکب ہوتے ہیں جیسے جلد اور عروق تو ان میں مختلف قسم کی بافتیں آپس میں مل کر ساخت بناتی ہیں یا جہاں جہاں اعضاء آپس میں تعلق ہوتے ہیں تو پھر یہ بافتیں ایک دوسری بافتوں کے اندر تک چلی جاتی ہیں جیسے جگر میں نظر آتا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ **نسیج عصبی (نروز ٹشو):** یہ عصبی خلیات کے ریشے ہوتے ہیں۔ یہ ریشے نہایت باریک بنے ہوتے ہیں۔ ایک متوسط عصبی ریشے کی جسامت ۱/۲۰۰ انچ ہوتی ہے۔ نسیج عصبی پر دو غلاف چڑھے رہتے ہیں۔ اس لئے نسیج عصبی کو محور عصب (ایکسس سیتھ) ہوتا ہے جس کا تعلق قشری بافت کے ساتھ ہوتا ہے۔ دوسرا غلاف ایک اور جھلی کا ہوتا ہے جس کا تعلق عضلاتی بافت کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح برقی تار ربڑ کی نلکیوں میں لپٹی ہوتی ہے اسی طرح انسجہ اعصابی اپنے مرکز سے لے کر تمام جسم میں پھیلے ہوتے ہیں اور ان میں برقی رو کی طرح تحریکات چلتی ہیں۔ ان انسجہ اعصابی میں چھوٹی چھوٹی بلندیاں ہوتی ہیں جن کو اصطلاح میں عقد (گنگلیاں) کہتے ہیں۔ جہاں پر دیگر انسجہ اعصابی اپنی دیگر راہیں بناتے ہیں۔ انسجہ اعصابی کا اختتام مختلف طریق پر ہوتا ہے۔

۱۔ جال کی شکل میں ختم ہوتے ہیں۔
۲۔ حلقوں میں ختم ہوتے ہیں۔
۳۔ لمبی صورت میں ختم ہوتے ہیں۔
۴۔ ابھار بنا کر ختم ہوتے ہیں۔ جیسے ہتھیلی اور تلوؤں کی جلد کے نیچے ہوتے ہیں۔ انسجہ اعصابی دماغ سے لے کر حرام مغز کے ذریعے تمام جسم میں پھیلتے ہیں

ان کے افعال احساس کرنا ہے اور عضلات اور غدد کو حرکت دینا ہے۔ ان کا تعلق حواس ظاہری اور باطنی سے ہوتا ہے۔

۲۔ نسیج عضلاتی (مسکولر ٹشو): یہ عضلاتی خلیات سے بنتے ہیں۔ چونکہ ہڈی اور کری کے بعد جسم پر گوشت کا ایک بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے عضلات (گوشت) کی جسم پر کثرت ہوتی ہے۔ اس بافت کے ریشے باہم مل کر مجموعے بناتے ہیں۔ پھر یہ مجموعے مل کر عضلہ بن جاتے ہیں۔ یہ عضلات سر سے لے کر پاؤں تک اعصاب اور غدد کے ساتھ متعلق رہتے ہیں۔ دل عضلات کا مرکز ہے اور معدہ کو عضلات میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔

عضلات کی بناوٹ اور ان کے افعال کے لحاظ سے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول ارادی عضلات جو انسان کے ارادہ کے تحت کام کرتے ہیں جیسے ہاتھ پاؤں کے عضلات جن پر خاص قسم کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ دوسرے غیر ارادی عضلات جن کی حرکت انسان کے ارادہ کے تحت نہیں ہے جیسے دل پھیپھڑے اور معدہ وغیرہ ارادی عضلات میں پھیلنے اور سکڑنے کی طاقت ہوتی ہے بلکہ ان کی حرکت جونک سی حرکت پائی جاتی ہے۔ یعنی ان عضلات کا اگر ایک حصہ سکڑتا ہے تو دوسرا حصہ پھیل جاتا ہے۔ جیسے مری اور آنتوں کے عضلات میں یہ بات نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ہر قسم کے عضلات کے افعال کے متعلق یہ بات سمجھ لیں کہ ان کے ذمہ قدرت نے جسم کی ہر قسم کی حرکت کرنا ہوتا ہے۔ جیسے اعصاب کے ذمے صرف احساس کرنا ہوتا ہے۔ یہ احساس باعث حرکت ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح جسم کی ہر حرکت صرف عضلات کرتے ہیں۔

۳۔ نسیج قشری (اپی تھیل ٹشو): یہ قشری خلیات سے بنتے ہیں۔ جسم انسان میں نسیج قشری عام طور پر غدد اور غشائے مخاطی کی شکل میں سر سے لے کر پاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ غشاء کی صورت میں اعضاء کے اندر یا باہر لگی ہوتی ہے جیسے مری و معدہ اور امعاء میں باہر کی صورت جلد کا بالائی طبق جس کو بشرہ کہتے ہیں اعصاب کے ریشوں کے ساتھ لگی ہوتی ہے جو حقیقی جلد کی حفاظت کرتا ہے۔ جب

بالائی طبق کے پرانے انسجہ کسی وجہ سے مردہ ہو کر گر پڑتے ہیں اس کی جگہ نئی بافت پیدا ہو جاتی ہے۔

افعال کے لحاظ سے جسم کے اندر یا باہر جہاں جہاں پر رطوبات کی ضرورت ہوتی ہے وہاں پر نسیج قشری غدد یا جھلی کی شکل میں ضروری لگے ہوتے ہیں۔ جیسے منہ تھوک، آنکھ میں آنسو، ناک اور حلق میں رطوبات۔ اسی طرح مری و پھیپھڑوں کے اندر بلغم، عورتوں میں دودھ اور مردوں میں منی کا اخراج ہونا۔ اسی طرح پسینہ اور پیشاب وغیرہ کا اخراج بھی نسیج قشری کے افعال میں داخل ہے۔

۴۔ نسیج الحاقی (کنکٹو ٹشو): یہ الحاقی خلیات سے بنتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ جسم انسان کی بنیاد ہڈی و کری اور رباط و اوتار پر ہے۔ ان پر اعصابی و غدی اور عضلاتی انسجہ کے علاوہ جو جسم میں بھرتی ہے وہ سب انسجہ الحاقی سے کی ہوتی ہے۔ جہاں تک احساس و حرکت اور اخراج رطوبت کا تعلق ہے اس میں اس قسم کے احساسات نہیں پائی جاتے۔ گویا ان میں زندگی تو ہے مگر انسانی زندگی کے معاملات میں جو دخل اعصاب و عضلات اور غدد کو حاصل ہے وہ انسجہ الحاقی میں نہیں پایا جاتا۔ ماڈرن میڈیکل سائنس نے ثابت کیا ہے کہ انسجہ الحاقی انسانی زندگی اور جسم میں ابتدائی بافت ہیں اور جب اس میں نشو و ارتقاء پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ دیگر انسجہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جسم کے جس مقام پر نشو و ارتقاء ختم ہو جاتا ہے۔ وہاں الحاقی انساجہ کی کثرت ہو جاتی ہے گویا ان کی کثرت بعض مقامات پر وہاں کی زندگی کا اختتام ہے۔ خون میں ہر قسم کے انسجہ کے مادے پائے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ جو مادہ پایا جاتا ہے۔ وہ انسجہ الحاقی ہوتا ہے۔ جب انسجہ الحاقی کے مادہ میں کمی واقع ہوتی ہے تو انتہائی کمزوری واقع ہو جاتی ہے اور ہڈیاں بھربھری ہو جاتی ہیں اور انسان میں نشو و نما و ارتقاء رک جاتی ہے۔

مفرد اعضاء میں مرض کی ابتداء مفرد اعضاء (انسجہ) کے خلیات کے افعال جب طبعی طور پر اعتدال پر قائم رہتے ہیں تو ہمارے بدن میں بھی کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی اس کا نام صحت ہے۔ جب ان میں نقص و خرابی اور بے اعتدالی پیدا ہو جاتی

ہے۔ اگر کسی خلیہ کے ان صفات کے اندر کسی قسم کا فرق آ جائے تو یہ خلیہ ایسی صورت میں ضرور مریض ہو گا۔ اس کا نتیجہ اور اثر مجموعی جسم پر پڑے گا۔ ان میں خرابی اور بے اعتدالی واقع ہو جائے گی۔ بس اسی کا نام مرض ہے۔ اور اس کی طرف جسم کی جو صورتیں دلالت کریں گی وہ علامات ہیں۔

طب یونانی میں مرض کی ماہیت میں اس کی ابتداء مفرد اعضاء (انسجہ) کے مرض (۱) سوئے مزاج (۲) مرض ترکیب (۳) مرض تفرق اتصال سے شروع ہوتی ہے۔ فرنگی طب کی پیتھالوجی (ماہیت امراض) میں مرض کی ابتداء ترسب اور فساد سے شروع ہوتی ہے۔ اگر ہم فرنگی طب کے ترسب کو مرض ترکیب اور فساد کو تفرق اتصال بھی تسلیم کر لیں تو بھی سوئے مزاج ایک ایسی صورت ہے جو طب یونانی میں تو نظر آور سمجھ آ سکتی ہے۔ مگر فرنگی طب میں اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں پھر ترسب میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اس کی طرف کوئی دوسرا مادہ اکٹھا ہو جائے۔ وہ خود تندرست ہوتا ہے اور اس کے اندر یا باہر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور یہی حالت اس کے تمام اقسام میں قائم ہے۔ لیکن طب یونانی مرض سوئے مزاج میں مفرد اعضاء (انسجہ) کے اندر مزاج کی تبدیلی تسلیم کرتی ہے۔ جس میں اس کے اندر کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور امراض کی ابتداء ہوتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ فرنگی طب خلیہ کی اندرونی تبدیلیاں کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کرتی ہے۔ مثلاً کسی قسم کیرہ تبدیلی اس کی شکل میں واقع ہو جائے۔ یا اس کی جو مرکز یا وسط میں واقع ہے اسی طرح مادہ حیات کی اپنی خاص شکل اور جائے وقوع ہے۔ ان کے طبعی اجزاء غیر طبعی مقدار میں یا غیر طبعی جگہ پر واقع یا مفقود ہوں تو خلیہ مریض سمجھا جائے گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے مزاج میں خرابی واقع ہو گئی ہے۔ لیکن فرنگی طب نہ اس حالت کا نام رکھتی ہے اور نہ اس کو ترسب اور فساد میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

مفرد اعضاء میں مرض کی صورتیں: ہم نے مفرد اعضاء (انسجہ) میں مرض کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ ان کے افعال میں تیزی ہو گی جس کو ہم تحریک کا نام دیتے ہیں۔

۲۔ اس کے افعال میں سستی ہو گی جس کو ہم تسکین کہتے ہیں۔

۳۔ اس کے فعل میں ضعف واقع ہو گا جس کا نام ہم نے تحلیل رکھا ہے۔

ان تینوں صورتوں کی ابتداء سوئے مزاج سے شروع ہوتی ہے۔ اور پھر مرض ترکیب اور داخلی تفرق اتصال تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ امراض کی ماہیت اور حقیقت کے سمجھنے کا بس یہی راز ہے۔ امراض کی ابتداء سے لے کر ان کی انتہاء تک یہی سلسلہ چلا جاتا ہے۔ اس طرح طالب علم اور اطباء کو امراض کی حقیقت و ماہیت اور ان کے نتائج آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس تو کیا کسی طریق علاج نے بھی ان کو الف کو اس ترتیب اور خوبصورتی سے بیان نہیں کیا ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مفرد اعضاء میں تحریک کے امراض کسی مفرد عضو میں جب تحریک پیدا ہوتی ہے تو اس کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ تحریک کی ابتداء میں تو عضو بوجہ کسی محرک کیفیت یا مادہ (عنصر) کی زیادتی یا اپنی ساخت میں کسی کیفیت یا مادہ کی کمی سے سکڑ جاتا ہے اور اس کے مزاج میں سردی اور رطوبات میں خشکی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے اس کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس عضو میں جسم میں ابتداءً کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ البتہ اس میں خشکی کی وجہ سے وہ اپنے افعال میں تیزی سے انجام دینے لگتے ہیں اور خون کا دورہ اس کی طرف تیز ہو جاتا ہے۔ گویا ایک قسم کی طاقت کی صورت اس میں قائم ہو جاتی ہے۔ اگر یہی صورت اس میں قائم رہے اور اس کی رطوبات جسم تمام خشک نہ ہو جائیں اور اس کا سکیڑ زیادہ نہ بڑھے تو اس کے افعال کی تیزی سے جو اخلاط یا رطوبات یا مواد پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ جسم میں بڑھ جاتے ہیں جیسے جگر کے فعل میں تیزی سے صفراء، دماغ کے فعل میں تیزی سے رطوبت اور دل کے فعل میں تیزی سے ریاح میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سکیڑ غدود اعصاب اور عضلات تینوں میں ہو سکتا ہے۔ یہ کیمیاوی امراض ہیں جو مشینی طور پر اعضاء میں سکیڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تحریک سے اعضاء میں جو سکیڑ پیدا ہوتا ہے اس کو طب یونانی میں ضمور اور انگریزی میں اٹروفی (ATROPHY) کہتے ہیں۔ بعض نے اس کو ہزال لکھا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہزال تحلیل کے بعد پیدا

ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ عضو کا سکیڑنا یا نمور حجم میں عظم کے مقابلے میں ہوا کرتا ہے۔ اس میں حرارت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے اس حالت کو ہزال کہنا صحیح نہیں ہے۔

جب کسی عضو میں سکیڑ پیدا ہوتا ہے تو اس میں کیمیاوی طور پر ارضی مادے پیدا ہوتے ہیں اور بڑھتے جاتے ہیں جن کو نمکی مادہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ اعضا میں نمکی مادے کی زیادتی سے کبھی ریاح کی پیدائش بڑھ جاتی ہے کبھی وہاں کے انسجہ میں تحریک ہو کر ان میں نشوونما ہو جاتی ہے۔ جس سے رسولیاں' سلعات (TUMOR) بن جاتی ہیں۔ کبھی خشکی سے اعضاء پھٹ جاتی ہیں۔ کبھی خارش شروع ہو جاتی ہے اور کبھی دانے نکل آتے ہیں۔

جب کبھی کسی عضو میں رفتہ رفتہ یا یکبارگی یا ضربہ اور سدد سے خشکی ہو جاتی ہے تو شرائن پھٹ جاتی ہیں اور خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ کبھی اس خشکی سے سوزش پیدا ہو جاتی ہے جس میں اکثر ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ سوزش اور ورم کی حقیقت پر ہم روشنی ڈال چکے ہیں۔ گویا خشکی سے لے کر خارش و دانے سوزش و بدن پھٹنا اور سلعات و اورام سب اسی تحریک کے مشینی امراض ہیں۔ مشینی اور کیمیاوی امراض و علامات کے فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

مفرد اعضاء میں تسکین کے امراض جب کسی مفرد عضو میں بلغم اور رطوبات کی زیادتی شروع ہوتی ہے تو اس عضو کے حجم یا انسجہ کی تعداد یا غیر عضوی (نسیج) مادوں کے اجتماع سے نشوونما ہو کر اس کی ساخت میں غیر طبعی بڑھاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس کو عظم کہتے ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) عظم صادق (۲) عظم کاذب (۳) عظم اضافی

۱۔ **عظم صادق:** جب اعضاء کی ساخت میں طبعی طور پر بڑھاؤ پیدا ہو تو اس کو عظم صادق کہتے ہیں۔ جیسے ورزش اور محنت سے اعضائے جسم میں عظم واقع ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہاں کے اعضاء میں ورزش اور محنت سے خشکی کے ساتھ طلب غذا بڑھ جاتی ہے۔ جو خون سے حاصل کرتے ہیں جس سے ان

میں طبعی نشوونما ہو جاتی ہے۔ اور یہ صالح چیز ہے۔ اس کو مرض میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ مفید صورت ہے۔

۲۔ **عظم کاذب:** جب عضو کی کسی ساخت میں بلغم اور رطوبات جمع ہوں۔ مگر وہ اعضاء میں جذب اور جزو بدن نہ ہوں۔ ان سے مفرد اعضاء (انسجہ) بڑھ کر نرم یا ڈھیلے ہو جائیں۔ ایسے بڑھاؤ زیادہ تر انسجہ الحاقی میں ہوا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غیر طبعی بڑھاؤ ہوتا ہے اس لئے اس کو عظم کاذب کہتے ہیں۔ جیسے جگر و طحال اور پیٹ اور دل کا بڑھ جانا وغیرہ۔

۳۔ **عظم اضافی:** جب کسی عضو پر کسی غیر مادے کا بڑھاؤ پیدا ہو جائے جیسے چربی یا غیر انسجہ کا بڑھ جانا۔ چونکہ یہ بڑھاؤ غیر طبعی ہوتا ہے اس لئے اس کو عظم اضافی کہتے ہیں جیسے دل و گردہ اور پیٹ پر چربی کا چڑھ جانا۔

تحلیل کے امراض جسم میں مفرد اعضاء کے امراض کی تیسری صورت تحلیل کی ہے۔ حقیقت میں تحلیل میں حرارت کی جسم میں زیادتی سے اس قسم کا ضعف پیدا ہوتا ہے۔ جس سے اس میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جیسے موم بتی کے جلنے کی حرارت سے موم میں تحلیل اور کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے یا برف اگر دھوپ میں پڑی ہو تو اس میں تحلیل اور کمی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن ظاہر میں اس تحلیل جسم کی رطوبت جہاں پر اکٹھی ہو جاتی ہے وہاں ایک ورم کی صورت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ مرض تحلیل کی علامت ہے۔

ورم کی حقیقت ورم کی حقیقت پر ہم ابتداء میں بھی روشنی ڈال چکے ہیں کہ ورم صرف ابھار یا سوجن کو کہتے ہیں جس کو انگریزی میں سویلنگ (SWELLING) کہتے ہیں۔ جو ماؤف جگہ کو باقی صحیح بدن سے اونچا کر دے۔ یہ اورام (۱) سوزش میں ہو سکتے ہیں جن کو ہم نمور کے تحت لکھ چکے ہیں۔ (۲) رطوبت کی زیادتی ہو سکتے ہیں جن کو ہم نے سکیڑ یا عظم کے تحت بیان کیا ہے۔ (۳) انسجہ کے ٹوٹ پھوٹ اور تکاثر و تحلیل سے پیدا ہوتے ہیں جن کو ہم استسقاء کے تحت بیان کریں گے۔ ورم صرف التہاب کو نہیں کہتے وہ صرف سوزشی ورم کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ

ہر ورم کا باعث صرف التہاب (انفلیمیشن) ورم کی حقیقت کو پورے طور پر ذہن نشین کرلینا چاہئے تاکہ مبالغہ نہ رہے۔

استسقاء وہ مرض ہے جس میں پیٹ یا بیرونی اعضاء پھول جاتے ہیں۔ استسقاء ایک عربی لفظ ہے۔ جو سقی سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں پانی مانگنا پانی کا جمع ہو جانا۔ چونکہ حالت استسقاء میں جسم کی کسی نہ کسی ساخت یا جوف میں خون کا پانی اکٹھا ہو جاتا ہے۔ یا جسم میں پانی کی طلب بڑھ جاتی ہے جس سے یہ علامت استسقاء ظاہر ہوتی۔ چونکہ اس مرض میں جسم پھول جاتا ہے اور اس میں ابھار یا سوجن کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ماؤف جگہ کو صحیح حالت بدن سے اونچا کر دیتا ہے اس لئے اس مرض کو اورام کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

استسقاء کے اقسام: اطبائے قدیم نے اس کے تین اقسام بیان کئے ہیں۔

۱۔ استسقاء زقی۔ زق مشک کو کہتے ہے۔ جس طرح مشکل پانی سے پھول جاتی ہے۔ اسی طرح پیٹ بھی پانی سے پھول جاتا ہے۔

۲۔ استسقاء لحمی۔ (لحم گوشت) اس مرض میں جسم کا گوشت نرم اور پھول جاتا ہے۔

۳۔ استسقاء طبلی (طبل یعنی ڈھول) پیٹ اس طرح پھول جاتا ہے کہ اس میں سے ڈھول کی سی آواز آتی ہے۔ چونکہ ان اقسام کو سمجھانے میں حکماء اور اطباء نے کچھ غلطیاں کی ہیں اور کہیں ذہن نشین کرایا ہے تو پورے طور پر نہیں سمجھایا گیا۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس مضمون کو پوری طرح ذہن نشین کرا دیں گے۔

استسقاء کی مقامی تقسیم جب جسم کا کوئی مقام پھول جائے یا اس کی بعض ساختوں اور جوفوں میں سیالی خون جمع ہوجائے۔ تو ان کو مختلف ناموں سے نامزد کیا جاتا ہے۔ مثلاً استسقاء الدماغ۔ استسقاء الصدر استسقائے غلاف القلب۔ پیٹ کے جوف میں ہو تو استسقائے زقی' استسقاء الخصیہ' استسقاالرحم وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔ استسقاء کا مطلق اطلاق استسقاء الزقی پر کیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ چہرہ و پپوٹوں اور ہاتھ پر اماس آ

جاتی ہے۔ اس کو بھی ورم رخو یا تموج کہتے ہیں۔

مقاموں کے متعلق غلط فہمی مختلف مقامات کے استسقاء کے جو مختلف نام رکھے گئے ہیں ان کو جدا جدا اقسام کے استسقاء خیال نہیں کرنا چاہئے بلکہ استسقاء الزقی کی مختلف صورتیں ہیں جو مختلف اعضاء یا مختلف مقامات پر تحریک کی وجہ سے وہاں پر واقع ہو گئے ہیں یا ان کو استسقاء الزقی کی مختلف علامات خیال کر لینا چاہئے۔ اسی طرح چہرہ و پپوٹوں اور ہاتھ پاؤں کے اماس پھول جانے کو بھی استسقاء الزقی ہی تسلیم کر لینا چاہئے۔ کیونکہ یہ سب استسقاء الزقی کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے ایک ہی اسباب ہوتے ہیں اس لئے ان کا ایک ہی علاج ہے۔ ان کو مختلف امراض خیال کر کے مختلف علاج کے لئے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

فرنگی طب کی غلط تشخیص جسم کے مختلف جوفوں میں جو استسقاء پیدا ہو جاتا ہے اس کو رطوبت علیہ (سیکریشن) یا رطوبت الفقاویہ تحقیق کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق فرنگی منافع الاعضاء کی کتب میں لکھا گیا ہے کہ رطوبت علیہ ہمیشہ بدن میں بنتی رہتی ہے۔ اور اس کا یہ کام ہے کہ اپنے ہمراہ خون سے غذا لے جا کر مثل شبنم جسم پر پھیل جاتی ہے اور ان کو غذا پہنچاتی ہے۔ پھر وہاں سے ان کے فضلات جذب کر کے اپنے ہمراہ لیتے ہوئے عروق جاذبہ سے اور وہاں سے پہنچ کر خون میں مل جاتی ہے۔ بس اس رطوبت علیہ ہی کی زیادتی کو استسقاء تحقیق کیا ہے۔ جو بالکل غلط ہے فرنگی طب اس رطوبت علیہ کے اجتماع کی صورتیں اس طرح بیان کرتی ہے کہ استسقاء کی حالت میں رطوبت علیہ کا جمع ہونا دو ہی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ رطوبت علیہ بہت زیادہ مقدار میں خون سے مترشح ہوتی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ رطوبت علیہ کے طبعی دوران میں کوئی خرابی پڑ جاتی ہے ان دونوں وجوہات میں سے پہلے زیادہ اہم ہے اور ان کا سبب عروق دموی کی اس کمزوری کا سبب فقرالدم یا کوئی سمیت (جو خون میں دورہ کر رہی ہے) ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ استسقاء کبھی بھی رطوبت علیہ کے اجتماع سے نہیں ہوتا ایسا خیال کرنا بھی بالکل غلط ہے۔ جاننا چاہئے کہ استسقاء ہمیشہ اس رطوبت سے ہوتا ہے جو

کسی مفرد عضو (انسیج) کے تحلیل ہونے سے اخراج پاتی ہے۔ کیونکہ جسم کی رطوبت عضلات ہی میں بھری رہتی ہے۔ یہ تحلیل اس وقت عمل میں آتی ہے جب غدد (جگر) میں سوزش اور انقباض ہو جاتا ہے۔ جس سے مجاری تنگ ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں صفراء کی پیدائش تو قائم رہتی ہے مگر اس کا اخراج رک جاتا ہے۔ پھر یہی صفراء خون میں داخل ہو کر اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس حالت کی ابتدائی صورت کا نام یرقان (جانڈس) ہے۔ پھر سوانتیہ پیدا ہو جاتا ہے جس میں خون بگڑ جاتا ہے۔ چہرہ اور بدن کی رنگت زردی مائل ہوتی ہے۔ اور ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں اور نہایت کمزوری ہو جاتی ہے اس کے بعد جب عضلات میں تحلیل شروع ہو جاتی ہے تو وہ پھولنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اور یہی حالت دل کے عضلات کی ہوتی ہے۔ پھر عضلات اور دل کی تحلیل شدہ رطوبت بدن کے جوفوں میں اکٹھا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ بس اس حالت کا نام استسقاء ہے جس حصہ جسم میں تحلیل زیادہ ہوتی ہے اس کی مناسبت سے نام رکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن مرض کی حالت ایک ہی رہے گی۔ غدد (جگر) میں سوزش عضلات (قلب) میں تحلیل اور اعصاب (دماغ) میں سکون (بلغم) ہو گا یعنی دماغ ہو یا قلب صدر ہو یا شکم رحم ہو یا خصیہ اور چہرہ و پوٹے ہوں یا ہاتھ پاؤں میں ہیں بھی ابھار و سوجن اور اماس و تموج ہو' حقیقت میں غدد (جگر) اور ان کے متعلقات میں سوزش ہو گی۔ گویا استسقاء ایک ہی مرض ہے اور اس کی ایک ہی ماہیت ہے چاہے مقام کے لحاظ سے اس کا نام مختلف کیوں نہ ہوں۔ جیسے سوزش و درد اور بخار و ضعف کی علامات مختلف مقامات پر مختلف ناموں سے نامزد کئے جاتے ہیں لیکن ان کی اپنی حقیقت ایک ہی رہتی ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ فرنگی تحقیقات کس قدر غلط اور گمراہ کن ہیں۔ ہم ذیل میں ثبوت کے لئے انہی کے اسباب مرض بیان کرتے ہیں تاکہ حقیقت پورے طور پر روشن ہو جائے۔

رطوبت علیہ اور سیال خون میں فرق جاننا چاہئے کہ رطوبت علیہ کی تعریف جو فرنگی کتب منافع الاعضاء میں درج ہے ہم اوپر لکھ چکے ہیں اور اس کی کتب ہی سے سیال خون کی ماہیت لکھتے ہیں۔

(۱) استسقاء میں جو رطوبت ہوتی ہے اس کا رنگ طبعی (ہلکا زرد) ہوتا ہے۔ (۲)

اس کا وزن مخصوص ۱۰۰۶ سے لے کر ۱۰۱۲ تک ہوتا ہے۔ (۳) اس میں مادہ سلمہ برائے نام ہوتا ہے۔ (۴) اس میں کریات بیضہ بہت کم مقدار میں ہوتے ہیں۔ (۵) اس میں غیر طبعی آمیزش مثلاً صفراء جو خون میں دورہ کر رہا ہوتا ہے۔ یہ رطوبت ابالنے پر رطوبات بیضہ کی طرح منجمد نہیں ہوتی۔ ان میں سے کوئی صورت بھی رطوبت علیہ میں نہیں پائی جاتی بلکہ وہ ایسی رطوبت ہے جو خون سے شرائین و غدد کے ذریعہ جسم پر شبنم کی طرح ترشح پاتی ہے اور جسم اپنی غذائی ضرورت کے لئے جذب کر لیتا ہے۔ اور اس میں خون کے تمام اوصاف پائے جاتے ہیں اور اس کے خلاف سیال خون میں نہ ہی اس کا رنگ و وزن ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں اجزائے سلمہ و کریات بیضا اور البیومن ہوتی ہے۔ بلکہ اس میں نمک و صفراء کی زیادتی کی وجہ سے اس کا رنگ ہلکا زرد ہوتا ہے یا کسی زہر یا زہریلے جانور مثلاً زہریلی مچھلی' کیکڑا وغیرہ کھانے یا سانپ بچھو' کن کھجورا' بھڑ اور بھونڈ کے زہر کا اثر ہوتا ہے جن سے جگر اور گردوں میں انقباض ہو کر غدد میں سکیڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور عضلات و قلب میں تحلیل شروع ہو جاتی ہے۔

تحقیقات علاج اورام

علاج اورام اب تک ہم تحقیقات اورام پر لکھتے رہے ہیں اور اب علاج اورام پر اپنی تحقیقات شروع کر رہے ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس مضمون کو جلد ختم کر دیں۔ کیونکہ بعض دوست اس کی طوالت سے گھبرا گئے ہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں تحقیقات کا ذوق بہت ہی کم ہے اس لئے اکثریت معالجین صرف اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ مرض یا علامت کا نام لکھ کر علاج پیش کر دیا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک ماہیت مرض اور اس کے متعلق پوری تحقیقات سے آگاہی نہ ہو اس وقت تک مرض کے علاج پر پورے طور پر دسترس حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر سوزش اور اورام جیسی علامات کا مکمل طور پر جاننا نہایت اہم ہے کیونکہ پہلے بھی یہ بات ہم واضح کر چکے ہیں کہ تمام علم العلاج میں سوزش و اورام کو انتہائی اہمیت حاصل ہے اور جو

معالجین اس پر اچھی طرح دسترس رکھتے ہیں وہ ہر قسم کے علاج پر مکمل طور پر قدرت رکھتے ہیں۔

ہم نے سوزش و اورام کی تحقیقات میں ایسے ایسے اسرار و رموز اور حقائق پیش کئے ہیں کہ فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کو ان کا تامال علم بھی نہیں ہے۔ شاید آئندہ سو پچاس سالوں تک ان کی حقیقت سے آگاہ ہو سکیں اور ان کے ساتھ ہی ماہیت امراض تشخیص امراض' نام امراض اور علامات و اسباب پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے بھی لکھنا تھا کہ کوئی یہ کہہ نہ پائے کہ جب ہماری تحقیقات فرنگی طب ماڈرن سائنس پر برتری ایڈوانس رکھتی ہیں تو ان کی معلومات کی حقیقت کو کیوں نہیں پیش کیا گیا اور دوسری اہم بات یہ تھی کہ ہمیں ان کے علم و فن کی غلطیوں کو بھی پیش کر کے یہ واضح کرنا تھا کہ ان کا علم و فن نہ صرف غلط ہے بلکہ حقیقت سے بھی بہت دور ہے۔ الحمد اللہ کہ ہم اپنے قول و فعل میں بہت حد تک کامیاب رہے ہیں امید ہے کہ آئندہ علم و فن کی تجدید و تکمیل کے لئے وہ صراط المستقیم کی ہدایت فرمائیں گے۔

تعین اورام ایورویدک اور اطباء نے چونکہ اورام کو دوشوں اور اخلاط کے تحت بیان کیا ہے اور ہم نے دوشوں اور اخلاط کو بالمفرد اعضاء سے تطبیق دے کر فن میں تجدید اور تکمیل کی صورت پیدا کی ہے۔ اس لئے انہوں نے اورام کی جو صورتیں پیش کی ہیں ان کا تعین اور تطبیق کرنا ضروری ہے تاکہ ان کو پورے طور پر سمجھا جا سکا اور اس کے ذہن نشین کرنے میں سہولت بھی ہو۔

شیخ الرئیس لکھتے ہیں کہ ورم ایک ایسا مرض ہے جس میں جسم کا کوئی مقام پھول جاتا ہے یا غلیظ ہو جاتا ہے۔ یہ مرض کسی عضو میں فضلات اور زائد مواد سے نمودار ہوتا ہے جو اس میں جمع ہو کر تناؤ اور پھیلاؤ پیدا کر دیتے ہیں۔ اور بثور یعنی پھنسیاں اورام ہی سے ہیں۔ پھنسیاں دراصل چھوٹے اورام ہیں۔ جس طرح اورام بھی گویا بڑی بڑی پھنسیاں ہیں گاہے ورم بیرونی اسباب سے بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی عضو میں چوٹ لگنے تو درد کی وجہ سے اس کے اندر جوش حرارت پیدا ہو جاتا ہے جس سے خون یہاں کھنچ کر چلا آتا ہے۔ چونکہ چوٹ کے باعث اس عضو کے اندر ضعف

پیدا ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت اس ضعف کو دور کرنے اور اس کی اصلاح کرنے کی غرض سے خون روانہ کرتی ہے جس سے یہ عضو اس سے پر ہو کر متورم ہو جاتا ہے۔

اقسام اورام شیخ الرئیس نے پھر مختلف اخلاط سے ان کے اقسام لکھے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ **فلغمونی:** دموی ورم ہے۔ علامات مقام پھولا ہوا۔ گرم سرخ اور تنا ہوا ہوتا ہے۔ ہاتھ سے نہیں دبتا۔ درد بھی سخت ہوتا ہے۔ ٹیس پڑتی ہے۔ علی الخصوص اس وقت جب کہ یہ ورم کسی ایسے عضو میں ہو جہاں شریانیں بکثرت ہوتی ہیں ورم دموی کی ایک قسم ہے جسے یونانی میں سقاقلوس اور عربی میں خبیثہ کہتے ہیں یہ ایک بڑا ورم ہے جو غلیظ خون سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ ورم اتنا بڑا ہوتا ہے اور اس کا مادہ اتنا غلیظ ہوتا ہے کہ وریدیں' شریانیں بلکہ ہوائی آمدورفت کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ شریانیں حرارت غریزیہ کی ترویج سے رک جاتی ہیں جس سے حرارت بجھ جاتی ہے۔ خون گندہ ہو کر فاسد ہو جاتا ہے۔ پھر اس خون سے یہ عضو بھی گندہ اور فاسد ہو جاتا ہے۔ اور مردہ ہو کر سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج کاٹ ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ لیکن جب تک حرارت غریزیہ نہیں بجھی ہوتی اور عضو میں جب تک اتنا فساد نہیں ہوتا۔ بلکہ حرارت غریزیہ کے بجھنے خون کے چکنے اور جلد کے کثیف ہونے کے باعث صرف اس کے رنگ کی تازگی جانے لگی ہو اور اس کی نبض بند ہو چکی ہو تو اس کا نام "گانگرانا" ہوتا ہے اس حالت میں نبض کے بند ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی قوت جاتی رہتی ہے۔

۲۔ **حمرہ:** وہ ورم ہے جو خالص صفراء سے پیدا ہوتا ہے۔ علامات صفراوی ورم روشن' براق' سوزان اور صفراء کے رنگ پر سرخ ہوتا ہے جو دبانے سے ہٹ جاتی ہے۔ پھر یہ سرخی جلد ہی لوٹ آتی ہے۔ نیز یہ ورم سطح جلد سے قریب تر ہوتا ہے۔ زیادہ گہرا نہیں ہوتا۔ وہاں اگر صفراء خون کے ساتھ مخلوط ہو تو یہ ورم گوشت کے اندر گہرا ہوتا ہے۔ درد خفیف ہوتا ہے۔ سوزش شدید ہوتی ہے اور حرو پھیلتا اور دوڑتا ہے۔ اس کی ایک قسم نملہ ہے۔ وہ ایک دانہ یا چند دانے ہیں جن کے ساتھ اس قدر سوزش اور جلن ہوتی ہے۔ اور دانے کی جگہ ہلکا سا ورم ہوتا ہے اور چونکہ

اس کا مادہ تیز ہوتا ہے۔ اس لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ چیونٹی کی طرح رینگتا ہے۔

نملہ کی ایک قسم نملہ متاکلہ ہے۔ جو جلد کو زخمی کر کے کھا جاتا ہے (متاکلہ کھانے والا) دوسری قسم نملہ ساذجہ (ساذجہ سادہ) جو ظاہر جلد میں دوڑتا ہے اس کا سبب لطیف اور تیز صفراء ہوتا ہے جو باریک رگوں کے دہانے سے خارج ہوتا ہے۔ یہ مادہ جلد کی گہرائی میں کیوں بند نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نہایت لطیف اور تیز ہوتا ہے۔

نملہ کی اقسام میں سے جاورسیہ ان دانوں کو کہتے ہیں جو باجرہ کے مانند چھوٹے چھوٹے متفرق آبلے ہوتے ہیں۔ ان کی جڑیں سرخ اور سرے سفید ہوتے ہیں۔ گاہے ان کے ساتھ شدید سوزش اور ورم ہوتا ہے اور پانی بہتا ہے۔ اس کا سبب بھی صفراء ہے جس سے نملہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہاں کا مادہ صفراء رقت و غلاظت میں اوسط درجہ کا اور حدت میں کم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ کسی قدر بلغم رقیق مل جاتا ہے۔

۳۔ جمرہ: وہ دانے ہوتے ہیں جو گاہے منتشر اور گاہے اجتماعی حالت میں پھیل کر نمودار ہوتے ہیں۔ جمرہ یعنی انگارہ کی مانند ان میں سخت سرخی ہوتی ہے۔ ہر ایک دانہ بدن کا ایک گہرا حصہ گھیر لیتا ہے۔ گوشت کے اندر گھس جاتا ہے اور اس کا درد ایسا ہوتا ہے گویا بدن پر آگ رکھی ہوئی ہے۔ اس پر کھرنڈ جم جاتا ہے۔

۴۔ نار فارسی: وہ دانہ ہے جو نکل کر جلد پر کھرنڈ جما لیتا ہے۔ کیونکہ یہ اپنی حدت کی زیادتی سے جلد کو جلا دیتا ہے۔ اس کے ساتھ نہایت سخت سوزش ہوتی ہے۔ یہ دانہ جہاں نکلا ہے وہاں طوؤسی رنگ کے سرخ خطوط جلتی ہوئی آگ یا بھڑکتے ہوئے شعلے کے مانند ہوتے ہیں۔ یہ جمرہ سے قریب تر ہوتا ہے۔

۵۔ تنفط: کبھی بدن پر آبلے نکل آتے ہیں جن میں رقیق رطوبت ہوتی ہے جس طرح جلنے سے آبلے نکل آتے ہیں اور گاہے ان میں پتلا خون ہوتا ہے۔ آبلوں کے پیدا ہونے کی یہ صورت ہوتی ہے کہ عارضی حرارت سے خون رقیق ہو جاتا ہے اور اس میں اس قدر جوش آتا ہے کہ مائیت الگ ہو کر عروق کے سروں میں جلد کے نیچے چلی جاتی ہے اور جلد بمقابلہ اور ساختوں کے زیادہ ٹھوس ہوتی ہے۔ اس لئے

مائیت اس میں نفوذ کر کے خارج نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو مائیت پسینہ کی طرح بدن سے بالکل خارج ہو جاتی۔ بلکہ جلد سے پانی سے بھرے ہوئے آبلے بن کر رہ جاتی۔

۶۔ شری: یہ بھی ایک قسم کے دانے ہیں۔ بعض چھوٹے اور بعض بڑے اور چپٹے ہوتے ہیں۔ یہ دانے سرخ ہوتے ہیں۔ ان میں پریشان کن کھجلی ہوتی ہے اور علی العموم ایک لخت پیدا ہوتے ہیں۔ اس مرض کا سبب وہ گرم بخارات ہوتے ہیں جو یک لخت صفراوی خون یا بلغم شور سے بدن میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو پتی خون سے اچھلتی ہے اس کی علامت یہ ہے کہ ان میں سرخی اور گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ اور جلد نمودار ہو جاتی ہے اور اکثر دن کو نکلا کرتی ہے اور بلغمی کی علامت یہ ہے کہ سفید مائل ہوتی ہے۔ اور اکثر شب کے وقت اچھلا کرتی ہے۔

۷۔ خراج: بڑے بڑے گرم ورموں میں جب پیپ جمع ہو جاتی ہے تو اس کو خراج (پھوڑا) کہتے ہیں۔ اس کی پیدائش غلیظ مادے سے ہوتی ہے جس کو طبیعت کسی عضو کی طرف دفع کرتی ہے اور وہ غلیظ ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں ہوتا کہ جلد میں نفوذ کر کے میل اور پسینہ اور بخارات کی شکل میں تحلیل ہو سکے اور نہ ہی اس قابل ہوتا ہے کہ گوشت میں سرایت کر جائے اور پیوست ہو جائے۔ وہ عضو کو پھاڑ کر اپنی جگہ بنا لیتا ہے اور پھر خود بھی متعفن ہونے لگتا ہے۔ اور اردگرد کے گوشت کو بھی اس گرمی سے متعفن کرنے لگتا ہے۔ جو اس میں عارضی حرارت سے پیدا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اس فضا میں جہاں یہ جمع ہوتا ہے۔ پیپ اکٹھی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ پیپ پختہ ہو کر اور اردگرد کی جگہ کو کھا کر پھوٹ نکلتی ہے۔ پیپ بننے کی علامت یہ ہے کہ درد بڑھتا جاتا ہے اور چھونے سے تنا ہوا معلوم ہوتا ہے اور پیپ کے پک جانے کی علامت یہ ہے کہ درد کی شدت میں سکون آ جاتا ہے۔

۸۔ دنبل: دنبل دراصل بڑی اور صنوبری شکل کی پھنسی ہے۔ اس کی رنگت میں سرخی اور ابتداء میں سخت درد ہوتا ہے۔ یہ بھی حقیقت میں پھوڑوں کی قسم ہے۔ بلغمی اورام یونانی طب میں ان اورام کو کہا گیا ہے جو بلغمی مادہ کی زیادتی یا خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔

۸۔ **ورم رخو:** ورم رخو کا یونانی نام اوڈیما ہے۔ یہ ایک سفید اور ڈھیلا سا ورم ہوتا ہے۔ اس ورم کے ساتھ نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ ہی درد کیونکہ یہ رقیق رطوبت کے بننے سے پیدا ہوتا ہے۔

علامات: ورم میں کسی قدر غلاظت ہوتی ہے۔ اس میں کسی قدر ثقل بھی ہوتا ہے۔ اور دبانے سے انگلی اندر دھنس جاتی ہے۔ اور دباؤ کا اثر اس پر دیر تک قائم رہتا ہے۔

۹۔ **رسولی:** یہ ایک غلیظ ورم ہے جو گوشت کے ساتھ چپکا نہیں ہوتا بلکہ اس طرح الگ ہوتا ہے کہ وہ گرفت میں آسکتا ہے اور حرکت دینے سے وہ ہر طرف آگے پیچھے، دائیں بائیں پھر سکتا ہے۔ یہ ورم چنے سے لے کر تربوز تک کے برابر ہوتا ہے اس کی ایک تھیلی ہوتی ہے جو اسے ہر طرف گھیرے رکھتی ہے۔ اس کی پیدائش غلیظ بلغم سے ہوتی ہے۔

رسولی کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) شحمیہ (۲) عسلیہ (شہد جیسی) (۳) اردھالیہ۔ ایک قسم کے حریرے جیسی (۴) ثیرازیہ ایک قسم کے سالن کے مانند۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں مذکورہ بالا اشیاء پر حاوی ہوتی ہیں۔ پہلی قسم میں شحمیہ سب سے سخت ہوتی ہے اور اس کے چھونے سے کسی قدر درد بھی ہوتا ہے۔ اور باقی تینوں اقسام نرم اور قلیل الحس ہوتی ہیں۔

۱۰۔ **اورام غدد اور عقد:** گلٹیاں اور گانٹھیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ (۱) طبعی یعنی اصلی (غدد) (۲) غیر طبعی یعنی عارضی (رسولی اور مسے) مثلاً زبان کی جڑ کے غدد اور عارضی عقد دراصل بدل کے زوائد اور ابھاروں کے مانند ہیں۔ دراصل عقد سخت جسم ہوتی ہیں اور سردی اور خشکی سے بستہ ہو کر اور وہ بھی غلاظت اور صلابت اختیار کر لیتی ہیں۔ فرق ان میں اور رسولی میں صرف یہ ہے کہ یہ رسولی کی طرح بڑھتی نہیں ہیں۔ اور ان پر رسولی کی طرح غلاف بھی نہیں ہوتا اور غدد نرم نہیں ہوتے بلکہ سخت ہوتے ہیں عقد کی کئی قسمیں ہیں۔

۱۔ جو گوشت سے خالی مقامات پر نمودار ہوتی ہیں۔ یہ فندق اور اخروٹ وغیرہ

کے مانند ہوتی ہیں اور دبانے سے پھیل کر غائب ہو جاتی ہیں۔ یہ گاہے درد کے ساتھ ہوتی ہیں اور گاہے درد کے بغیر۔

۲۔ عقد گاہے لحمی یعنی گوشت کی سی ہوتی ہیں۔ یہ پہلی قسم کے خلاف بدن کے ہر حصے میں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ان کو ناٹیل مدنہ (چھپے ہوئے) کہتے ہیں۔

۳۔ گاہے غیر معمولی حرکت اور رگڑ سے بھی اعصاب میں عقد پڑ جاتی ہیں۔ اعصاب کی عقد بھی رسولی کی طرح ابھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح دب جاتی ہیں۔ لیکن رسولی اور ان میں یہ فرق ہے۔ کہ رسولی ہر طرف پھر سکتی ہے مگر یہ صرف دائیں بائیں ہٹ سکتی ہیں۔

۱۱۔ **خنازیر:** کنٹھ مالا رسولی کی طرح گوشت سے الگ نہیں ہوتا بلکہ گوشت کے ساتھ لگا ہوتا ہے۔ یہ رسولی سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور خنازیر کی جگہ باہر سے گلٹیاں اور رسولی سی نظر آتی ہیں۔ خنازیر لحوم رخوہ یعنی گلٹیوں اور خاص کر گردن میں پیدا ہوتا ہے۔ (دیگر مقامات پر بھی پیدا ہو سکتا ہے) خنازیر کی گلٹیاں اکثر متعدد ہوتی ہیں اور ایک تھیلی کے اندر بند ہوتی ہیں۔ ان کا نام خنازیر اس لئے رکھا گیا ہے کہ اکثر یہ مرض سور کو ہوتا ہے۔ کنٹھ مالا کی پیدائش بدہضمی اور تخمہ سے ہوا کرتی ہے۔

۱۲۔ **طاعون:** شیخ الرئیس کا قول ہے کہ جس یونانی لفظ کا ترجمہ عربی میں طاعون ہے۔ یونانیوں کے نزدیک یہ تمام ان اورام کے لئے بولا جاتا ہے۔ جو لحوم غدد یعنی گلٹیوں میں ہوا کرتے ہیں۔ خواہ وہ گلٹیاں حسدار ہوں جیسے خصے، چھاتی اور اصل اللسان وغیرہ اور خواہ وہ بے حس ہوں مثلاً بغل کی گلٹیاں، کان کے پیچھے کی گلٹیاں، سر کے پیچھے کی گلٹیاں۔ بعد میں لفظ مہلک اور زہریلے اورام کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے، لیکن گلٹیوں سے اس کا تعلق لازمی ہوتا ہے۔

طاعون چھوٹے چھوٹے دانے یا بڑے ورم کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ بہت زیادہ سوزش ہوتی ہے۔ یہ مقام سبز یا نیلا ہو جاتا ہے یا یہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اس مرض کے ساتھ قے بھی آتی ہے۔ اس کا سبب سے زہریلا مادہ ہوتا ہے جو عضو کو فاسد اور متصلہ اجزاء کے رنگ کو بدل دیتا ہے اور اس کی بری کیفیت شریانوں کی راہ قلب تک پہنچ کر قے، غشی اور خفقان پیدا کرتی ہے اور یہ مرض علی العموم

چوتھے روز ہلاک کر دیتا ہے۔ اور اکثر اس کا ورم ضعیف اور ڈھیلے اعضاء میں ہوتا ہے علی الخصوص یہ مغابن یعنی کنج ران، بغل اور کان کے پیچھے ہوا کرتا ہے۔ اور بڑا طاعون وہ ہے جو بغل اور کان کے پیچھے عارضی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ مقام ایسے اعضاء سے قرب رکھتے ہیں جو بڑا رئیس ہیں۔

۱۳۔ **اورام المغابن:** گاہے مغابن یعنی بغلوں اور کنج ران میں ہو جایا کرتا ہے (مگر وہ زہریلے اور فاسد نہیں ہوا کرتے) بلکہ ان اورام کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اعضائے رئیسہ اپنے فضلات کو ان کی طرف بھیجتے ہیں۔ گاہے ہاتھ پاؤں کے دوسرے زخموں اور ورموں سے بھی ان میں ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ طبیعت اصلاح کرنے کی غرض سے ان اورام وغیرہ کی طرف اچھے یا برے مواد کی راہ میں ہوتی ہیں اور ان کی ساخت بھی ضعیف ہوتی ہے۔ اس لئے یہ مواد ان گلٹیوں کے اندر نفوذ کر کے ورم پیدا کر دیتا ہے۔

۱۴۔ **عرق مدنی (ناروا):** عرق مدنی ایک مرض ہے۔ اول یہ دانہ سا نمودار ہوتا ہے۔ پھر پھول کر آبلہ بن جاتا ہے۔ پھر اس میں چھید ہو جاتا ہے جس سے ایک شے رگوں کی مانند خارج ہوتی ہے اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک بالشت کے برابر اور بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بالکل خارج ہو جاتی ہے اور گاہے کیڑے کی طرح جلد کے نیچے حرکت کرتی ہے۔

سبب اس مرض کا سبب ردی فضلات ہوتے ہیں اور گوشت کے اندر کی رگوں میں جمع ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی غیر معمولی حرارت بھی ہوتی ہے۔ جو ان فضلات کو بھون کر خشک اور بستہ کر دیتی ہیں اور یہ فضلات دھاگے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ رگوں کی نالیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو طبیعت دوسرے فضلات کی طرح دفع کرتی ہے۔ جو بعض باریک شاخوں کی طرف جا کر اسے کھولتے ہیں اور قوت دافع کے زور سے جلد میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ یہ مرض اکثر حجاز سے گرم خشک ممالک میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کو مدینہ منورہ کی طرف اس لئے منسوب کیا گیا کہ وہاں اکثر پیدا ہوتا ہے۔

اورام ریاحی شیخ الرئیس لکھتے ہیں کہ ورم ریحی کی ایک قسم تو وہ ہے جو محرک بخارات سے پیدا ہوتی ہے۔ اور قیح یعنی بھربھراہٹ سے مشابہ ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو ریاحی بخارات (غلیظ بخارات) سے عارض ہوتی ہے اس کا نام نفخ (پھولن) ہے۔

علامات یہ ورم پھولی ہوئی مشک کی طرح ہلکا ہوتا ہے۔ انگلی سے بہت کم ہوتا ہے اور دباؤ کا اثر فوراً زائل ہو جاتا ہے۔

سبب گاہے اس کی پیدائش سوداوی مادے سے ہوتی ہے جو خون کا میل اور تلچھٹ ہوتا ہے۔ اس قسم کے اعضاء کٹ کٹ کر نہیں گریں گے۔ کیونکہ اس کا مادہ زیادہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ اعضاء کی حس باطل ہو جاتی ہے اور یہ موٹے اور ٹھوس سے ہو جاتے ہیں۔ آواز بیٹھ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس مرض کا نام داء الاسد (شیر کا مرض) ہے۔ اگر شروع شروع میں ہی اس کا تدارک کر دیا جائے تو یہ قسم قابل علاج ہے۔ گاہے یہ مرض اس سوداوی مادہ سے پیدا ہوتا ہے جو غیر طبعی صفراء کے جلنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم میں اعضاء گل گل کر گرنے لگتے ہیں اور یہ شفایاب نہیں ہوتا۔

علامات جذام کے شروع ہونے کی علامت یہ ہے کہ آواز گھٹتی جاتی ہے۔ سانس میں تنگی آ جاتی ہے۔ آنکھ کی سفیدی گدلی ہو جاتی ہے۔ چہرہ سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔ رگوں میں گانٹھیں سی پڑ جاتی ہیں۔

جرب (خارش کے دانے) یہ چھوٹی چھوٹی پھنسیاں ہیں جو اول اول سرخ ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ سخت کھجلی ہوتی ہے۔ ان میں ریم بھر جاتی ہے۔ اور گاہے نہیں بھرتی اور اکثر یہ ہاتھوں اور انگلیوں کے درمیان پیدا ہوتی ہے گاہے سارے بدن میں عارض ہو جاتی ہے۔

سبب اس کا سبب یہ ہے کہ براہ راست خون فاسد ہو جاتا ہے یا صفراء اور جلا ہوا سوداء یا نمکین بلغم خون کے ساتھ مل جاتا ہے خارش کی قسموں اور درد کھجلی وغیرہ جیسے عوارض کے اختلاف کا دارومدار ان ہی اخلاط کے ملنے پر اور ان کی تیزی و سکون اور غلظت و رقت اور کثرت و قلت پر ہے۔ خون کے فاسد ہونے اور جلنے کا سبب یہ

ہوتا ہے کہ گرم مسالے بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں یا گرم اور چٹ پٹ کوابج (ایک قسم کا سالن جو پودینہ) دودھ اور گرم مسالحے سے تیار کیا جاتا ہے۔) شوربا اور نمکین گوشت وغیرہ' مٹھاس و شراب اور دوسری ہری غذائیں بکثرت کھائی جاتی ہیں۔ جس سے خون فاسد ہو کر قوام اور مزہ بدل جاتا ہے۔ اس میں وہی غیر طبعی مواد پیدا ہو جاتے ہیں۔ طبیعت اس کو دیگر فضلات کی طرح اور اندرونی شریف اعضاء سے دفع کر کے جلا کی طرف باریک رگوں میں پھینک دیتی ہے اور جلد اپنی ذاتی کمزوری کے باعث اس کو قبول کر لیتی ہے اور کھجلی پیدا ہو جاتی ہے۔

اقسام خارش کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ **خشکی کھجلی:** جس میں نہ پیپ پڑتی ہے اور نہ اس میں سے کوئی رطوبت بہتی ہے۔

۲۔ **تر کھجلی:** جس سے رطوبت اور پیپ بہتی ہے اور گاہے اس سے سیاہ خون بھی جاری ہو جاتا ہے اور گاہے اس وقت جب کہ مادہ غلیظ اور اس میں رطوبت ہوتی ہے اور اس میں لیکھ کی مانند کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس مرض کی شکلیں مختلف ہوا کرتی ہیں جس میں تیز صفراء کا غلبہ ہوا کرتا ہے اس میں دانوں کے سرے تیز رنگ سرخ اور درد کھجلی اس میں زیادہ ہوتی ہے جس میں سودا کا غلبہ ہوتا ہے اس میں دانوں کی جڑیں سیاہ ہوتی ہیں اس میں درد کم مرض پائیدار اور سستی سے صحت پذیر ہوتا ہے اور جو بلغم سے پیدا ہوتی ہے اس کے دانے سفید اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔

قوبا داد ایک قسم کی خشونت یعنی کھردرا پن ہے جو جلد پر پیدا ہو جاتی ہے اس کا رنگ گاہے سرخی مائل ہوتا ہے اس کی پیدائش تیز اور لطیف خون سے ہوتی ہے جس کے ساتھ غلیظ سودا ملا ہوا ہے جو جرب (خارش) کے مادہ سے زیادہ غلیظ ہوتا ہے اور گاہے اس کی پیدائش جلی ہوتی غلیظ رطوبت اور بلغم شور سے ہوتی ہے جو تیز خون سے مل جاتی ہے اور یہ دریا داد میں ہوتا ہے جس میں جلد کے چھلکے اتر اتر کر گرتے ہیں۔

ورم کا علاج عمومی ہم نے مفرد اعضاء (نمبر) میں امراض کے تین صورتیں

بیان کی ہیں۔

۱۔ ان کے افعال میں تیزی ہوگی جس کو تحریک کا نام دیا گیا۔

۲۔ اس کے افعال میں سستی ہوگی۔ ہم اس کو تسکین کہتے ہیں۔

۳۔ اس کے فعل میں ضعف واقع ہوگا جس کا نام ہم نے تحلیل رکھا ہے۔

ان تینوں صورتوں کی ابتداء سوئے مزاج سے شروع ہوتی ہے اور پھر مرض ترکیب آخر میں تفرق اتصال تک پہنچ جاتی ہے اوررام بھی انہی تینوں صورتوں کے تحت آتے ہیں۔ ۱۱/۹

اورام کو علاج الامراض پر فوقیت اس لئے حاصل ہے کہ کوئی بھی مرض جس نسج (مفرد اعضاء) میں شروع ہوتی ہے۔ وہ آخر میں کسی نہ کسی سوزش اورام پر ختم ہوتی ہے۔ گویا ہر مرض کی انتہا کسی نہ کسی ورم کی ابتداء پر ہوتی ہے۔ اگر علم الامراض پر غور کیا جائے۔ گویا ہر مرض کی انتہا کسی نہ کسی ورم کی ابتداء پر ہوتی ہے۔ اگر علم الامراض پر غور کیا جائے تو وہ صرف علم الاورام ہیں۔ یعنی ابتداء سے انتہا تک اورام کی مختلف صورتیں ہیں اس لئے جو لوگ بھی علم الاورام پر پوری دسترس رکھتے ہیں۔ وہ معالج ہر قسم کے امراض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ علم الامراض میں اور کچھ نہیں ہے۔ امراض کی ماہیت کو سمجھنے کا بس یہی راز ہے۔ امراض کی ابتداء سے لے کر ان کی انتہا تک بس یہی سلسلہ چلا جاتا ہے۔ اس طرح طالب علم اور عوام کو امراض کی حقیقت و ماہیت اور علامات و نتائج آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

امراض کی انتہائی صورتوں کو ہم نے ورم تحقیق کیا ہے اور اورام کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ (۱) ضمور (۲) عظم (۳) استسقاء عام طور پر جس کو ورم کہا جاتا ہے وہ ضمور ہے اس کو التہاب اور انگریزی میں انفلیمیشن کہتے ہیں۔ اس نوع کے تمام اورام ضمور کے تحت ہی آئیں گے۔ اگرچہ اس کے متعلق ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ لیکن ذہن نشین کرنے کے لئے اس قدر پھر سمجھ لیں کہ جب کسی عضو میں اندرونی طور پر سوزش ہوتی ہے۔ یا بیرونی طور پر کسی عضو پر شدید ضرب پہنچتی ہے تو اس کا اثر مقام مضروب سے دماغ قلاع میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر مبدائے اعصاب سے پلٹ کر عضو ماؤف کے ہر ایک جزو میں پھیل جاتا ہے۔ اس سے وہاں پر دوران خون تیز ہو جاتا ہے رگیں خون سے بھر جاتی ہیں۔

ماہیت ورم ورم میں جو تغیرات پیدا ہوتے ہیں اس کی صورتیں عمل میں آتی ہیں اول انسداد الدم (خون کا بند ہو جانا) سوزش کے خاص مرکز میں خون کی رفتار بند ہو جاتی ہے اور خون ایک چکر سا معلوم ہوتا ہے۔

دوم اجتماع الدم (خون کا اکٹھا ہونا) مرکز کے ہر طرف خون نہایت سست اور مدھم اور رک رک کر چلتا ہے۔ رگوں کی طاقت جاذبہ بالکل دور ہو جاتی ہے۔ خون کے سرخ ذرات ختم ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور سفید دانوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے۔ جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو باہم چسپاں ہو کر عروق کے خون میں اٹک جاتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کسی قدر خون نکالا جائے تو اس پر ایک نیلگوں جھلی بن جاتی ہے جب خون جم جاتا ہے تو یہی جھلی سطح خون پر سفید زردی مائل نظر آتی ہے۔ پھر سکڑ کر پیالہ کی شکل بن جاتی ہے۔

سوم رعوبۃ الدم۔ دوسری صورت کے گرداگرد دوران خون بے حد تیز ہو جاتا ہے۔ عروق شعریہ وغیرہ کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ خون کے سرخ دانے بہ نسبت سفید دانوں کے بکثرت اکٹھے ہونے لگتے ہیں۔ خون میں کئی قسم کے تغیر پیدا ہو جاتے ہیں جن کا ذکر ہم سوزش میں کر چکے ہیں۔ یہ سب تغیرات اعصاب کے افعال میں خلل سے عمل میں آتے ہیں۔

اسباب عمومی بیرونی طور پر ضربہ و سقطہ، صدمہ و دباؤ، محنت و مشقت کی کثرت موسمی تغیرات۔ سردی، خشکی یا گرمی خشکی کا بڑھ جانا مختلف اندرونی و بیرونی زہر اور فاسد مواد وغیرہ کا جسم میں اثر کر جانا۔ ان میں جراثیم بھی شامل ہیں۔ اسی طرح شدید نفسیاتی اثرات غم و غصہ اور خون کی زیادتی بھی فوری طور پر یا رفتہ رفتہ جسم میں سوزش اور ورم پیدا کر دیتے ہیں۔

علامات سب سے بڑی علامات یہ ہیں مقام ماؤف پر (۱) سرخی (۲) سوجن (۳) تناؤ (۴) درد (۵) گرمی۔ جن کی تفصیل ہم ماہیت اورام میں لکھ چکے ہیں۔ یہ علامات خفیف حالت میں کم اور شدید حالت میں زیادہ ہوتی ہیں۔ نبض تیز و مشرف اور صفلاتی ہو جاتی ہے۔ شدت میں بخار جو اکثر لرزہ کے ساتھ چڑھتا ہے۔ حرارت جسم

زیادہ ہو جاتی ہے۔ جسم کا رنگ سرخ نیلگوں ہو جاتا ہے۔ پیشاب، خون، لب اکثر قبض اور ریاح کی زیادتی۔ قارورہ کا رنگ سرخ زردی یا سیاہی مائل ہوتا ہے۔ بھوک بند ہو جاتی ہے اور اشتہائے طعام ختم ہو جاتی ہے۔ جسم میں خصوصاً مقام ماؤف پر بے چینی اور بے قراری بڑھ جاتی ہے۔

اصول معالجات اورام چونکہ اورام کے اسباب مختلف ہوتے ہیں اور اس میں سوئے مزاج و مرض ترکیب اور تفرق اتصال تینوں شامل ہوتے ہیں اور اس میں چاروں اخلاط میں سے کوئی ایک خلط ہوا کرتی ہے۔ اور بعض دفعہ ریح سے بھی عارض ہو جاتا ہے ان کے ساتھ ہی مختلف مقدمات اور مختلف احوال کی وجہ سے علاج میں کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہوتا ہے اس لئے ان سب کو مدنظر رکھ کر معالجات اورام کے اصول کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

اورام کی مختلف صورتیں اورام کے اقسام ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں لیکن مختلف صورتیں جو مختلف اسباب کے تحت پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے علاج میں عام طور پر ورم حار و ورم بارد اور ورم سادہ اور ورم عضوی کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان صورتوں میں کچھ غلط فہمیاں دور کرنا ضروری ہیں۔ کیونکہ ان غلط فہمیوں سے معالجات میں جو الجھنیں پیدا ہوتی ہیں وہ اکثر خوفناک ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کو ذہن نشین کر لیں۔

جمہور حکماء سے اختلاف شیخ الرئیس لکھتے ہیں بعض اورام حار ہوتے ہیں بعض بارد۔ پھر اورام باردہ کی دو صورتیں ہیں۔ گاہے نرم ہوتے ہیں (اورام تہویہ۔ اوذیما) گاہے سخت (سوداوی) حکمائے متقدمین اور متاخرین نے متفقہ طور پر اورام کی دو بڑی اقسام بیان کی ہیں۔ اول گرم، دوسرے سرد اور اخلاط کے مطابق ان کی چار صورتیں ہو جاتی ہیں۔ یعنی گرم تر و گرم خشک اور سرد تر و سرد خشک۔ لیکن میری تحقیقات یہ ہے کہ مطلق گرم ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہر قسم کے ورم کی ابتدا سوزش اور جلن سے ہوتی ہے۔ چونکہ سوزش میں انقباض ہونا لازمی ہے۔ اور انقباض ہمیشہ سردی سے ہوتا ہے۔ گرمی سے انقباض ہرگز پیدا نہیں ہوتا۔

یہ حقیقت ہے کہ سردی ہر شے میں سکیڑ پیدا کرتی ہے اور گرمی ہر شے کو

پھیلاتی ہے۔ اس لئے اس کا ورم صرف سردی سے پیدا ہوتا ہے۔ گرمی سے ہرگز کوئی ورم پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی گرمی سے کوئی درد اور بخار پیدا ہو سکتا ہے۔ ان تینوں کے متعلق ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

جہاں تک گرم ورم کہنے کا تعلق ہے۔ یہ صرف اضافی بات ہے۔ یعنی جن اورام میں خون کا دباؤ ہوتا ہے ان کو گرم ورم کہ دیا جاتا ہے۔ اور جن اورام میں رطوبات زیادہ ہوتی ہیں ان کو سرد ورم کہہ دیا جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جن اورام میں رطوبات زیادہ ہوتی ہیں ان کو سرد ورم کہہ دیا جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جن اورام کو سرد (تسوجیہ) کہا جاتا ہے ان کے اندر جسم میں انتہائی گرمی بلکہ صفراء کی بے حد زیادتی ہوتی ہے۔ ان حقائق کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اورام ہمیشہ سردی سے پیدا ہوتے ہیں ان کا علاج ہمیشہ گرم اشیاء سے کیا جاتا ہے۔ جہاں تک رادع اور سرد ادویات کا تعلق ہے یہ ابتداء میں صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ خون کا اجتماع اور دوران ورم کی طرف کم ہو جائے تاکہ زیادہ حصہ جسم کو متاثر نہ کرے۔ لیکن یہ حقیقی علاج میں شریک نہیں ہے۔ حکمائے جمہور اس امر پر متفق ہیں کہ ہر مکمل ورم کا علاج گرم اشیاء سے کیا جائے یہاں تک کہ تسوجیہ اور ذیبا کا علاج بھی گرم اشیاء سے کیا جاتا ہے۔ بس یہی اس تحقیق پر زبردست دلیل ہے کہ اورام کی ابتدا ہمیشہ سردی سے ہوتی ہے اور ان کا علاج گرمی سے کرنا چاہئے۔ اس طرح طالب علم کے دل میں کوئی غلط فہمی نہیں رہتی اور وہ علاج پر پوری طرح قابو پا لیتا ہے۔

ورم کی کیفیاتی بالاعضاء تقسیم عضلات میں جب ورم ہو گا تو اس کی کیفیاتی طور پر دو ہی صورتیں ہوں گی۔ اول عضلات میں غیر معمولی خشکی سردی اثر کر جائے۔ یعنی عضلاتی اعصابی ورم (ورم خشک سرد) یہ عام طور پر انتہائی انقباض سے ہوتی ہے۔

یاد رکھیں یہ ریاحی ورم ہے اور سوداویت کی صورت میں پیدا ہوتا ہے لیکن اس میں تیزی و جلن اور سوزش نہیں ہوتی اس لئے اس کو سرد ورم ہی کہا جاتا ہے۔ دوسرے عضلات میں خشکی کے ساتھ کچھ گرمی اثر کر جائے یا پیدا ہو جائے جو انتہائی

خشکی کا اثر ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ یہ گرمی بہرحال خشکی سے کم ہو گی۔ (کیونکہ اگر گرمی خشکی سے بڑھ جائے تو لازماً اور فطرتاً ورم تحلیل ہو جائے گا)

یہ بھی یاد رکھیں کہ (سوداویت میں سردی کا غلبہ ہوتا ہے لیکن اس کی خشکی کی زیادتی ہمیشہ حرارت کو پیدا کرتی رہتی ہے) اس ورم کو عضلاتی غدی کہتے ہیں۔ یعنی خشکی گرمی کی طرف مائل ہو گئی ہے (یعنی ورم خشک گرم) یہ ورم اس وقت پیدا ہوتا ہے جب عضلات میں انتہائی انقباض کے ساتھ تیزی و جلن اور سوزش پیدا ہو جائے اور یہ سوزش اس خون سے پیدا ہوتی ہے جو ورم کی صورت میں وہاں پر اکٹھا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ریاحی ورم ہے۔ اس کو غلطی سے گرم ورم کہا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خون و جسم اور مقام ورم میں کچھ تیزی و جلن اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن بہرحال ہر جگہ جو گرمی پیدا ہوتی ہے وہ خشکی سے بہت ہی کم ہوتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس ورم کو طب قدیم میں انتہائی گرم ورم کہا گیا ہے اور پر لطف بات یہ ہے کہ اس کا علاج بھی گرم ادویہ اور اغذیہ سے کرتے ہیں۔ اس کا علاج بھی گرم ادویہ اور اغذیہ سے ہونا چاہئے۔ اس لئے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت غدی تحریک کو تیز کر دیا جاتا ہے۔ جو عضلاتی کی طرف ہوتی ہے۔ غدی عضلاتی تحریک کو اس لئے قائم رکھا جاتا ہے کہ پورے طور پر حرارت پیدا ہو جائے اور جسم میں اکٹھی بھی ہوتی رہے۔ ویسے یہ یاد رکھیں کہ گرمی خشکی (غدی عضلاتی تحریک) میں بھی پوری گرمی نہیں پائی جاتی پوری گرمی ہمیشہ گرمی تری میں پائی جاتی ہے جو غدی اعصابی تحریک ہے اور جب تک یہ تحریک پیدا نہ ہو عضلاتی ورم تحلیل نہیں ہو سکتا۔

عفونتی اور غیر عفونتی ورم طب یونانی میں کیفیاتی اور اخلاقی صورتوں کے علاوہ اورام کی غیر عفونتی اور عفونتی دو صورتوں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ غیر عفونتی کی مثال کانٹا چبھنا ہے اور فرنگی طب میں غیر عفونتی ورم کو تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر سوزش بغیر خمیر کے پیدا ہی نہیں ہوتی۔ یہ خمیر ہی فساد اور تعفن کا باعث ہوتا ہے۔ اس میں حرارت ضرور پیدا ہوتی ہے۔ مگر یہ حرارت ورم کی خشکی سے بہت کم ہوتی ہے۔ اس کو ریاحی ہی سمجھنا چاہئے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے جب تک

سوزش پیدا نہ ہو اور چاہے انتہائی انقباض سے وہاں پر خون کا دباؤ کتنا بڑھ جائے ایسا ورم ہمیشہ سردی کہلائے گا۔ لیکن ایسے اورام اکثر زیادہ دیر تک نہیں رہتے اور خمیرہ فساد پیدا ہو جاتا ہے اور اورام عفونتی بن جاتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بغیر سوزش و خمیر اور فساد و تعفن کے کسی سرد یا گرم اور ریاحی ورم کا علاج بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سوزش و خمیر اور فساد و تعفن ہی جسم میں حرارت پیدا کرتے ہیں جن سے تحلیل ہو کر اورام رفع ہو جاتے ہیں یہ بھی خیال رہے کہ جب بھی سوزش و خمیر اور فساد و تعفن کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ جو ابتدائی اورام کی جلن اور درد کے لئے مفید ہے لیکن اگر اس کا قیام زیادہ دیر رہ جاتا ہے تو وہ کو قاطع اور زہر بن جاتی ہے بہرحال سوزش و خمیر اور فساد و تعفن کی افادیت اور نقصان کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ یہ سب کچھ اورام کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اور اس کے علاج کے لئے اسرار و رموز اور راز بھی ہیں۔

غدی اور اعصابی اورام عضلاتی اورام کو ذہن نشین کرنے کے بعد غدی اور اعصابی اورام کو سمجھیں۔ عضلاتی اورام کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ (۱) عضلاتی اعصابی (۲) عضلاتی غدی۔ اسی طرح غدی کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) غدی عضلاتی (گرم خشک) (۲) غدی اعصابی (گرم تر)۔

جاننا چاہئے کہ غدی عضلاتی اورام جلد شفایاب ہو جاتے ہیں۔ یا ان میں جلد موت واقع ہو جاتی ہے۔ جیسے ذات الجنب۔ کیونکہ ان میں حرارت بہت پیدا ہو کر اورام کو تحلیل کر دیتی ہے۔ لیکن اگر علاج میں غلطی واقع ہو جائے جو سرد ادویات کے استعمال سے ہو جاتی ہے تو حرارت اورام ضعف قلب پیدا کر کے موت کا باعث بن جاتی ہے۔

غدی اعصابی اورام (گرم تر اورام) جیسے بہت جلد شفایاب ہو جاتے ہیں کیونکہ ان میں حرارت اور رطوبت کی پیدائش زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن گرمی کو مدنظر رکھتے ہوئے جو سرد خشک یا سرد تر ادویات اور اغذیہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ اورام مزمن بن جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اورام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں وہ کیفیات و اخلاط کی زیادتی کو دیکھ کر بہت بالضد ادویات اور اغذیہ کا استعمال شروع کر دیتے ہیں

اور اس امر کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جگر گردہ اور غدود وغیرہ میں بھی ورم کی صورت پیدا ہو گی وہاں پر سوزش اور جلن انقباض اور سردی سے پیدا ہو گی۔ صفراء اور حرارت کی زیادتی جگر و گردوں اور غدد کی تیزی کا نتیجہ ہیں۔ پس اس قسم کے اسرار و رموز اور راز نہ جاننے سے معالجین علاج الامراض خصوصاً اورام کے علاج میں غلطیاں کیا کرتے ہیں۔

عضلاتی اور غدی اورام کی طرح اعصابی اورام بھی دو اقسام کے ہوتے ہیں۔ (۱) اعصابی غدی اورام (تر گرم اورام) (۲) اعصابی عضلاتی اورام (تر سرد اورام) یاد رکھیں کہ اعصابی اورام اکثر نہیں ہوتے۔ اگر ہو جائے تو بہت جلد رفع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ ہی ایک طرف جسم سے رطوبات کا اخراج بڑھ جاتا ہے۔ جس سے خون کے اندر کے زہر کیمیاوی طور پر کم ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف دل کی حرکات میں کمی واقع ہو جاتی ہے جس سے اجتماع خون میں فوراً کمی واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن جب اعصاب میں سوزش شدید یا ورم واقع ہو جائے جیسے اعصابی غدی ورم میں چیچک اور خسرہ وغیرہ اور اعصابی عضلاتی ورم جیسے آتشک و خارش وغیرہ تو ان کے علاج میں بے حد مشکلات پیدا ہوتی ہیں کیونکہ جسم میں ایک طرف رطوبت زیادہ ہوتی ہے اور دوسری طرف دل اور عضلات میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان کے علاج میں ایک رطوبت کا خشک کرنا اور دوسری طرف دل و عضلات کی تسکین کو دور کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے چیچک و خسرہ اور محرقہ بلغمی (ٹائی فائیڈ) میں بخار کے تیز ہو جانے، قبض پیدا کر دینے سے جسم پر فوراً دانے نکل آتے ہیں اور اعصابی قسم کے اورام بلکہ بخار اور درد وغیرہ سب دور ہو جاتے ہیں اور مریض بہ تیزی صحت کی طرف لوٹنا شروع کر دیتا ہے۔

یہ وہ اسرار و رموز اور راز و حقیقت ہے جس سے فرنگی طب بالکل ناواقف ہے بلکہ بالکل ناکام ہے۔ اور اگر ان کے علمی کتب خانوں میں ایسے خزانے ہوں تو پیش کرنے والوں کو ہم چیلنج کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ فرنگی طب کم از کم ایک سو سال کے بعد اس مقام کو سمجھ سکے گی۔ ان کے سامنے فی الحال جراثیم کیا مسئلہ ہے جب وہ اسم کے امراض کو سمجھے گا تو اس وقت ہماری تحقیقات کی حقیقت سے مستفید ہوں گے۔

علاج اورام کی تشریح طب میں اورام کو دو صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اول اورام خصوصی جیسے ورم دماغ و ورم سینہ اور ورم معدہ وغیرہ۔ دوم اورام عمومی جیسے پھوڑے پھنسیاں اور خارش و رسولیاں وغیرہ۔ اور پھر ان کو سر سے پاؤں تک ترتیب کے ساتھ تقسیم کر دیا ہے۔ لیکن اس صورت اور تقسیم میں کئی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں جیسے اورام خصوصی کسی خاص اعضا کے ساتھ مخصوص ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے لیکن جب کسی خصوصی ورم کی صورت طوالت پکڑ لیتی ہے یا طوالت اختیار کر لیتی ہے تو اس سے خون میں جو مواد اکٹھے ہو کر کیمیاوی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے اورام عمومی پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح جب جسم پر اورام عمومی پیدا ہو جاتے ہیں تو اس کا اثر بھی رفتہ رفتہ کسی خاص عضو کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ اس لئے یہ اورام خصوصی اور اورام عمومی کی صورتیں کوئی قابل وقعت نہیں ہیں۔ ۱۵۲

اسی طرح اورام کی سر تا پاؤں کی تقسیم بھی کوئی زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ کسی ایک جگہ کا ورم ضروری نہیں ہے کہ وہ اسی مقام کا ہو۔ مثلاً سر کے پردوں کے اورام یا عضلاتی ہوں گے یا غدی ہوں گے۔ جن کے تعلق قلب و جگر کے ساتھ ہیں۔ جب تک قلب و جگر میں خرابی واقع نہ ہو دماغ کے ان پردوں میں اورام نہیں ہوتے۔ مثلاً نمونیا میں دماغی ورم عضلاتی ہوتا ہے۔ اور محرقہ بلغمی میں دماغی ورم غدی ہوتا ہے گویا ان دونوں صورتوں میں دماغی اورام مرض نہیں ہیں بلکہ علامات ہیں۔

اسی طرح دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں اعصابی سوزش یا ورم ہو تو یقینی بات ہے کہ اس کا اثر دماغ میں ہو گا۔ اس طرح جسم میں جس جگہ سوزش اور ورم ہو گا اس کو دماغی علامت ہی کہنا پڑے گا۔ مرض نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ دماغ بجائے سوزش "اعصابی تسیح" کہہ سکتے ہیں لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ خالص اعصابی سوزش اورام کا اثر جسم میں کس کس مقام میں کہاں تک ہوتا ہے تاکہ علاج میں آسانیاں پیدا ہو جائیں۔

اس مشکل کو حل کرنے کے لئے ہم نے اعصابی و غدی اور عضلاتی تحریکات اور سوزش کی حدود مقرر کر دی ہیں اور ان کی حدود کو ایک عضو سے لے کر دوسرے عضو تک کے تعلق کو ان دونوں کے باہموں میں ملا کر بیان کر دیا ہے گویا ایک عضو کا تعلق دوسرے عضو کے ساتھ کہاں تک ہے چونکہ ہر عضو کا دیگر دو اعضاء کے ساتھ تعلق ہے اس لئے ان کی صورتیں اس طرح پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) اعصابی عضلاتی (۲) اعصابی غدی (۳) عضلاتی اعصابی (۴) عضلاتی غدی (۵) غدی عضلاتی (۶) غدی اعصابی۔ اس طرح ایک عضو کا دوسرے کے ساتھ پورا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

سالہاسال کی تحقیقات کے بعد ان چھ حدوں کو اس طرح تعین کیا گیا ہے یعنی ان چھ حدود میں سے کسی ایک میں بھی تحریک و سوزش اورام ہو گا تو یہ اصل مرض ہے اور یہ صورتیں ان مقامات کے علاوہ کسی اور مقام پر ہوں گی تو وہ ان کی علامات ہوں گی۔ یہی مرض اور علامت کا فرق ہے۔ دراصل یہ چھ حدود تین حدود میں بھی بیان ہو سکتی ہیں۔ مثلاً عصبی مفرد عضو (نسیج) کا تعلق عضلی مفرد عضو تک ایک حد مقرر کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح عضلی کا غدود سے تعلق اور غدود سے عصبی تعلق کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اس میں دوگنی (ڈبل) صورتیں اس لئے بیان کی گئی ہیں کہ جو لفظ پہلے بیان ہوتا ہے وہ عضو کا ذاتی فعل ہے جس کو اس کا مشینی فعل کہہ سکتے ہیں اور دوسرا لفظ جو بیان کیا جاتا ہے وہ اس فعل کا کیمیاوی اثر یا نتیجہ ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی کیفیت مفرد نہیں ہوتی۔ یعنی صرف گرم یا سرد یا صرف تر یا خشک نہیں ہوتیں بلکہ گرم تر یا گرم خشک اور سرد تر یا سرد خشک وہ دو کیفیات کو اکٹھا بیان کیا جاتا ہے۔ ان کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ پہلی کیفیت مشینی ہوتی ہے اور دوسری کیفیت کیمیاوی ہوتی ہے۔ ان پر ذرا سا غور کرنے پر آسانی سے ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ بھی ان تحریکات پر جتنا زیادہ غور کریں گے وہ اتنا ہی زیادہ علم تشخیص پر دسترس حاصل کر لیں گے۔ تفصیلات درج ذیل ہیں۔

ظاہری تقسیم جسم انسان بہ نظریہ مفرد اعضاء جسم انسان کو ہم نے اعضائے مفردہ یا دوسرے الفاظ میں انسجہ (ٹشوز) میں تقسیم کر دیا ہے جن کے مراکز اعضائے رئیسہ (دل و جگر اور دماغ) ہیں۔ یہ انسجہ تمام جسم میں اس طرح اوپر تلے پھیلے ہوئے ہیں کہ جسم کا کوئی ایسا مقام نہیں ہے کہ جہاں پر صرف ایک یا دو اقسام کے انسجہ ہوں یا ان کا آپس میں تعلق نہ ہو۔ اس لئے امراض کی صورت میں تینوں

اقسام کے حیاتی انسجہ متاثر ہوتے ہیں۔ البتہ ان کی صورتیں جدا جدا ہوتی ہیں۔ ہر عضو کے صرف تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یعنی اس میں (۱) تحریک ہو گی (۲) تحلیل ہو گی (۳) تسکین ہو گی۔ چوتھی حالت نہیں ہو سکتی' اور نہ ہی کوئی چوتھا عضو رئیس ہے۔ چونکہ تین ہی اعضائے رئیسہ ہیں اور تین ہی حالتیں پائی جاتی ہیں اس لئے جب کسی ایک عضو میں ایک حالت مثلاً تحریک پائی جائے گی تو باقی دو اعضاء میں دوسری دو حالتیں' تحلیل و تسکین کی پائی جائیں گی۔

یاد رکھیں کہ جہاں پر تحریک ہے بس وہی مقام مرض ہے اور جہاں پر تحلیل تسکین ہو گی تو اس کی علامات ہیں۔ البتہ مقام تحریک کے عضو مفردہ (انسجہ) کا اثر جہاں جہاں پر جسم میں پھیلا ہو گا وہ بھی اس کی تحریک کے تحت ہو گا۔ گویا اس کا تعلق بھی اسی تحریک کے ساتھ ہے۔

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ جسم کے کسی مقام پر کسی ایک عضو میں کوئی اندرونی یا بیرونی تکلیف یا صدمہ پہنچ جاتا ہے اور وہ اس قدر شدت اختیار کر لیتا ہے کہ اس عضو مفردہ (انسجہ) کے اصل مقام پر اس کا معمولی اثر ہوتا ہے۔ اس لئے اصل مقام کے علاوہ جہاں پر بھی کوئی تکلیف کس قدر بھی شدید ہو وہ اسی تحریک کے تحت شمار ہو گی اور اس کا علاج اس کے تحت ہی کیا جا سکتا ہے۔ ایسا صرف اس لئے ہوتا کہ دوران خون کی گردش ہی قدرت نے فطری طور پر ایسی بنائی ہے کہ جہاں جا رہا ہے وہاں تحریک ہے' جہاں جا چکا ہے وہاں پر تحلیل ہے اور جہاں سے گزر چکا ہے وہاں پر تسکین ہے۔ اگر معالج دوران خون کی گردش کو پورے طور پر ذہن نشین کر لے تو امراض کی ماہیت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ مختصراً" درج ذیل ہے۔

دوران خون اور نظریہ مفرد اعضاء نظریہ مفرد اعضاء کے تحت دوران خون دل (عضلاتی انسجہ) سے جسم میں دھکیلا جاتا ہے۔ پھر شریانوں کی وساطت سے جگر (غدی انسجہ) سے گزرتا ہوا دماغ (اعصابی انسجہ) پر گرتا ہے۔ تمام جسم کی غذا بننے کے بعد پھر باقی رطوبات غدد جاذبہ کے ذریعہ جو طحال کے تحت غدد کی وساطت سے کام کرتے ہیں جذب ہو کر پھر خون میں شامل ہو کر دل (عضلاتی انسجہ) کے فعل کو تیز

کرتا ہے اور جو خون غدد سے چھننے سے رہ جاتا ہے وہ بھی وریدوں کے ذریعے واپس قلب میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح دوران خون کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن جس مفرد عضو (انسجہ) کے مقام پر تحریک یا سوزش ہو کر تکلیف ہو جاتی ہے' وہاں پر مرض قائم ہو جاتا ہے جس کا انجام ورم ہوتا ہے اور باقی اس کی علامات ہوتی ہیں۔ یہ نظریہ مفرد اعضاء کے تحت دوران خون اور مرض و علامت کی ماہیت ہے جس کو سمجھ لینے سے حقیقت مرض پر دسترس ہو جاتی ہے۔

جسم انسان کی بالمفرد اعضاء تقسیم امراض کی تقسیم کے لئے نبض و چہرہ اور بول و براز دیکھنے کو کافی ہیں۔ ایک قابل معالج ان کی مدد سے مریض کے جسم میں جو کیفیاتی و خلطی اور کیمیاوی و مشینی تبدیلیاں ہوتی ہیں ان سے مفرد اعضاء (انسجہ) کے افعال کی خرابیوں کو خوب سمجھ سکتا ہے اور ان کے علاوہ جو رطوبات جسم سے اخراج پاتی ہیں جن کا بیان نزلہ کے تحت کیا گیا ہے ان سب کے افعال کو سمجھ کر امراض کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ مگر ہم نے زیادہ سہولت اور آسانی کے لئے جسم انسان کے اعضائے رئیسہ دل' دماغ اور جگر کے مفرد اعضاء کے تحت تقسیم کر دیا ہے تاکہ مریض اپنے جس حصہ جسم پر ہاتھ رکھے معالج فوراً مفرد اعضاء کی خرابیوں کو جان جائے اور اپنا علاج یقین کے ساتھ کرے۔ تاکہ قدرت کی قوتوں کے تحت فطری طور پر شرطیہ آرام ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی فطرت نہیں بدلتی۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ فطرت اللہ کا صحیح علم رکھے تاکہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نکلے۔ اللہ تعالیٰ کی اسی فطرت کے مطابق علاج کا نام شرطیہ علاج ہے۔ قرآن حکیم میں تاکیداً" بیان کیا گیا ہے کہ **لن تجد لسنت اللہ تبدیلا** (اللہ تعالیٰ کے نظام فطرت میں ہرگز ہرگز تبدیلی نہیں آتی۔ آگ اپنی فطرت حرارت سے جدا نہیں۔ اور پانی اپنی برودت سے الگ نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اس کا مقصد بھی یہ ہوتا ہے کہ اس کام میں منشائے الٰہی شریک ہے اور وہ فعل فطرت اللہ کے مطابق ہے اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل رہتی ہے۔

جاننا چاہئے کہ ہم نے انسان کو سر سے لے کر پاؤں تک دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پھر ہر حصے کے تین مقام مقرر کئے ہیں۔ اس طرح کل چھ مقام بن جاتے ہیں چونکہ اعضائے رئیسہ تین ہیں اس لئے ہر عضو رئیس کے تحت وہ دو مقام اپنا کام کرتے ہیں اس طرح ایک طرف ہر مفرد عضو کے حدود کا تعین ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اس کے کیمیاوی اثرات کا پتہ ہو جاتا ہے۔ پس ان میں سے جس مقام پر کوئی تکلیف ہو گی وہ ایک ہی قسم کے مفرد عضو (نسیج) کے تحت ہو گی۔ اور ان کا علاج بھی ایک ہی قسم کے مشینی اور کیمیاوی تبدیلیوں سے کیا جا سکتا ہے۔

جسم انسان کے دو حصوں کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ سر کے درمیان سے جہاں پر مانگ نکلتی ہے وہاں سے ایک سیدھا فرضی خط لے کر بالکل ناک کے اوپر سے سیدھے منہ و ٹھوڑی اور سینہ و پیٹ سے گزرتی ہوئی مقعد کی لکیر تک پہنچ جاتی ہے اور اسی طرح پشت کی طرف سے ریڑھ کی ہڈی پر سے گزرتی ہوئی پہلی لکیر سے مل جاتی ہے اس طرح انسان دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان کا ایک دایاں حصہ اور دوسرا بایاں حصہ ہے۔ یہ دونوں حصے جدا جدا اپنے اندر بے شمار راز رکھتے ہیں۔ قرآن حکیم نے بھی انسان کے دائیں بائیں کو بہت اہمیت دی ہے۔

یہ تقسیم اس لئے کی گئی ہے کہ سالہاسال کے تجربات نے بتایا ہے کہ قدرت نے جسم انسان کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ بیک وقت تمام جسم کو کسی مرض کے نقصان پہنچنے سے روکتی ہے۔ بلکہ اگر کسی ایک جسم میں کسی تحریک سے تکلیف ہو رہی ہوتی ہے تو قدرت کسی دوسرے حصے میں تقویت (ابتدائی صورت تحلیل) اور کسی تیسرے حصہ میں تسکین (رطوبات اور غذائیت) پہنچا رہی ہوتی ہے۔ اور یہ کوشش اسی لئے جاری رہتی ہے کہ انسان کو تکلیف اور مرض سے اسی تکلیف کے مطابق بچایا جائے۔ اور یہ کوشش اس وقت تک جاری رہے جب تک کوئی جسم بالکل بے کار اور ناکارہ ہو کر دوسروں سے تعلق نہ توڑ دے اور موت واقع ہو جائے۔ مثلاً جگر اور غدد کے فعل میں تیزی اور تحریک ہو تو دوران خون دل و عضلات کی طرف جا کر اس کی پوری حفاظت کرتا ہے۔ اور دماغ و اعصاب کی طرف رطوبت اور سکون پیدا کرتا ہے تاکہ تمام جسم صرف جگر و غدد کی بے چینی سے محفوظ رہے اور قوتیں اس کا مقابلہ کر سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔

مرض کی ابتداء ہمیشہ ایک طرف سے ہوتی ہے جب جسم انسان کے دائیں یا بائیں کسی حصہ میں کوئی تکلیف یا مرض کی ابتداء ہو تو طبیعت مدبرہ بدن دوسرے حصے کو محفوظ رکھتی ہے اور یہ مندرجہ بالا قانون بالمفرد اعضاء کے تحت ہوتا ہے۔ مثلاً درد سر کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف ہوتا ہے۔ کبھی سر کی پچھلی طرف ہوتا ہے۔ کبھی پھیل کر سارے سر میں معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح کبھی دائیں آنکھ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے اور کبھی بائیں آنکھ میں۔ پھر دونوں میں پھیل جاتی ہے۔ لیکن کمی بیشی ضرور قائم رہتی ہے۔ اسی طرح ناک میں کبھی دائیں طرف سوزش ہوتی ہے اور کبھی بائیں طرف خشکی معلوم ہوتی ہے۔ کبھی بھی دونوں میں ایک سی حالت نہیں ہوتی۔ یہی صورت کانوں دانتوں اور منہ کے باقی حصوں کی بھی ہوتی ہے۔ اسی صورت کو اگر پھیلاتے جائیں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ گردن کے دونوں طرف شانوں اور دونوں بازوؤں میں بھی یہی صورت نظر آئے گی۔ آگے بڑھیں تو سینہ و معدہ اور امعاء کے دونوں اطراف اپنے اپنے جدا اثرات رکھتے ہیں۔ پھر جگر و طحال اور دونوں گردے یہاں تک کہ مثانہ و خصے اور دونوں ٹانگیں اپنی اپنی تکالیف میں جدا جدا صورتیں رکھتی ہیں۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ دونوں بیک وقت ایک ہی قسم کی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ البتہ رفتہ رفتہ دوسری طرف وہی مفرد اعضاء (نسیج) متاثر ہو کر اثر قبول کر لیتا ہے۔ یہ وہ راز ہے جو اللہ تعالیٰ نے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت دنیائے طب پر ظاہر کیا ہے اس سے قبل دنیائے طب میں اس کا کسی کو علم نہیں تھا۔ فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس جو اپنے کمالات کا دعویٰ کرتی ہیں اس علم سے بالکل خالی ہیں۔

مفرد اعضاء کی ظاہری تقسیم کی تشریح ان دونوں حصوں کو ہم نے تین تین مقامات میں اس طرح تقسیم کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا مقام اس مقام کی ابتداء اعصاب کے انجذ سے شروع ہو کر عضلات کے انجذ تک پہنچتی ہے اس کا نام اعصابی عضلاتی مقام رکھا ہے۔ مزاج اس کا سرد تر ہے۔ اس مقام میں سر کا دایاں حصہ، دایاں کان، دائیں آنکھ، دائیں ناک، دایاں

چہرہ مع دائیں طرف کے دانت مسوڑھے دائیں زبان اور دائیں طرف کی گردن شامل ہے۔ گویا سر کے دائیں طرف سے دائیں شانہ تک جس میں شانہ شریک نہیں ہے۔ جب بھی ان مقامات پر کہیں تیزی و درد اور سوزش ورم ہو گا تو یہ اعصابی تحریک ہو گی۔ علامت کے طور پر جسم میں رقیق بلغم کی زیادتی ہو گی۔ بول و براز اور نبض میں بھی بلغم کا اثر بہت زیادہ ہو گا۔

دوسرا مقام اس مقام کی ابتدا عضلات کے انبجہ سے شروع ہو جاتی ہے اور اعصاب کے انبجہ سے تعلق رہتا ہے گویا مفرد اعضاء انبجہ کا وہ تعلق ہے۔ مگر تحریک اعصاب کی بجائے عضلات میں شروع ہو گئی ہے۔ اس مقام کا نام عضلاتی اعصابی رکھا ہے۔ مزاج اس کا سرد خشک ہے۔ ظاہر طور پر اس مقام میں دائیاں شانہ' دائیاں بازو' دائیاں سینہ' دائیاں پھیپھڑہ اور دائیاں معدہ شریک ہیں۔ گویا دائیں شانے سے لے کر جگر تک مگر اس میں جگر شریک نہیں ہے۔ جب بھی ان مقامات پر کسی عضو میں تیزی و درد اور سوزش و ورم ہو گا تو یہ عضلاتی اعصابی تحریک ہو گی۔ اس کی علامات میں بلغم اور سوداویت جسم پر غالب ہو گی اور بول و براز اور نبض میں ان کا اثر نمایاں ہو گا۔ گویا اس کا اثر خشک سرد ہے۔ خشکی مقدم اور سردی موخر کیونکہ خشکی زیادہ ہے۔

تیسرا مقام اس مقام کی ابتداء عضلات کے انبجہ سے شروع ہو کر غدد (جگر) کے انبجہ تک قائم ہے۔ اس مقام کا نام عضلاتی غدی ہے۔ اس تحریک میں عضلات کا تعلق غدی کے ساتھ قائم ہے۔ اور تحریک غدد کی طرف جانا شروع ہو جاتی ہے۔ مزاج اس کا خشک گرم ہے۔ خشک کا لفظ پہلے اس لئے کہ اس تحریک میں خشکی زیادہ اور گرمی کم ہوتی ہے۔ ظاہری طور پر اس مقام میں جگر دائیں طرف کی انتیں' دائیں طرف کا مثانہ' دایاں خصیہ' دائیں طرف کا مقعد اور دائیں ساری ٹانگ کولہے سے لے کر پاؤں کی انگلیوں تک شامل ہیں۔ گویا جگر سے لے کر دائیں ٹانگ' پیر کی انگلیوں تک سب اس میں شامل ہیں۔ جب بھی ان مقامات میں سے کسی ایک میں تیزی ہو گی تو عضلاتی غدی تحریک ہو گی۔

چوتھا مقام اس مقام کی ابتدا غدی (جگر) کے انبجہ سے شروع ہو کر عضلات کے انبجہ تک قائم رہتا ہے۔ یعنی تحریک تو غدد سے شروع ہوتی ہے مگر اس کا تعلق عضلات ہی سے قائم ہے۔ اس تحریک کا نام غدی عضلاتی ہے مزاج اس کا بھی خشک گرم ہے لیکن اس کی گرمی "تیسرے مقام" سے زیادہ ہے۔ مگر اس قدر زیادہ نہیں ہے کہ خشکی پر غالب آ جائے۔ البتہ جب یہ تحریک پوری ہو جاتی تو اس وقت گرمی غالب ہو جاتی ہے اور ساتھ تحریک بدل جاتی ہے۔ یاد رہے کہ اس تحریک میں حرارت یا صفراء کی پیدائش ہونے کے ساتھ ساتھ اخراج نہیں ہوتا بلکہ جسم و جگر اور خون میں اکٹھا ہوتا رہتا ہے اور جب ضرورت کے مطابق پورا ہو جاتا ہے۔ تو اعصاب میں تحریک پیدا کر کے اس کو غدی اعصابی بنا دیتا ہے۔ یہی تحریک کا فطری طریقہ ہے۔

ظاہری طور پر اس مقام کی ابتدا بائیں طرف سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں سر کا بایاں حصہ' بایاں کان' بائیں آنکھ' بائیں ناک' بایاں چہرہ مع بائیں طرف کے دانت و مسوڑھے اور بایاں حصہ (زبان اور بائیں طرف کی گردن شریک ہیں۔ گویا بائیں جانب سر سے لے کر بائیں شانہ تک جس میں شانہ شریک نہیں ہے۔ جب ان میں سے کسی مقام پر تحریک ہوتی ہے تو یہ غدی عضلاتی تحریک ہو گی۔

پانچواں مقام اس مقام کی ابتدا غدی (جگر) انبجہ ہی سے شروع ہوتی ہے اور اعصاب کے انبجہ کی طرف جاتی ہے۔ اس تحریک کا نام غدی اعصابی ہے۔ مزاج اس کا گرم تر ہے۔ اس میں گرمی زیادہ اور رطوبت بہت کم ہوتی ہے۔ پھر اس میں رطوبت بڑھتی جاتی ہے۔ جب گرمی کم اور رطوبت زیادہ ہو جاتی ہے تو خود کار طریق پر تحریک بدل کر اعصابی غدی بن جاتی ہے۔

ظاہری طور پر اس مقام میں بایاں شانہ' بایاں بازو بایاں سینہ' بایاں پھیپھڑہ اور بایاں معدہ شریک ہیں۔ گویا بائیں شانے سے لے کر طحال تک مگر طحال شریک نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اس مقام میں دل ہوتا ہے۔ مگر اس کا صرف غدی انبجہ (اینجل نش) شریک ہوتا ہے۔ البتہ اس کا تعلق اس کے اعصاب تک رہتا ہے جس طرح تیسرے مقام میں جگر اور گردے شریک ہیں۔ لیکن ان کے صرف عضلاتی انبجہ شریک ہوتے

ہیں۔ جب بھی پانچویں مقام میں کسی جگہ تیزی ہو گی تو یہ تحریک غدی اعصابی ہو گی۔

چھٹا مقام اس مقام کی ابتدا اعصابی انسجہ سے شروع ہوتی ہے لیکن اس کا تعلق غدد (جگر) سے قائم رہتا ہے۔ اس تحریک کا نام اعصابی غدی ہے۔ مزاج اس کا گرم تر ہے جس میں گرمی کم اور رطوبت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ جب گرمی بالکل ختم ہو جاتی ہے تو خود کار طریق سے تحریک بدل جاتی اور پھر اعصابی عضلاتی تحریک شروع ہو جاتی ہے اور یہی ہماری پہلی تحریک ہے یہی فطری طریق علاج ہے۔

ظاہری طور پر اس مقام میں طحال و بلبہ اور بایاں گردہ بائیں طرف کی آنتیں بائیں طرف کا شانہ بایاں خصیہ' بائیں طرف کا مقعد' بائیں گویا کولہے سے لے کر بائیں پاؤں کی انگلیوں تک شریک ہیں۔ یاد رکھیں کہ اس میں جو غدد شریک ہیں ان کے اعصابی انسجہ ہوتے ہیں۔

دوران خون : یہ تقسیم دوران خون کی گردش کے بالکل مطابق ہے جو دل (عضلات) سے شروع ہو کر جگر (غدد) سے گزرتے ہوئے دماغ (اعصاب) کے زیر اثر تمام جسم پر رطوبات کو بکھیر دیتی ہے۔ پھر طحال (غدد جاذبہ) سے وہ رطوبت جذب ہو کر دل (عضلات) میں شامل ہو جاتی ہے یہ وہی دوران خون ہے جس کو طب یونانی نے بیان کیا ہے جن کو ہم غذا کے چار ہضم کہتے ہیں۔

چونکہ دوران خون دل سے شروع ہوتا ہے اس لئے ہم کو اس کا بیان عضلاتی غدی تیسرے مقام سے شروع کر کے ترتیب وار چھ مقام بیان کرنے چاہئیں تھے۔ اس طرح یہ دوران خون عضلاتی اعصابی دوسرے مقام پر ختم ہوتا۔ لیکن ہم نے ایک سرے کو مدنظر رکھتے ہوئے سر کے دائیں طرف سے شروع کر کے بائیں طرف کے پیر کی انگلیوں پر ختم کر دیا ہے تاکہ اس تقسیم کو سمجھنے میں آسانی رہے۔ حقیقی دوران خون کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

تحریکات کا تعلق تحریک کے جو یہ چھ مقام بیان کئے گئے ہیں ان میں اس حقیقت کو نہ بھولیں کہ دراصل یہ تین مفرد اعضاء کی تین تحریکیں ہیں۔ جب ان کا تعلق جوڑا جاتا ہے تو چھ صورتیں بن جاتی ہیں۔ یہ تین مفرد اعضا (انسجہ) دماغ و دل اور جگر

(اعصاب و عضلات اور غدد) کی ابتدائی بافتیں (ٹشوز) ہیں۔ اعصاب (دماغ) کا تعلق ایک طرف عضلات (دل) سے ہے اور دوسری طرف غدد (جگر) سے ہے۔ بالکل ایسے ہی غدد (جگر) کا تعلق ایک طرف عضلات (دل) سے اور دوسری طرف اعصاب (دماغ) کے ساتھ ہے۔ یہ تینوں تعلق انہیں مفرد اعضاء (انسجہ) کے ذریعے ہیں گویا ہر مفرد عضو کی دو تحریکیں ہیں۔ اس طرح یہ چھ صورتیں بن جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایورویدک میں تین دوشوں وات پت' کف کا باہمی تعلقات مل کر ان کی چھ صورتیں (۱) وات پت (۲) وات کف (۳) پت وات (۴) پت کف (۵) کف وات (۶) کف پت۔ یہ صورتیں طب یونانی میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یعنی اس کے اخلاط کی کیفیات بھی مرکب ہیں جن کا باہمی دیگر خلطوں سے تعلق ہے۔ گرمی خون میں بھی ہے اور صفراء میں بھی ہے۔ اسی طرح سردی بلغم میں بھی ہے اور سوداء میں بھی ہے۔ بالکل ایسے ہی خشکی صفراء میں بھی ہے اور سودا میں بھی ہے۔ یہی صورت تری کی بھی ہے۔ وہ خون میں بھی ہے اور بلغم میں بھی پائی جاتی ہے جس طرح دوشوں اور اخلاط کی ان مرکب صورتوں سے مزاج قائم ہوتے ہیں بالکل اسی طرح مفرد اعضاء (انسجہ) کی مرکب صورتوں سے انسانی مزاج بنتے ہیں۔

لیکن پھر یاد رکھیں کہ حیاتی مفرد اعضاء (انسجہ) صرف تین ہیں۔ چوتھا مفرد (عضو انسجہ) بھی ہے جس کو نسیج الحاق کہتے ہیں لیکن اس کا تعلق بنیادی اعضاء (ہڈی) وغیرہ کے ساتھ ہے۔ چونکہ اعضائے رئیسہ تین ہیں اس لئے حیاتی مفرد اعضاء بھی تین ہیں انہی کو ذہن نشین کرنا ہی راز زندگی ہے۔

اس حقیقت کو بھی ذہن نشین رکھیں کہ جس مفرد عضو میں تحریک ہو گی دیگر دونوں اعضاء میں ترتیب کے لحاظ سے اس کے بعد والے مفرد عضو میں تحلیل ہو گی اور تیسرے مفرد عضو میں تسکین ہو گی۔ مثلاً اگر اعصاب میں تحریک ہو گی تو ان کے بعد چونکہ غدد ہوتے ہیں ان میں تحلیل ہو گی اور غدد کے بعد جسم میں عضلات ہیں ان میں تسکین ہو گی۔ اسی طرح تمام مفرد اعضاء میں تحریک و تحلیل اور تسکین ہو گی۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ جراثیم جسم کے کسی مقام پر ہو گا وہی اثر رفتہ رفتہ تمام جسم میں پھیل جاتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ مختلف مقامات

پر جو مختلف اقسام کی سوزشیں و اورام اور پھوڑے و ابھار ہوتے ہیں وہ مقامات کا مختلف ہوتا ہے۔

ورم سر (سرسام)

ماہیت ورم سر ورم سر کو طبی اصطلاح میں سرسام کہتے ہیں۔ سرسام کے لغوی معنی بھی ورم دماغ کے ہیں۔ اس مرض میں صرف جوہر دماغ یا اس کے پردوں میں ورم ہو جاتا ہے۔ طب قدیم میں یہ مرض دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول سرسام حقیقی جس میں جوہر دماغ اور اس کے پردے متورم ہو جاتے ہیں۔ دوم سرسام غیر حقیقی جس میں دماغ اور اس کے پردے بذات خود متورم نہیں ہوتے بلکہ دیگر امراض کا اثر دماغ پر پڑ جاتا ہے۔ بہرحال اس قسم کا ورم بھی سرسام کہلاتا ہے لیکن اس کو اورام دماغ میں شریک نہیں کرنا چاہئے۔

تشخیص میں غلطیاں چونکہ سرسام میں اکثر مریض کو غشی آ جاتی ہے یا بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس کو ہذیان ہو جاتا ہے اور بکواس کرتا ہے۔ اس لئے اس کی تشخیص میں اکثر غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ اس کے کامیاب علاج کے لئے ضروری ہے کہ اس کی صحیح تشخیص کی جائے۔ حکمائے طب قدیم نے سرسام کو حقیقی اور غیر حقیقی میں تقسیم کر کے پھر باعتبار مادہ سرسام حقیقی کو مندرجہ ذیل چار اقسام میں تقسیم کر دیا ہے۔

(۱) سرسام دموی (فرانیطس) (۲) سرسام سوداوی (الیثا غس) (۳) سرسام صفراوی (فرانیطس خالص) (۴) سرسام بلغمی (لیثا غس) لیکن بعض کیفیات کے تحت پہلی دوسری قسم کو سرسام حار اور تیسری چوتھی قسم کو سرسام بارد کہتے ہیں۔ اسی طرح سرسام غیر حقیقی کی بھی مادہ اور کیفیات کے تحت اقسام ہو سکتی ہیں۔ انہی اقسام در اقسام کے تحت ہی سرسام کی تشخیص میں اکثر غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ کیونکہ امراض کی تشخیص میں مزاج و اخلاط اور اعضاء تینوں صورتیں مدنظر ہوتی ہیں۔ اس طرح اگر اعضاء کو مزاج اور اخلاط کے تحت بھی دیکھیں تو کم از کم بارہ اقسام بنتی ہیں۔ یعنی چار

صورتیں جوہر دماغ کے لئے اور چار چار صورتیں دونوں پردوں کے لئے۔ لیکن اگر ہم مفرد اعضاء کی حقیقت کو مدنظر رکھیں اور پوری طرح ذہن نشین کر لیں تو یہ تشخیص کی تمام غلطیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ کہ جوہر دماغ خالص اعصابی انسجہ (نشوں) سے بنتے ہیں۔ اور اس کا مزاج سرد تر ہے۔ جب اس میں تیزی و سوزش اور ورم کی صورت پیدا ہو گی۔ تو اس کے کیفیاتی اور مادی صورتوں میں شدت پیدا ہو جائے گی۔ اسی طرح جوہر دماغ پر جو پردہ ہے جس کو غشاء کہتے ہیں جو غدی انسجہ کا بنا ہوا ہے جس کا تعلق جگر سے ہے جس کا مزاج گرم خشک ہے جب اس میں تیزی و سوزش اور ورم ہو گا تو اس میں اس کی کیفیاتی اور مادی صورتوں میں زیادتی ہو گی۔ یہی صورت دماغ کے دوسرے پردے کی ہے جس کو حجاب کہتے ہیں جو عضلاتی انسجہ کا بنا ہوا ہے جس کا تعلق قلب سے ہے جس کا مزاج گرم تر ہے جب اس میں تیزی و سوزش اور ورم پیدا ہو جائے گا تو اس میں اس کی کیفیات اور مادہ زیادہ ہو گا۔

یہاں پر بات یاد رکھیں کہ عضلات کا مزاج ہم نے خشک تسلیم کیا ہے مگر یہاں پر خون کی گرمی سے اس کو گرم تر لکھ دیا ہے۔ انقلابی معالج اس حقیقت سے پورے طور پر واقف ہیں۔

ان حقائق کو ذہن نشین رکھیں کہ ہر مفرد عضو اسی مادہ سے بنا ہوا ہے جو وہ خود پیدا کرتا ہے۔ اس طرح ورم دماغ کی تشخیص بالکل آسان ہو جاتی ہے۔ یعنی جس مفرد عضو میں تیزی و سوزش اور ورم ہو گا تمام جسم میں اور خون میں وہ مشینی اور کیمیاوی اثر غالب ہو گا۔

فرنگی طب کی غلط فہمی فرنگی ڈاکٹروں نے ورم دماغ کی تین صورتیں مانی ہیں یہ صورتیں اس طرح تسلیم کی ہیں۔ (۱) خاص دماغ کے ورم کو سیری برائٹس (۲) دماغی جھلیوں کے ورم کو مے نجائٹس اور (۳) دماغ اور جھلیوں کے ایک ساتھ متورم ہونے کو ریبرو مے نجائٹس کہتے ہیں۔ اس میں یہ غلط فہمی ہے کہ وہ دماغ کی دونوں جھلیوں کو ایک قسم کا ورم تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ دونوں جھلیوں کے ورم جدا جدا قسم کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جوہر دماغ اور اس کے دونوں پردوں کو بھی

ایک ہی قسم کا ورم تسلیم کیا ہے۔ یہ اور بھی زیادہ غلط ہے۔ گویا تینوں اقسام کے اورام کو ایک ہی قسم کا ورم تسلیم کر لیا گیا ہے۔ البتہ بعض نام مختلف رکھ لئے ہیں جو کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہے۔

اگر جراثیم کے تحت انہوں نے تینوں اقسام اورام کو جدا جدا تسلیم کیا ہے تو یہ بالکل ہی غلط ہے کیونکہ جوہر دماغ اور اس کے پردوں کے انسجہ (ٹشو) جدا جدا ہیں۔ ان میں جدا جدا قسم کے جراثیم پیدا ہو کر سوزش اور ورم پیدا کرتے ہیں۔ پھر ایک ہی قسم کے جراثیم دو قسم یا تین اقسام کی سوزش اور ورم کیسے پیدا کر سکتے ہیں۔ ان جراثیم کی تشریح بالاعضاء ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل اور تشریح کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ جب فرنگی طب کی تشخیص ہی غلط ہے تو پھر اس کا علاج کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس نے جراثیم کو مرض کی ماہیت سمجھ رکھا ہے۔

جب تک وہ جراثیم کی ماہیت کو سمجھ کر اس کو صحیح مقام نہ دیں اس وقت تک وہ ماہیت مرض کا صحیح تعین نہیں کر سکتے۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

سرسام غیر حقیقی اس کو سرسام مجازی بھی کہتے ہیں۔ یعنی مجازاً" اس کو سرسام کہہ دیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ سرسام نہیں ہوتا لیکن اس امر کو ضرور مدنظر رکھیں کہ سرسام غیر حقیقی میں بھی جوہر دماغ اور اس کے پردے شدید متاثر ہوتے ہیں۔ فرنگی طب میں اس کو (ڈی لیریم) کہتے ہیں۔ جس طرح سرسام حقیقی کی غلط فہمی سے تشخیص میں غلطیاں ہوتی ہیں اسی طرح سرسام غیر حقیقی میں بھی غلطیاں ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ سرسام غیر حقیقی کسی دوسرے مرض کی شدت خصوصاً جسم میں کسی اور مقام پر ورم و سوزش اور بخار و زہر کی تیزی سے پیدا ہوتا ہے لیکن اسا امر میں اس حقیقت کو ضرور مدنظر رکھیں کہ اعضائے مفردہ کی مناسبت سے جس عضو (اعصاب و غدد اور عضلات) میں مرض کی شدت ہو گی۔ اسی کے تعلق سے دماغ یا اس کے پردوں پر اثر ہو گا۔ فرنگی ڈاکٹر اس حقیقت سے ناواقف ہیں۔ وہ ہمیشہ مکمل دماغ کو مریض خیال کرتے ہیں۔

تاکید یہاں پر اس امر کو بھی ذہن نشین رکھیں کہ جوہر دماغ یا اس کے پردے

چونکہ مفرد ہیں اس لئے ان کے اورام میں مختلف مادے یا مختلف کیفیات کے اثر سے اورام نہیں ہوں گے۔ مثلاً جوہر دماغ میں کبھی صفراوی و کبدی اور سوداوی عضلاتی تحریکات سے سرسام نہیں ہو گا بلکہ ہمیشہ بلغمی و اعصابی تحریکات سے نہیں ہو گا بلکہ ہمیشہ صفراوی و کبدی اثرات سے ہو گا۔ بالکل اسی طرح حجاب میں بلغمی و اعصابی اور صفراوی و کبدی تحریکات سے سرسام نہیں ہو گا۔ بلکہ ہمیشہ سوداوی اور عضلاتی اثرات سے ہو گا اگر مفرد اعضاء کو مدنظر رکھا جائے گا تو کیفیاتی اور اخلاطی و مادی صورتیں بھی آسانی سے سامنے آئیں گی۔ اس طرح تشخیص میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی اور علاج میں تمام مشکلات بھی دور ہو جائیں گی۔

ورم دماغ (اعصابی عضلاتی)

ماہیت ورم یہ ورم خالص دماغی اور اعصابی ہوتا ہے جس کو طب میں سرسام بلغمی (لیثر غس) اور انگریزی میں سری برائیٹس کہا جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اس کا اثر دماغ کے کسی پردے پر نہیں ہوتا۔ اگر ہو جائے تو یہ ورم کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جب بھی اس کا اثر کسی پردے پر ہو گا تو صرف عضلاتی پردے (حجاب) پر ہو گا۔ غشاء پر بالکل نہیں ہو گا کیونکہ بلغم میں سردی کی شدت ہو جاتی ہے تو وہ خشک ہو کر سوداوی صورت اختیار کر لیتی ہے اور عضلات کو تحریک دیتی ہے۔ پردہ غشاء جگر اور صفراء کے تحت ہے اس کو تحریک ہمیشہ عضلاتی تحریک کے بعد ہوتی ہے کیونکہ انتہائی خشکی حرارت کی طرف مائل ہوتی ہے۔ یہ سب حکماء کے حقائق ہیں جن پر جدید سائنس کا اتفاق ہے۔

حقیقت مرض مفرد اعضاء کے تحت ہم اس ورم کو اعصابی کہتے ہیں جس کا اثر عضلات کی طرف جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام اعصابی عضلاتی ورم رکھا ہے۔ یعنی مشینی طور پر اعصاب میں تحریک ہے اور کیمیاوی طور پر خون میں خشک سردی بڑھ رہی ہے۔

ورد و ورم یہ ورم دماغ میں ہو کر اس کا اثر نصف دائیں سر سے لے کر نصف دائیں گردن و شانہ تک جاتا ہے اس میں شانہ شریک نہیں ہے۔ یہ دماغ کا حقیقی ورم ہے۔ اگر دماغ کی بجائے یہ دائیں طرف گردن سے شانہ تک کسی مقام پر ورم ہو جائے تو وہاں کے اعصاب کا یہ حقیقی ورم ہو گا۔ مگر دماغ کا غیر حقیقی ورم ہو گا۔ اسی طرح بائیں طرف گردے سے لے کر پاؤں تک جس میں بائیں طرف کی آنتیں و مثانہ اور عضو مخصوص اور خصیہ شریک ہیں۔ اس میں گردہ شریک نہیں ہے۔ البتہ اس میں جگر و گردوں کا تعلق قائم رہتا ہے۔ یہ ایسے حقائق ہیں جن کا فرنگی طب کو بھی علم نہیں ہے۔

اسباب ہر ورم کے اسباب دو ہی قسم کے ہوتے ہیں اول بادیہ' دوم سابقہ' اسباب بادیہ (ظاہری اسباب) جن میں کیفیاتی و نفسیاتی اثرات میں خاص طور پر خوف کا پیدا ہونا پایا جاتا ہے۔ ان صورتوں میں سے سوزش اور درد لاحق ہوتا ہے۔ جو جذب معدہ ہیں۔ یعنی طبیعت اس سوزش درد اور تفرق کی اصلاح کے لئے اس طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اور عروق کو پھیلا کر اس طرف رطوبات زیادہ مقدار میں روانہ کر دیتی ہے۔ یہی صورت باعث ورم بن جاتی ہے۔ اسباب سابقہ (اندرونی اسباب) جن میں تیز بخار و امتلاء ما خسرہ و چیچک' محرقہ دماغی' وجع المفاصل' زہر آتشک و سوزش اعصاب اور سرد منشیات مثلاً افیون بھنگ اور دھتورہ وغیرہ۔ عورتوں میں سیلان رحم اور بندش حیض قابل ذکر ہیں۔

علامات چونکہ یہ ورم خالص اعصابی ہے اس لئے اس میں بلغم کی شدت ہوتی ہے۔ بلغم جس بخار میں ہو گی وہ بھی اعصابی ہو گا اور جس مرض سے ہو گا وہ بھی اعصابی ہوں گے۔ اسی طرح جن زہروں سے ہو گا وہ بھی اعصاب میں سوزش پیدا کرنے والے ہوں گے جیسا کہ اسباب کے تحت لکھا گیا ہے اور بلغم کے ساتھ اسی بخار و مرض اور زہر کی علامات پائی جائیں گی۔ ابتدائی علامات میں سر کا بوجھل ہونا' طبیعت کا سست اور بے چین ہونا' پھر درد اور دوران کا پیدا ہو جانا' سردی کی شدت کا احساس' ساتھ ہی بدن میں کھچاؤ اور تناؤ کے تشنج کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ بخار کی شدت اور پیاس میں زیادتی۔ رفتہ رفتہ ہوش و حواس میں خلل پیدا ہو کر مریض ہذیان

شدید کرنا شروع کر دیتا ہے۔ آنکھیں سرخ پانی سے بھی ہوئی ناک بہتی ہے۔ مریض بالعموم ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے۔ بعض اوقات چارپائی سے اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ گاہے بستر اور کپڑوں کو چٹنے دیوار پر کسی چیز کی تلاش کرنے اور ہوا میں سے کسی چیز کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگتا ہے اور آخر کار بالکل بے ہوش پڑا رہتا ہے۔ ابتدا میں قبض ہوتا ہے۔ اور عضلات ختم تنے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن آخر میں عضلات ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور بول و براز بلا ارادہ خارج ہونے لگتے ہیں آنکھیں نیم کشادہ ہوتی ہیں۔ جلد سرد اور خشک ہوتی ہے۔ چہرے پر سرخی چھا جاتی ہے ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے ہیں۔ سانس خراٹے سے آنے لگتا ہے اور آخر کار مریض اسی بے ہوشی کی حالت میں انتقال کر جاتا ہے۔

جب دماغ اور اعصاب میں ورم ہونے لگتا ہے تو ابتداً منہ میں پانی آتا ہے جی متلاتا ہے اور ابکائیاں آتی ہیں اور کبھی قے بھی ہو جاتی ہے۔ آنکھوں کی گہرائی میں درد محسوس ہوتا ہے۔ نبض مشرف و موجی اور قارورہ سفید اور براز رقیق ہوتا ہے۔

انجام چونکہ یہ ورم جوہر دماغ میں ہوتا ہے اور خالص دماغی ورم ہے۔ اس لئے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ چونکہ اکثر اطباء' حکماء اور فرنگی ڈاکٹر تشخیص میں غلطی کر جاتے ہیں۔ اس لئے مریض بالعموم ہلاک ہو جاتا ہے۔ اکثر دوسرے تیسرے روز حد چوتھے روز تک ہلاک ہو جاتا ہے۔ لیکن گھبرانا نہیں چاہئے۔ اگر معالج ذرا کوشش سے کام لے کر اس ورم کو تشخیص کرے تو علاج کے ساتھ ہی فوراً آرام ہونا شروع ہو جاتا ہے یہ بات یاد رکھیں کہ کسی مرض میں نقصان یا موت اسی وقت واقع ہوتی ہے جب تشخیص غلط ہو اور علاج اور ادویات صحیح نہ ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ صحیح تشخیص اور علاج پر اللہ تعالیٰ آرام نہ دے۔

تاکید جو علامات اوپر لکھی گئی ہیں یہ سرسام بلغمی کی ہیں جو اعصابی عضلاتی ہیں ان کو خوب یاد کر لیں' ذہن نشین کر لیں۔ ہر اعصابی عضلاتی مرض کی علامات کم و بیش اور شدید و خفیف طور پر ان سے ملتی ہوں گی اور ہمیشہ کام دیں گی۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اکثر طبی اور ڈاکٹری کتب میں مختلف اقسام کے اورام سر کی علامات کو آپس میں غلط ملط کر دیا ہے۔ اور ہر شخص ان کو باہم تمیز نہیں کر سکتا۔ خاص طور پر

ہومیوپیتھک ادویات استعمال کرنے والے ان علامات سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اصول علاج کسی مرض کی دوا جاننے سے اہم بات یہ ہے کہ اس مرض کے اصول علاج کا علم ہونا چاہئے کیونکہ کسی مرض کے علاج میں اگر مقررہ علاج و ادویات اور تدابیر سے کامیابی نہ ہو تو معالج کو ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑے اس لئے اصول علاج کا جاننا نہایت اہم ہوتا ہے۔ اور علاج کے دوران میں اس کو یقین ہوتا ہے کہ جو علاج وہ کر رہا ہے اس مرض کے لئے صحیح ہیں یا نہیں اگر اس کو ناکامی ہو تو اس مرض کے اصول علاج کے تحت وہ فوراً ضرورت کے مطابق تجدید و ترتیب اور قائم کر سکتا ہے۔

اصول علاج دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول علاج عمومی دوسرے اصول علاج خصوصی۔ اصول علاج عمومی سے مقصد یہ کہ وہ اصول جو ہر مرض میں مدنظر رکھنا ضروری ہیں وہ تین ہیں۔ (۱) ازالہ سبب (۲) سکون مریض (۳) اعتدال دوران خون۔ ان کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ **ازالہ سبب:** مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرض کی صورت میں جو سبب ظاہر یا سبب واصل ظاہر میں نظر آئے یا محسوس ہو چاہے وہ سبب بادیہ ہو یا سبب سابقہ ہو فوراً دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مثلاً اسباب بادیہ میں کیفیاتی و نفسیاتی اثرات ضربہ و سقطہ اور نشہ بجلی یا کسی اور شے سے جل جانا۔ اسی طرح اسباب سابقہ میں بخار۔ دیگر حصہ جسم کے امراض خصوصاً سوزش و اورام اور منشیات کا استعمال اور تیز بو اور زہریلی گیسوں کا اثر کر جانا وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ **سکون مریض:** اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مریض کو ظاہری طور پر اس طرح لٹا دیں کہ اس کی بے چینی رفع ہو جائے۔ مثلاً مریض میں سردی گرمی کی شدت کا احساس ہو تو اس کو فوراً دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر جسم میں کسی پر درد یا بوجھ ہو تو اس مقام پر سہارا دیا جائے یا پٹی باندھ دی جائے۔ اگر پیاس کی شدت ہو تو ضرورت کے مطابق گرم مناسب گرم کوئی مشروب دیا جائے۔ کمرہ سکون بخش ہو اور تیماردار خوش اخلاق اور ہمدرد ہونا چاہئے۔

۳۔ **اعتدال دوران خون:** اس کا مقصد یہ ہے کہ جسم میں جو حصہ گرم یا

سرد معلوم ہو اس کو فوراً اعتدال پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی وجہ وہاں پر خون کی کمی یا زیادتی ہوتی ہے۔ غذا و دوا یا مالش وغیرہ سے دوران خون کو اعتدال پر لایا جا سکتا ہے۔ اس کو امالہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس مقام پر خون کی کمی محسوس ہو وہاں پر خون کھینچ لینا۔ شدید صورتوں میں ودشاک ادویہ، جونک و سنگیاں اور حجامت فصد تک بھی اگر ضرورت پیش آئے تو فوری طور پر کئے جا سکتے ہیں۔ ان سے بھی سکون مریض اور ازالہ مرض ہو جاتا ہے۔

اصول علاج خصوصی سرسام بارد (اعصابی عضلاتی) کے اصول علاج میں ان تین صورتوں کو مدنظر رکھیں۔ (۱) مریض کو سردی سے محفوظ کریں۔ (۲) بلغم اور رطوبت کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ (۳) قلب کو طاقت دیں۔

تاکید سرسام میں عام طور پر جو علاج کئے جاتے ہیں ان میں محلل اورام ادویات کی بجائے امالہ (مرض کا رخ بدلنا) پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے زیادہ تر مسہل استعمال کیا جاتا ہے تاکہ دوران خون سر کی طرف سے کم ہو کر امعاء کی طرف ہو جائے۔ لیکن مسہلات میں اس امر کو ہمیشہ نظرانداز کر دیا جاتا ہے کہ وہ کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ کوئی سا تیز مسہل دے دیا جاتا ہے۔ یہ نظریہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر مسہلات اعصاب و دماغ میں تحریک دینے والے اور بلغم و رطوبات کو زیادہ کر کے رقیق اسہال لانے والے ہوں گے تو وہ بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوں گے۔

یاد رکھیں کہ مسہلات ایسے ہونے چاہئیں جو جسم میں اول خشکی (عضلاتی اعصابی) اور بعد میں خشکی اور حرارت (عضلاتی غدی) پیدا کریں۔ اس طرح مریض فوراً خطرے سے باہر نکل جاتا ہے۔

تاکید سرسام بارد شدت میں کبھی اسہال خود بخود شروع ہو جاتے ہیں ان سے تسلی حاصل نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ اسہال کے جسم میں بلغم اور رطوبت کی زیادتی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ان کو فوراً خشک گرم اشیاء سے روکنا چاہئے۔ ایسی صورت میں بھی اگر مسہل دینا ضروری ہو تو مقوی قلب مسہل دے سکتے ہیں۔ جو تحقیقات فارماکوپیا میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی عضلاتی غدی مسہل دیں۔

سرسام کا علاج سرسام بارد (اعصابی عضلاتی) کا اصل علاج یہ ہے کہ دماغ اور اعصاب کی طرف سے دوران خون کو دل (عضلات) کی طرف کر دیں یعنی عضلاتی اعصابی تحریک کر دیں۔ اس طرح جو خون دماغ و اعصاب کی طرف جا رہا ہے وہ وہاں اس طرف نہ صرف جانا رک جائے گا بلکہ جو بلغم اور رطوبت پیدا ہو چکی ہے وہ خشک ہونا شروع ہو جائے گی اور جو خون وہاں پر آ چکا ہے وہ بھی رفتہ رفتہ اعتدال پر **آنا شروع ہو جائے گا۔ چونکہ اس مرض میں گھبراہٹ کے ساتھ پیاس بھی ہوتی ہے** اس لئے آب انار ترش یا سکنجبین سادہ یا شربت آلو بخارا یا رب نکال الی آلو بخارا دیں۔ روغن گل اور سرکہ میں کپڑا بھگو کر سر پر رکھیں۔ دوا کے طور عضلاتی اعصابی محرک یا محرک شدید دیں۔ اگر قبض ہو تو عضلاتی اعصابی یا عضلاتی اعصابی مسہل اس مقدار میں دیں کہ پانچ سات اسہال ہو جائیں۔ بلغم اور رطوبات خشک ہو جائیں تو عضلاتی اعصابی مقوی استعمال کرائیں۔ اس سے جلد صحت اور طاقت آ جاتی ہے۔

تاکید ایک سب سے بڑی غلطی اس علاج میں یہ کی جاتی ہے کہ جب مریض کو گھبراہٹ اور بے چینی ہوتی ہے تو خمیرہ جات خصوصاً خمیرہ گاؤزبان استعمال کراتے ہیں لیکن جاننا چاہئے کہ یہ مفرح قلب ادویہ اور اشیاء ہمیشہ اعصابی ہوتی ہیں جن سے اعصاب میں تحریک ہو کر بلغم اور رطوبات میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اس طرح کاہو کا مغز خرفہ بیدانہ اور کدو وغیرہ کا استعمال کرنا مفید ہونے کے بجائے یقیناً مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح کے شربت اور عرقیات سے پرہیز کریں جیسے بید مشک، صندل، نیلوفر اور گلاب وغیرہ سے دور رہیں۔

سرسام سوداوی سرسام سوداوی (عضلاتی اعصابی) سرسام بارد (اعصابی عضلاتی) سے جدا مرض ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ سرسام بارد (اعصابی عضلاتی) کے غلط علاج یا کچھ عرصہ علاج نہ کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حیثیت سے یہ کوئی جدا شے نہیں ہے اس لئے اسی سرسام کے ساتھ ہی اس کے علاج کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

سودا کے متعلق غلط فہمی سودا کا مزاج انتہائی سرد خشک تسلیم کیا گیا ہے جس کا قوام گاڑھا لیسدار، مائل بہ خشکی، رنگ سفید سیاہی مائل اور ذائقہ کبھی پھیکا مائل بہ ترشی ہوتا ہے کبھی مکمل ترش ہوتا ہے۔ جوں جوں اس میں شدت بڑھتی جاتی ہے۔

سیاہی، ترشی اور خشکی بڑھتی جاتی ہے۔ یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ بلغم و صفراء اور خون جب جل جاتے ہیں تو سودا میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ بلغم (رطوبت) جب انتہائی سرد ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ تو ہو گاڑھی لیسدار اور خشک ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ انتہائی سردی میں **جم برف ہو جاتا ہے۔ پھر انتہائی خشکی** کے باوجود اس میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے جس سے حرارت کی پیدائش تسلیم کی گئی ہے۔ اس لئے انتہائی خشک ادویہ اور زہروں کو گرم خشک تسلیم کر لیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات حقیقت سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ سودا اور خون جو گرم ہیں جل جانے کے بعد سودا بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سودا کا علاج انتہائی گرم اغذیہ و ادویہ اور زہر و اشیاء ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سودا کا علاج سرد اغذیہ و ادویہ اور اشیاء و زہروں سے نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اگر صفراء و خون کے جل جانے کے بعد سوداس پیدا ہوتا ہے تو بات بعید از عقل و حقیقت اور تجربہ و مشاہدہ کے خلاف ہے۔ ہم جب چاہیں سودا کو صفراء سے ختم کر دیں اور نظریہ مفرد اعضاء کے تحت عضلاتی تحریک کو جو سودا پیدا کرتی ہے غدی تحریک سے جو صفراء پیدا کرتی ہے فوراً ختم کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سوداء کے بعد صفراء پیدا ہوتا ہے۔ اور صفراء کے بعد خون پیدا ہوتا ہے۔ اور جب خون کی حرارت ختم ہو جائے تو بلغم (رطوبت) بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس ناممکن ہے۔

تاکید جب بلغم خشک ہو کر سودا میں تبدیل ہوتا ہے تو عضلاتی تحریک شروع ہو جاتی ہے اور اعصابی تحریک ختم ہو جاتی ہے۔ عضلاتی تحریک کا علاج یہ ہے کہ غدی (جگر) تحریک پیدا کر دی جائے۔ اس سے صفراء پیدا ہوتا ہے۔

سرسام سوداوی کا علاج سرسام سوداوی جو عضلاتی تحریک ہے اس کا اول یہ دیکھنا ہے کہ عضلاتی تحریک کا تعلق اعصاب (سردی) کے ساتھ یا جگر (گرمی) کے ساتھ ہو گیا ہے۔ اگر تعلق اعصابی ہے یعنی عضلاتی اعصابی ہے تو پہلے اس کا تعلق جگر (گرمی) کریں۔ یعنی عضلاتی غدی کر دیں۔ اول تو یہیں مرض ختم ہو جائے گا اس مقصد کے لئے عضلاتی غدی ملین یا عضلاتی مسہل دیں۔

یاد رکھیں کہ شدید امراض اور خطرناک امرض میں ابتدا ہی سے ملینات اور مسہلات کا استعمال ضروری ہے۔ کیونکہ وقت کم ہوتا ہے اور جان کا خطرہ سامنے ہوتا ہے البتہ جب اجابتوں میں شدت ہو اور کمزوری کا خطرہ ہو تو محرک یا محرک شدید استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

اگر عضلاتی غدی کے بعد جسم میں سودا کا اثر ہو یا حرارت کی کمی ہو تو غدی عضلاتی محرک، محرک شدید یا ملین و مسہل استعمال کرا دیں۔ فوراً سرسام سوداوی (عضلاتی تحریک) بالکل ختم ہو جائے گا اور مریض یقیناً تندرست ہو جائے گا۔ آرام آ جانے کے بعد غدی عضلاتی مقوی کچھ روز استعمال کر کے علاج ختم کر دیں۔ غذا شدید بھوک کے بغیر نہ دیں۔ صرف قہوہ دیں۔ جب بھوک ہو تو شوربا یا یخنی دیں گرم پانی پلائیں۔

محلل ادویات کا خارجی استعمال محلل مرخی اور گرام ادویات کے اندرونی استعمال کے ساتھ ضرورت کے مطابق بیرونی طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بیرونی استعمال سے صرف مقامی طور پر اور عارضی طور پر مفید ہو کر تسکین ہو سکتی ہے۔ اگر اندرونی استعمال سے غفلت برتی گئی تو ورم تحلیل نہیں ہو گا اس لئے اندرونی استعمال ادویہ کو مقدم رکھیں تاکہ خون اور اس عضو میں پوری حرارت پیدا ہو جائے اور اس کا تعلق ورم سے مسلسل قائم رہے اور مریض جلد صحت یاب ہو جائے۔

بیرونی استعمال میں تکمید رطب مثلاً تھیلیوں میں گرم پانی (خواہ خالص ہو یا اس میں کوئی محلل دوا ہو) بھر کر سینکنا، گرم پانی سے کپڑا یا نمدہ تر کر کے نچوڑنے کے بعد ٹکور کرنا (اس پانی میں بھی کوئی دوا شامل کر سکتے ہیں) گرم ضماد یا لطوخ لگانا۔ مثلاً السی کا ضماد یا سادہ روئی گرم کر کے سینکنا، مرغ، کبوتر یا کسی دوسرے پرندے کو ذبح کر کے اور فوراً پیٹ چاک کر کے گرم گرم متورم حصہ پر باندھ دینا اور ماش وغیرہ کی موٹی ٹکیہ یک طرفہ پکا کر اس پر گھی یا تیل لگا کر باندھنا۔ خشک تکمید کے لئے ریت گرم اینٹ یا خشک ادویات کو گرم کر کے تھیلی میں بھر کر ٹکور کرنا۔ خشک حرارت بھی ضرورت کے وقت ورم کے علاج میں استعمال کرنا چاہئے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے

کہ وہ ترشح شدہ رطوبات کو جو وہاں پر خون کے آنے میں رکاوٹ کا باعث ہوتی ہیں وہاں سے جذب کر لیتی ہے۔ خشک تکمید اورام مزمن میں زیادہ مفید ہوتی ہے۔

دافع عفونت ادویات دافع عفونت ادویات تریاقات کے تحت آتی ہیں ان کا اثر فوری طور پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم علم الادویہ کی اصطلاحات میں لکھ چکے ہیں۔ کیونکہ ورم عفونی کے علاج کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عفونت کو زائل کیا جائے۔ عفونی مواد کو تباہ و برباد کیا جائے اور اس کے سمی مواد کو ضائع اور خارج کیا جائے اور ساتھ ہی یہ بھی مدنظر ہوتا ہے کہ عفونت کے زہر سے اعضاء کی ساختوں اور انسجہ کو تباہی و بربادی سے بچایا جائے۔ کیونکہ متورم حصہ کی رگوں اور عروق جاذبہ میں اچھے خون کا دوران نہیں رہتا یا کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے مواد عفونیہ کا زہر ساختوں پر برا اثر کرتا ہے اور پھر خون میں جذب ہو کر اس کی ترکیب اور قوت مقابلہ کو بگاڑ اور کمزور کر دیتا ہے اور جلد موت واقع ہو جاتی ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی عفونت سے طب یونانی پورے طور پر آگاہ ہے۔ طب یونانی میں عفونتی اور غیر عفونتی دونوں قسم کے امراض پائے جاتے ہیں۔ کم و بیش نوے فی صدی عفونتی امراض ہیں۔ ان میں حمیات اورام اور اندرونی زہریلے مواد کا خاص طور پر عفونت سے تعلق ہے۔ فرنگی طب عفونت سے اس وقت واقف ہوئی جب ان کے سامنے جراثیم کا مسئلہ آیا اور انہوں نے علم الامراض کی بنیاد جراثیم کی پیدائش پر رکھی۔ لیکن جراثیم کے چکر میں آ کر وہ عفونت کی حقیقت کو نظرانداز کر گئی۔ اور وہ جراثیم کو فنا کرنے کو امراض کا صحیح علاج خیال کرتی ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ عفونت اور جراثیم دو مختلف چیزیں ہیں۔ یعنی کبھی عفونت کے بعد جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اور کبھی جراثیم عفونت پیدا کرتے ہیں۔

یاد رکھیں عفونت ایک خاص صورت ہے جو خاص قسم کے مواد و ماحول اور درجہ حرارت میں پیدا ہوتی ہے اور جراثیم حیوانی و نباتی اجسام ہیں۔ جو بغیر عفونت کے پیدا نہیں ہو سکتے۔ لیکن وہ عفونت کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور عفونت کی شدت میں مر بھی جاتے ہیں۔ کسی عفونت پر اگر جرم کش دوا ڈالی جائے تو جراثیم ضرور مر جاتے ہیں۔ لیکن اگر مواد اپنی جگہ پر قائم رہے تو اس میں پھر جراثیم پیدا ہو

جائیں گے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک مواد و ماحول اور درجہ حرارت قائم رہتا ہے۔

کسی مرض کی بنیاد عفونت تو ہو سکتی ہے۔ مگر جراثیم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ بغیر عفونت کے جراثیم پیدا نہیں ہو سکتے۔ اور جراثیم بغیر مواد و ماحول اور درجہ حرارت کے عفونت پیدا نہیں کر سکتے۔ اس لئے عفونتی امراض میں دفع عفونت کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ قاتل جراثیم ادویات کو دافع عفونت اور علاج مرض کو حقیقت سمجھ لیا جائے۔ یہ خیال کرنا غلط فہمی ہے۔

ایک اور غلط فہمی فرنگی طب کا یہ نظریہ غلط ہے کہ جراثیم کش خاص قسم کی ادویات ہوتی ہیں۔ بلکہ ہر گرم و شدید اور زہر جرم کش ہے۔ البتہ ہر عفونت کے لئے مختلف اقسام کی ضرورت ہے۔ مثلاً نمک و چونہ اور گندھک تینوں جرم کش ہیں۔ لیکن تینوں مختلف قسم کی عفونتوں کو ختم کرتی ہیں۔ اس لئے مختلف اعضاء عفونت ان اعضاء کی تقویت و تیزی کے بعد پیدا ہوتے ہیں اس لئے متعلقہ اعضاء کی خرابی کے مدنظر عفونت ادویات استعمال کرنی چاہئیں۔

یاد رکھیں تریاق کسی دوا و زہر اور عفونت کے متضاد شے کو کہتے ہیں۔ جیسے کھاو کے مقابلے میں تیزاب اور افیون کے مقابل کچلہ اور سانپ کے عفونتی زہر کے لئے عشر (آک) کا کھانا تریاق ہیں۔ یاد رکھیں کہ دوا و زہر اور عفونت جس قدر شدید ہوں ان کے تریاق بھی اسی قدر شدید موثر ہونے چاہئیں۔ اطباء کو خوفناک زہروں اور امراض کے تریاق کا پورے طور پر علم ہونا چاہیئے۔ اس سے قیمتی جانیں بچائی جا سکتی ہیں۔

قانون استعمال ادویات ہر قسم کے سرسام کا علاج ہم لکھ چکے ہیں لیکن مزید معلومات کے لئے آخر میں کچھ مفرد ادویات لکھ رہے ہیں تاکہ ان معلومات سے بھی معالجین مستفید ہو سکیں۔ چونکہ ہم نے سرسام کے تین اقسام لکھے ہیں۔ (۱) اعصابی (۲) عضلاتی (۳) غدی۔ اس لئے ان کی ادویات بھی انہیں کے تحت لکھتے ہیں۔

اس امر کو پھر ذہن نشین کر لیں کہ اس مرض کا اصل علاج یہ ہے کہ دماغ کی

طرف خون کی آمد کو کم کیا جائے اس مقصد کے لئے رادع اور مسکن ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ رادع کا مقصد یہ ہے کہ سوزش اور ورم کے مقام پر جو بے چینی اور درد ہے اس کو کم کیا جائے تاکہ خون اس مقام کی طرف آنا کم ہو جائے یہ دونوں صورتیں لازم و ملزوم ہیں۔ ان مقاصد کے لئے تقریباً ایک ہی قسم کی ادویات ہوتی ہیں اور وہ دونوں کام کرتی ہیں۔

یاد رکھیں کہ جب کسی مقام پر سوزش ہوتی ہے تو اس کا اندرونی سبب کیمیاوی ہوتا ہے جو خون میں موجود ہوتا ہے۔ اس کے رفع کرنے کے لئے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول خون میں کیمیاوی طور پر تغیر پیدا کیا جائے اور دوسرے مقام سوزش اور ورم پر سکون پیدا کیا جائے تاکہ رادع صورت پیدا ہو کر وہاں پر خون کی آمد کم ہو جائے اور یہی صحت کا ابتدائی صورت ہے۔ یہ بات پھر ذہن نشین کر لیں کہ رادع اور مسکن ادویات کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ خون کی رطوبات کا وہاں ترشح کیا جائے۔ کیونکہ یہ ترشح ہی حقیقی رادع اور مسکن ہے اور نہ ادویات بذات خود وہاں پر نہ پہنچ سکتی ہیں اور نہ ہی رادع اور مسکن صورت پیدا کر سکتی ہے۔ اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جو خون وہاں پر جمع ہو گیا ہے اس کے ترشح سے اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور یہی فطری طریق علاج بھی ہے اور قدرت بھی فطری طور پر عمل کرتی ہے لیکن جب سوزش اور ورم میں شدت ہوتی ہے یا خون کی کیمیاوی صورت میں مواد کی زیادتی ہوتی ہے تو رادع اور مسکن ادویہ انتہائی ترشح کے بعد بھی رادع اور تسکین کی صورت قائم نہیں ہوتی بلکہ وہاں پر ترشح شدہ رطوبات کی زیادتی بوجھ اور سستی جسم کا باعث بن جاتی ہے۔

رطوبت کی زیادتی کی صورت میں ایسی ادویات استعمال کی جاتی ہیں کہ جو رطوبات وہاں پر آ چکی ہیں ان کو وہاں سے جذب کر کے حالت اعتدال پر لایا جائے۔ ایسی ادویات کو رادعے محلل کہتے ہیں۔ ایسی ادویات ایک طرف خون کی تیزی اور جوش کو کم کر کے رطوبات کا ترشح قائم رکھتی ہیں اور دوسری طرف جو رطوبات وہاں پر اکٹھی ہوتی ہیں ان کو وہاں سے جذب کر کے خون میں پھر شامل کر دیتی ہیں۔ لیکن جب مواد کی زیادتی اور تیزی کی وجہ سے سوزش اور ورم تحلیل نہ ہوں تو

اس کا مطلب یہ ہے کہ خون کے اندر حرارت اور قوت مدافعت کم ہو گئی ہے۔ اور مریض میں ضعف بڑھتا جاتا ہے۔

ضعف اور حرارت کی کمی کی صورت میں محلل ادویات کا استعمال کیا جاتا ہے جن سے ایک طرف طاقت اور حرارت جسم میں بڑھتی ہے۔ دوسری طرف دوران خون میں تیزی ہو کر سوزش اور ورم تحلیل ہو جاتے ہیں۔ محلل ادویات سے رطوبات کا ترشح فوراً بند ہو جاتا ہے اور جو رطوبات وہاں پر قائم ہوتی ہیں بہت جلد جذب ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ جب رطوبات خشک ہو جاتی ہیں تو اس مقام پر حرارت بھڑک اٹھتی ہے جس سے سوزش اور ورم فوراً تحلیل ہو جاتے ہیں۔

رادع اور مسکن ادویات ایسی ادویہ مسکن حرارت اور مولد رطوبات ہوتی ہیں۔ ایسی ادویات مولد بلغم ہوتی ہیں جو مبرد مسکن کے علاوہ مخدر بھی ہو سکتی ہیں جو انتہائی شدت میں استعمال کی جا سکتی ہیں۔ ایسی ادویہ ہمیشہ اعصابی عضلاتی ہوتی ہیں۔ (۱) آب برگ کاسنی (۲) آب برگ خرفہ (۳) شیرہ تخم خیارین (۴) شیرہ تخم کاہو (۵) شیرہ تخم خرفہ (۶) شیرہ تخم کشنیز (۷) شیرہ صندل (۸) عرق بیدمشک (۹) عرق کیوڑہ (۱۰) عرق گلاب (۱۱) عرق نیلوفر (۱۲) لعاب بہدانہ (۱۳) سبوس اسبغول (۱۴) کتیرا (۱۵) خشخاش (۱۶) شیرہ تخم کدو (۱۷) لعاب اسبغول (۱۸) شیرہ تخم تربوز (۱۹) کافور وغیرہ ادویات کے شیرہ جات و عرقیات اور شربت دیے سکتے ہیں۔

رادع و محلل ایسی ادویات مسکن حرارت کے ساتھ حابس رطوبات ہوتی ہیں ایسی ادویات سرد خشک مولد سودا ہوتی ہیں۔ ایسی ادویات مبرد مسکن کے ساتھ مخدر بھی ہو سکتی ہیں جو انتہائی ضرورت پر استعمال کرنی چاہئیں ایسی ادویات ہمیشہ عضلاتی اعصابی ہوتی ہیں۔ (۱) عضلاتی غدی (۲) غدی عضلاتی (۳) غدی اعصابی ہوتی ہیں۔

(۱) اسارون (۲) اصل السوس (۳) افسنتین (۴) اکلیل الملک (۵) انزروت (۶) ایرسا (۷) ایلوا (۸) بابونہ (۹) بالچھڑ (۱۰) دار چینی (۱۱) لونگ (۱۲) جائفل (۱۳) برگ آک (۱۴) ارنڈ (۱۵) ارکوٹ (۱۶) بیروزہ (۱۷) پان (۱۸) پپیتہ (۱۹) پودینہ (۲۰) پیاز (۲۱) حنظل (۲۲) بیخ سوسن (۲۳) تخم ترب (۲۴) تلسی (۲۵) تھوہر (۲۶) تیزپات (۲۷) جلوتری (۲۸) گروار (۲۹) جالکوند (۳۰) چاکسو (۳۱) چربی (۳۲) لونی (۳۳) گگل (۳۴)

ریوند (۳۵) زوفا (۳۶) زیرہ (۳۷) سقمونیا (۳۸) سورنجاں (۳۹) شاخ گوزن (۴۰) شنگرف (۴۱) شہد (۴۲) صابون (۴۳) عشبہ (۴۴) عود صلیب (۴۵) غاریقون (۴۶) لفاح (۴۷) گل بنفشہ (۴۸) گندھک (۴۹) لہسن (۵۰) مرچ سرخ (۵۱) مرمکی (۵۲) مشک (۵۳) موم (۵۴) نوشادر (۵۵) ہلدی (۵۶) نیلا طوطیہ وغیرہ ضرورت کے مطابق مفرد یا مرکب دیئے جا سکتے ہیں۔

مسہلات ہر قسم کا مسہل محلل کی صورت رکھتا ہے۔ اس لئے ہر ضرورت کا مسہل محلل ادویات ہی سے ہونا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے بالمفرد اعضاء کوئی بھی مفرد دوا استعمال کی جا سکتی ہے۔ البتہ جب مرکبات کی صورت میں استعمال کرنا چاہیں تو تحقیقات فارماکوپیا میں دیئے ہوئے مسہلات استعمال کریں۔ کیونکہ وہ سب مجربات ہیں۔ البتہ انہی اصولوں پر اور مرکبات ترتیب دیئے جا سکتے ہیں۔

دماغ اور اعصاب کے امراض

یادداشت گزشتہ صفحات میں اورام و سوزش کے متعلق ہم اپنی تحقیقات تفصیل کے ساتھ پیش کر چکے ہیں اور ساتھ ہی ورم سر (سرسام) کے مختلف اقسام کی مکمل تشریح کو بیان کر دیا ہے۔ نیز سرسام غیر حقیقی میں تمام جسم کے اورام کا دماغ اور اس کے پردوں پر جو اثر اور تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ اس کو بھی بڑ شرح تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کے علاج کو سہل اور آسان طریق پر ذہن نشین کرا دیا ہے گویا اس تفصیل اور تشریح کو پڑھ کر ہر معالج علاج سرسام پر مکمل طور پر قابو پا لیتا ہے۔

اس حقیقت سے کوئی ایک معالج بھی انکار نہیں کرے گا کہ جس انداز اور طریق پر ہم نے یہ تفصیل و تشریح بیان کی ہے ہم سے قبل کسی نے نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک سرسام کو ایک انتہائی مشکل اور تقریباً ناقابل علاج خیال کیا جاتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ فرنگی طب جس کو ماڈرن میڈیکل سائنس کے کمالات کا دعویٰ ہے اس کے متعلق بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس نے سرسام کو

پورے طور پر نہیں سمجھا اور خاص طور پر اس کے اقسام کو سمجھنے میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی ہیں۔ الحمداللہ جو معالج بھی اس سے مستفید ہوں وہ اسی حکیم مطلق کا شکریہ ادا کریں جس نے یہ علم و فن عطا فرمایا اور فرنگی طب اور ماڈرن سائنس کی غلطیوں سے محفوظ کر دیا۔ جو معالج اورام و سوزش اور سرسام کی اس تحقیق اور روشنی کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں گے وہ ہمیشہ فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس کی غلط تحقیقات اور بے معنی ریسرچ سے پوری طرح محفوظ رہیں گے یہی ہماری جدوجہد کا مقصد ہے۔

دماغ و اعصاب کے امراض دماغ اور اعصاب کے کئی امراض ہیں۔ صرف سرسام ہی ایک دماغی مرض نہیں ہے۔ سرسام (ورم دماغ) سر کا ایک انتہائی اور شدید مرض ہے۔ اس کے مشکل اور شدید ہونے کی وجہ سے اس کو پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے علاج پر حاوی ہو جانے سے باقی امراض درد سر سے لے کر ورم دماغ تک اس کی سوزش اور ورم میں آ جاتے ہیں۔ اور بعض امراض ایسے ہیں جو ورم دماغ کے دوران پیدا ہو جاتے ہیں یا ورم دماغ کے پورے طور پر رفع نہ ہونے پر قائم رہ جاتے ہیں جیسے فالج اور استرخاء وغیرہ وغیرہ۔ اب جب کہ ان امراض کو بیان کیا جائے گا تو سرسام کی روشنی میں بہت آسانی سے ذہن نشین ہو جائے گا۔ یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

فرنگی طب کی غلطیاں سب سے بڑی بات جو ذہن نشین کرائی ہے وہ فرنگی طب کی غلطیاں ہیں جو دماغی امراض کے بیان میں کی ہیں یعنی بعض دماغی اور اعصابی امراض کو دیگر اعضاء کے تحت لکھ دیا ہے۔ مثلاً لعاب دہن کا زیادہ ہونا۔ دل بڑھ جانا' ہیضہ' ذیابیطس' تلی کا بڑھ جانا وغیرہ۔ اسی طرح بعض دیگر اعضاء کے امراض کو اعصاب کے تحت لکھ دیا گیا ہے۔ تشنج' بیداری اور جنون و نزلہ وغیرہ۔ یہ بات پھر ذہن نشین کر لیں کہ امراض سر اور امراض دماغ و اعصاب ایک ہی قسم کے نہیں ہو سکتے۔ امراض سر میں دماغ و اعصاب کے ساتھ ان کے پردوں کے امراض بھی شریک ہیں۔ ذیل میں دماغ اور اعصاب کے امراض کی فہرست درج کی جاتی ہے۔

خاص دماغ اور اعصاب کے امراض (۱) صداع بارد ساذج (۲) صداع بلغمی

(۳) صداع شرکی بلغمی (سر سے لے کر پاؤں تک اعصابی سوزش) (۴) صداع قوت حس دماغی و اعصابی (۵) صداع جماعی (۶) صداع خماری (۷) صداع کری (۸) صداع غشی (۹) صداع سر کی دائیں طرف (۱۰) اعصابہ (۱۱) سرسام بلغمی (۱۲) سدر و دوار سر چکرانا۔ سبات (غفلت کی نیند) (۱۳) جمود (۱۴) نسیان (۱۵) مالیخولیا (۱۶) داء الکلب (جنون کلبی) (۱۷) جرح دماغی (۱۸) سکتہ (۱۹) استرخاء (۲۰) فالج عصبی (۲۱) لقوی (۲۲) خدر (۲۳) اختلاج آنکھوں کے امراض جو دماغی اور اعصابی ہیں۔ (۱) رمد اور تکدر بلغمی (۲) دمعہ (ڈھلکہ) (۳) شب کوری (۴) ضعف بصر بلغمی (۵) استرخاء الجفن (۶) پردہ پلک کے دانے کان کے امراض جو دماغی اور اعصابی ہیں۔ (۱) وجع الاذن (۲) دیدان الاذن (۳) سیلان الاذن۔ ناک کے اعصابی و دماغی امرض۔ (۱) زکام (۲) زکام بلغمی (۳) عطاس (۴) برد الانف (۵) دیدان الانف۔ ہونٹوں کے دماغی او اعصابی امراض۔ (۱) اختلاج الشفت (۲) تشقق الشفتین۔ منہ زبان اور گلے کے دماغی و اعصابی امرض۔ (۱) قلاع (۲) کثرت بزاق (۳) بخرالفم (۴) ثقل اللسان۔ لکنت (۵) عظم اللسان (۶) بطلان الذوق (۷) بیاض اللسان (۸) حکہ اللسان۔ اور مسوڑھوں کے دماغی و اعصابی امراض۔ (۱) وجع الاسنان بلغمی (۲) وجع الاسنان وردی (۳) تحریک الاسنان (۴) ذہاب ماء الاسنان (۵) حفر و قلع۔ دانتوں پر میل جمنا (۶) تزید الاسنان۔ دانتو کا بڑھنا (۷) حکہ الاسنان (۸) جریر الاسنان۔ دانت پیسنا۔ حلق و مری اور نرخرہ کے دماغی و اعصابی امراض (۱) استرخاء اللہات کوا گرنا (۲) استرخاء المری (۳) خناق المری (۴) عسر البلع بلغمی (۵) ورم المری۔ پھیپھڑوں اور سینہ کے دماغی و اعصابی امراض (۱) ضیق النفس بلغمی (۲) سعال بلغمی۔ دل کے دماغی' اعصابی امراض۔ (۱) عظم القلب۔ پستان کے دماغی و اعصابی امراض (۱) کثرت اللبن (۲) اعظم الثدی۔ معدہ اور آنتوں کے اعصابی امراض (۱) کزاز معدہ و امعاء (۲) سقوط اشتہا (۳) قلت الغثیان و السوع واقعی (۴) قلت العطش (۵) ہیضہ (۶) اسہال۔ جگر و طحال کے دماغی و اعصابی امراض (۱) ضعف کبد (۲) عظم طحال (۳) قلت الابدان۔ مقعد کے دماغی و اعصابی امراض۔ (۱) استرخاء المقعد (۲) انواسیر۔ گردہ و مثانہ کے دماغی و اعصابی امراض۔ (۱) ضعف کلیہ (۲) ذیابیطس (۳) البول فی الفراش (۴) سلسل البول (۵) استرخائے مثانہ (۶) استرخاء قضیب (۷) جریان منی۔ جوڑوں کے دماغی و اعصابی امراض۔ (۱) وجع المفاصل

(۲) عرق النساء۔ رحم کے دماغی و اعصابی امراض (۱) حبس الطمث (۲) سکتہ الفرج (۳) استرخاء المہبل (۴) سیلان الرحم (۵) اسقاط حمل۔ جلد کے دماغی و اعصابی امراض (۱) الطاعون (۲) الخنازیر (۳) اشرہ۔ جلد کے دماغی اور اعصابی بخار (۱) حمی بلغمی (۲) حمی دموی (۳) الحصبہ والجدری (۴) حمرۃ دماغی

تاکید دماغ اور اعصابی امراض کی یہ فہرست ہے۔ ایک طرف امراض کا علم ہوتا ہے۔ دوسرے علامات کا یقینی پتہ لگتا ہے۔ یعنی جب بھی جسم میں کسی مقام پر دماغی اور اعصابی مرض ہو گا تو یہ امراض اس پر علامات کا بھی کام دیں گی۔ یہ ناممکن ہے کہ دماغی اور اعصابی امراض صرف اسی مقام پر محدود رہیں۔ اور دیگر مقام پر اثر نہ ہو۔ بس ان کو ذہن نشین کر لیں۔ علاج پر دسترس حاصل کرنے کا راز ہے۔

دل و جگر کے امرض

تقسیم امراض نظریہ مفرد اعضاء کے تحت ہم نے امراض کو اعضائے رئیسہ (دل و دماغ اور جگر) کے مطابق تین اقسام میں تقسیم کیا ہے تاکہ تشخیص میں سہولت اور علاج میں آسانیاں ہوں۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم فرنگی طب (میڈیکل سائنس اور ماڈرن سائنس) کی غلطیوں کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اس طرح ایک طرف اخلاط و کیفیات معالج کے سامنے ہوتے ہیں اور دوسری طرف اعضاء کے مشینی افعال اور ان کے خون میں کیمیاوی تاثرات کا علم ہوتا ہے۔ اس طرح معالج کو جسم انسان اور اس کے اعضاء پر مکمل نگاہ رہتی ہے۔ نظریہ مفرد اعضاء کا یہی سب سے بڑا مقصد ہے۔

دماغ اور اعصاب کے امراض ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ذیل میں قلب و عضلات کے امرض بیان کرتے ہیں۔

قلب و عضلات کے امراض سر کے قلبی اور عضلاتی امراض۔ (۱) صداع سوداوی (۲) صداع ریحی۔ درد سر ریحی کوئی جدا مرض نہیں ہے صداع سوداوی کی

ایک علامت کی شدت ہے۔ (۳) صداع شرکی معدی سوداوی۔ یہ بھی کوئی جدا مرض نہیں ہے۔ معدہ عضلاتی ہے۔ سودا اس کی کیمیاوی صورت ہے۔ یہ سادہ ہو یا مادی بہرحال عضلاتی ہے۔ (۴) صداع دموی۔ درد سردموی نہیں ہوتا البتہ اطباء جس درد سر کو دموی کہتے ہیں وہ عضلاتی غدی ہے اس میں خون کا دباؤ بہت شدید اور تیز ہوتا ہے۔ (۵) صداع ضعف دماغی۔ یہ درد سر دراصل قلبی و عضلاتی ہوتا ہے جس میں اعصاب و دماغ میں ضعف ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ غدد تحریک میں ضعف عضلاتی (حجاب دماغ) ہوتا ہے۔ اسی صورت میں اعصابی و دماغی تحریک میں ضعف غدی غشائے دماغی ہوتا ہے۔ اور دونوں اقسام کے ضعف سر کا ذکر نہ طب یونانی میں ہے۔ اور نہ فرنگی طب میں پایا جاتا ہے۔ (۶) صداع ذہنی۔ یہ درد سر بھی کوئی جدا نہیں ہے۔ خشکی سودا میں لازم ہے اس کا جدا درد سر ہونا بے معنی بات ہے۔ (۷) صداع جماعی۔ یہ درد سر بھی کوئی جدا مرض نہیں ہے۔ عضلاتی تحریک کی علامت ہے۔ شدت کی صورت میں درد پیدا ہوتا ہے۔ (۸) سرسام سوداوی (۹) ماشرا (۱۰) سدر و دوار سوداوی (۱۱) سہر (بے خوابی) (۱۲) مالیخولیا (۱۳) کابوس (۱۴) صرع معدی (۱۵) استرخاء و فالج اور لقوئی سوداوی (۱۶) تشنج (۱۷) تمدد آنکھ کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) رمد آنکھ دکھنا (۲) رمد ریحی۔ یہ آنکھ دکھنا بھی سوداوی میں شریک ہے۔ (۳) طرفہ آنکھ کا خونی نقطہ (۴) ظفرہ۔ ناخونہ (۵) بیاض العین۔ پھلی (۶) انتفاخ آنکھ کا پھولنا (۷) ورقہ۔ آنکھ کی پھنسی (۸) قروح العین آنکھ کے زخم (۹) کمنہ وحمنہ غبار (۱۰) سبل وزندی (۱۱) نتوء العین۔ آنکھ کا ابھر آنا (۱۲) رمد سرخ۔ یہ کوئی جدا مرض نہیں ہے۔ پھلی ہے جو سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔ (۱۳) سبل۔ بھینگا پن (۱۴) ضیق۔ پتلی کا پھیل جانا (۱۵) ضعف بصر۔ اعصاب و دماغ میں تحلیل سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ (۱۶) پھرطان العین۔ پلکوں کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) استرخاء الجفن (۲) سلاق۔ بانجھنی (۳) شعیرہ۔ انجن ہاری (۴) قمل الاجفان۔ توت پلک (۵) غرب۔ کوئے کا ناسور۔ کان کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) وجع الاذن۔ درد کان (۲) طنین و دوی و کان بجنا (۳) سوزش و اورام اور قلاح الاذن۔ ناک کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) نزلہ (۲) قروح اورام انف (۳) بواسیر الانف (۴) جفات الانف۔ ناک کی خشکی۔ ہونٹوں کے قلبی و عصبی امراض (۱) تشقق الشفتین۔ ہونٹا کا پھٹنا۔ (۲) قروح و اورام الشفت (۳) بواسیر

اشفت منہ اور زبان کے قلبی و عصبی امراض (۱) قلاع سوداوی (۲) عظم اللسان (۳)
ورم اللسان (۴) فساد الذوق (۵) خشونۃ اللسان (۶) حرکۃ اللسان۔ زبان کی جلن (۷)
شقاق اللسان زبان کا پھٹنا اور مسوڑھوں کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) وجع الاسنان
(۲) ضرس الاسنان۔ دانتوں کا کند ہو جانا۔ (۳) تفتت الاسنان۔ دانتوں کا ریزہ ریزہ ہو
جانا (۴) صریر الاسنان۔ دانت پیسنا (۵) ورم اللثہ۔ حلق و مری کے قلبی و عضلاتی
امراض (۱) ورم اللہات (کوئے کی سوجن) (۲) خناق۔ خناق صرف عضلاتی ہوتا ہے۔
عضلاتی اعصابی (سرد) اور عضلاتی غدی (گرم) بھی ہو سکتا ہے۔ یاد رکھیں کہ کبھی
اعصابی اور غدی نہیں ہو سکتا۔ اس کے تمام اقسام اس میں شریک ہیں۔ (۳) ۔ثوا
حلق (۴) عسر البلع سوداوی۔ مشکل سے نگلنا (۵) ورم الفری (۶) بحۃ الصوت۔ آواز کا
بیٹھنا۔ سینہ کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) ضیق النفس یا اس بس۔ دمہ (۲) سعال یا
بس (۳) ذات الریہ پھیپھڑوں کا ورم۔ پھیپھڑوں کی سوزش اور دانے اس میں شریک
ہیں۔ (۴) ذات الجنب۔ درد پشت (۵) ذات الصدر۔ درد سینہ (۶) برسام۔ ورم حجاب
حاجز (۷) جمود صدر۔ سینہ کی جکڑن قلب کے عضلات امراض (۱) خفقان یا بس۔
خفقان معدی اس میں شریک ہے۔ (۲) غشی یا بس (۳) ضعف القلب۔ دل کا سکڑنا
(۴) ورم غلاف القلب۔ دل کے اندر کا ورم (۵) غلت و خانیہ۔ دل سے دھواں اٹھنا۔
پستانوں کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) ورم ثدی سوداوی (۲) سرطان الثدی۔ معدہ
کے قلبی ۔(عضلاتی امراض) (۱) وجع المعدہ یا بس (۲) ورم معدہ (۳) نفخ و ریاح معدہ
(۴) جوع الکلب۔ کتے کی بھوک (۵) علۃ الفواق (۶) علۃ العطش۔ پیاس کا مرض (۷)
سوزش اور حرارت معدہ۔ جگر اور طحال کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) عظم الکبد (۲)
علۃ الطحال۔ تلی کا سکڑ جانا۔ آنتوں کے قلبی اور عضلاتی امراض (۱) علۃ الکلیہ۔
گردوں کا سکڑ جانا۔ (۲) ریاح الکلیہ (۳) علت الحصاۃ سوداوی (۴) ورم مثانہ (۵) وجع
المثانہ (۶) احتباس البول۔ پیشاب کا بند ہو جانا (۷) تشنج مثانہ۔ عضو تناسل اور
خصیوں کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) کجی (۲) ورم قضیب (۳) احتلام (۴) ورم
خصیتین۔ رحم کے قلبی و عضلاتی امراض (۱) وجع الرحم یا بس (۲) ورم الرحم (۳)
اختناق الرحم (۴) عسر الطمث۔ جوڑوں کے قلبی و عضلاتی امراض۔ (۱) نقرس (۲)
وجع الرکبہ۔ گھٹنے کا درد (۳) وجع الورک سرین کا درد (۴) عرق النساء۔ قلبی و عضلاتی

بخار۔ (۱) روزانہ کا بخار (۲) حمی و دقی یا بس (۳) حمیات سوداویہ (۴) حمیات
اورام یا بس۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ بخار جسم میں اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب
عضلات میں تحریک ہوتی ہے۔ جلد کے قلبی و عضلاتی امراض۔ (۱) دبیلہ دمل (۲)
ثوبا۔ داد۔ بالوں و ناخنوں کا قلبی و عضلاتی امراض (۱) داء الثعلب۔ بال جھڑ (۲)
الحزاز۔ بفا یا بھوسی (۳) ناخنوں کا پھٹنا (۴) دبلا پن۔

جگر اور غدود کے امراض سر کے کبدی امراض۔ (۱) صداع صفراوی (۲) صداع
ضعف۔ دماغی و قلبی (۳) صداع شقیقہ۔ بائیں طرف (۴) سرسام صفراوی (۵) ماشرا۔
ورم چہرہ (۶) جنون (۷) رعشہ (۸) جذر۔ آنکھوں و پلکوں کے کبدی و غدی امراض
(۱) رمد صفراوی (۲) رمد الاطفال (۳) سبل۔ آنکھ میں رگوں کا پردہ (۴) قروح العین (۵)
سور سرخ۔ سیاح پھولا (۶) انتشار۔ پتلی کا پھیل جانا (۷) نزول الماء (۸) ضعف بصر
قلبی (۹) استرخاء جفن (۱۰) بردہ۔ پپوٹے کے دانے (۱۱) عزب۔ ناسور چشم۔ کان سے خون
آنا۔ (۱) سوزش اذن (۲) قرحہ و ناسور الاذن (۳) انفجار الاذن۔ کان سے خون آنا
(۴) قلاح الاذن (۵) اورام اصل الاذن۔ ناک کے کبدی و غدی امراض (۱) نزلہ (۲)
رعاف۔ نکسیر (۳) بثور الانف (۴) قروح الانف۔ لب کے قلبی و عضلاتی امراض (۱)
تشقق الشفتین۔ ہونٹوں کا پھٹ جانا۔ دہن کے جگر و غدی امراض (۱) بثور الفم (۲)
قروح الفم (۳) قلاع صفراوی (۴) آکلۃ الفم (۵) استرخاء اللسان (۶) فساد الذوق (۷)
حرکۃ اللسان دانتوں اور مسوڑھوں کے امراض (۱) تحریک الاسنان (۲) قروح و ناسور
لثہ (۳) لثہ دمویہ حلق و مری کے امراض (۱) خناق صفراوی (۲) بثور الحلق (۳)
استرخاء المری (۴) قروح المری (۵) بحۃ الصوت۔ سینہ اور پھیپھڑوں کے امراض (۱)
ضیق النفس کبدی (۲) سعال کبدی یا حار (۳) سعال حقی (۴) نفث الدم (۵) سل
رسل کے ساتھ بخار کا ہونا سل کا بخار ہے۔ تپدق نہیں ہے۔ تپدق عضلاتی ہے۔
اس میں سل شامل نہیں ہے۔ (۶) ذات الجنب۔ قلب کے کبدی امراض (۱) قلت
الیمن (۲) ورم ثدی حار (۳) دبیلہ ثدی (۴) قروح و آکلہ ثدی۔ معدی و آنتوں کے
کبدی امراض (۱) قئ الدم معدی (۲) جوع البقر (۳) ضعف معدہ (۴) ہیضہ (۵) زحیر
خونی۔ جگر کے کبدی و غدی امراض (۱) سوزش جگر (۲) یرقان (۳) سنۃ الاستسقاء (۴)

حب القرع۔ مقعد کے امراض (۱) قروح المقعد (۲) استرخاء المقعد (۳) شقاق المقعد (۴) بواسیر خونی (۵) ناسور مقعد گردہ و مثانہ کے امراض (۱) ریاح الکلیہ (۲) حصاۃ الکلیہ (۳) قروح الکلیہ (۴) حرکت بول (۵) وجع الکلیہ و مثانہ (۶) بول الدم (۷) استرخاء المثانہ۔ قضیب و خصیتین کے امراض (۱) سرعت انزال (۲) ضعف باہ کبدی (۳) قلت المنی (۴) وجع الخصیتین (۵) سوزاک۔ رحم کے کبدی امراض (۱) خنیۃ الرحم (۲) کثرۃ الطمث (۳) نتوء الرحم (۴) سیلان الرحم (۵) قروح الرحم (۶) علت القرب۔ جوڑوں کے کبدی امراض (۱) غب دائمی (۲) تبدق سل (۳) نوبتی تپ (۴) طاعون۔ امراض جلد (۱) خارش (۲) ناسور (۳) جریان خون (۴) چھائیاں (۵) مہاسا بالوں کے امرض (۱) بالوں کا گرنا (۲) بالوں کا گھونگھرالا ہونا۔

ہم نے اعضائے رئیسہ (دل و دماغ اور جگر) کے امرض کو جدا جدا لکھ دیا ہے۔ بڑا محنت طلب کام تھا۔ صاحب فن اور اہل علم ہی اس محنت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اب معالجین کا فرض ہے کہ اس کو یاد کر لیں اس سے تشخیص میں آسانیاں اور علاج میں سہولتیں ہو جائیں گی۔ اور اگر معالج ان پر غور کریں گے تو ان رفتہ رفتہ علم ہو جائے گا کہ دل و دماغ اور جگر کے امراض کس کس قسم کے ہو سکتے ہیں۔ یہ فن کے کمال کا راز ہے اور اسی میں فن کا عروج ہے